

رسالہ
۲۷۹

ابوالفضل عباس مہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم



جو جوں نے بہت کچھ کوشش کی عباس کھلا اور رک جاتے
دیرانے دم سے گلے کہا، پیاسے ہی کی اونچی بات رہی

ایڈیٹر ظفر عباس فضل



حیدنی شاعر حضرت سل لکھنوی کے بالکل نئے نوجوں کی یہ ڈوبیا ضیں ہیں



لکھنؤ کے مشہور نظامی پریس میں چھپے ہی ہیں

محررم کو تیار ہو جائیں گی۔ آج ہی آرڈر بھیجے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا
دونوں بیاضوں کے نوجوں کے چند مطالعے درج ذیل ہیں جس سے آپ کو نوجوں کا اندازہ ہو جائیگا

عاشور کی شب کا سناٹا جب انکوں کی برسات رہی
لیڈا نے نظر کی اکبر پر جب کچھ باقی رات رہی

کسی تکبیس کا حق کو یاد کرنا
حدود صبر میں فریاد کرنا

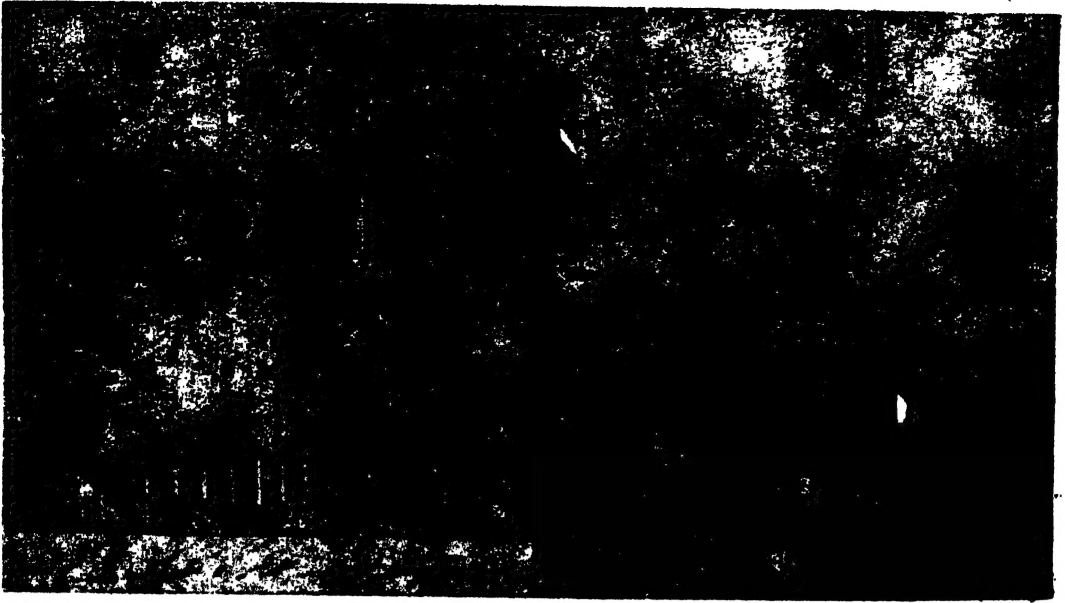
اے مالک غم، موجدِ تعمیرِ زمانہ ہے رنگِ ترے خون کا دنیا ہے بھگنا
سید ہے ترا علمِ نبوت کا خزانہ بچے کا شفق بن کے ہمیشہ یہ فسانہ
خونِ دل سے اُبلتا ہے تو کھینچ جاتی ہے تصویر
تیرہ سو برس بعد بھی یاد آتے ہیں شبیر

عاشور کا وہ دن وہ اہو کھولتا ہوا وہ انقلاب دہر کا پردہ اٹھا ہوا

آنکھوں میں دکھاؤں ہو اور دل میں خونِ پانی
یوں رنگِ نبوت ملتا ہے تھلیر کے خون کی دھار میں
شہ یاد کر رہے ہیں اکبر کی نوج
احمد کا لڑکے تیروں میں احمد کا لہو تلوار

ان دونوں بیاضوں میں متعدد و لا جواب نوے درج ہیں قیمت دونوں بیاضوں کی ایک روپیہ (عد) ہے۔ نیز نظامی پریس

نظاره لکهنو (ابوالفضل العباس نمبر)



السلام علیک یا ابوالفضل العباس (علیه السلام)

نظارہ لکھنؤ (ادوالفضل العباس نمبر)



نصف اشرف



فہرست
Accession No. ۷۶۲۸
Subject

مضمون

ایڈیٹر مولانا محمد حسن صاحب
شیر عباس صاحب بنفم
جناب محمدہ اعلم
جناب سید اعلم
محمد عادل صاحب
قدحی جاسی
نظرت صاحب
فقتل
سائل بلکرای
نفیس بانو صاحبہ
مولانا محمد حسن صاحب
شوکت صاحب بلووی
ذاب اخترین صاحب
محمد عباس صاحب صفوی
محمد حسن صاحب بدر
مولانا مرتضیٰ حسین صاحب
جناب عادل اعلم
میاں کمالی
خندان صاحب
کیا کمال عظیم آبادی
کشتی صاحب
مولانا سید محمد مصطفیٰ صاحب
سید محمد عباس صاحب
ڈاکٹر مجاور حسین صاحب
مولانا غالب حسین صاحب
جناب واصف
مولانا سید کلب عادلہ صاحبہ
جناب حکیم محمد قاسم صاحب ہنتر
معراج بلکرای
ثامن نقوی
مولانا عاتیت حسین صاحبہ
- - - -
- - - -

ایڈیٹر مولانا
دعوت ہند کا مرثیہ
انشائہ زندہ گی
شہید مظلوم کی دولت
کر لاجی جنگ کا فاتح
متر فوری عالی مکان
انطاس قدسی
عباس ابن علی
ڈھارس
ذبحہ ہندی
روایت
نخ حق و شکستہ باطل
حضرت عباس ابن علی
مہراب بنجر
پارہ غنیم
سکہ زہ قلم کلمات
شہادت حسنیہ حیات اسلام کی ذمہ دار ہے
میاں کی کتب
ہن اور بھائی
میکرونا
شہادت حسنیہ قرآن کی روشنی میں
دعوت ہندی
مرجانیہ یا حسین کتے کتے
دولہ فضل العباس
اساس نظام عالم
فضل اہمدار
مترخ و فاضل
عباس کی اطاعت
سیرت زینبیہ
ام نینق کا باوقال
ہزار کعبہ ایمان بنا دیئے تم نے
فلک و فکا کا خورشید غاوار
مختلف اسلام و روح و غیرہ
ہشت تار و نقار و ہیر

۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

۷۸۶ ۶۱۲

نظارہ

جلد ۱۳ ۷ جنوری ۱۹۲۳ء نمبر ۱۱

تفصیل معجزہ کہیں!

سچ پوچھئے تو ہماری خود بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ نمبر کیسے نکلا؟۔ سال گزشتہ تک کاغذ گراں ضرور تھا لیکن اتنا نہیں جس قدر کہ اب ہر پھر صرف گرائی ہی نہیں بلکہ کاغذ کی مایابی اور اس کے لئے تلامیں یہ اور بھی سخت تہان تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ان تمام مصیبتوں کو حسین اور عباس کی محبت نے آسان کر دیا اور اس کو حضرت کا معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے ہماری تو صرف اتنی ہی کوشش ہے لیکن نظارہ کے ان عزیز معاونین کا شکر یہ ادا کرنا ضروری ہے جن کی مالی امداد نے ہماری محنت کو ٹھکانے لگایا۔ (جن کے اسمائے گرامی گزشتہ نمبر میں بھی شائع ہو چکے ہیں اور باقی اس نمبر میں دیئے جارہے ہیں) ان حضرات کو حقیقی اجر خود دربار الفضل عباس سے ملے گا (انشاء اللہ)۔

آپ یقین جانتے کہ جن عاشقان عباس نے اس نمبر کی مدد کی ہے ان میں کوئی راجہ صاحب شامل نہیں ہیں۔ ہمارے ہی پاس اتنا وقت تھا کہ ہم اس مہربان نمبر کا کام چھوڑ کر راجہ صاحبان کی خوشامد کرتے۔

سرکار سعید الملة مولانا سید محمد سعید صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ چشم و چراغ سرکار ناصر الملة اعلیٰ الشرف مقدمہ کا دلی شکریہ ادا کرنا بھی لازمی ہے اس لئے کہ آپ نے ہماری غیر کسی یاد دہانی کے اس مہربان نمبر کی اسی طرح مدد فرمائی جس طرح سرکار ناصر الملة اعلیٰ الشرف مقدمہ فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ رقم عطیہ کی تعداد دو گنی تھی۔ یعنی وہ رقم بھی عطا فرمائی جو سرکار مرحوم عطا کرتے تھے اور وہ رقم بھی خود دیتے تھے۔ یہ نمبر سرکار سعید الملة مدظلہ العالی کی تحریک ہی سے چھ سال قبل سے میں نے نکالنا شروع کیا۔ اور اس نمبر کے محرک و بانی سرکار مرحوم فوت ہی ہیں۔

معاونین الفضل عباس نمبر

حقیقت یہی ہے کہ اگر نظارہ کو چاہئے واسے عاشقان عباس حسین اس نمبر کی مدد نہ فرماتے تو ہمارے بس کی بات نہ تھی کہ سیکڑوں روپے کاغذ طباعت و کتب کے لئے فراہم کر سکتے۔ گزشتہ پرچے میں بھی اس نمبر کے معاونین کی فہرست شائع کی جا چکی ہے اور باقی اسمائے گرامی ذیل میں دلی شکر یہ کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔

جناب حیدر علی صاحب اینڈ سنٹرل کٹر ایکٹرو انجینئر جٹا اکٹر سید شتیاق حسین صاحب رضوی جناب سلطان علی خاں صاحب سید جناب سید غلام حیدر خاں صاحب قلعہ راجہ جناب سید علی حسن صاحب علیہ راجہ جناب سید مریمین صاحبہ بلگرامی تحصیلدار جناب حکیم سید غا حسن صاحبہ متولی (امبارہ) جناب میاں شکر علی صاحب ٹھیکیدار جناب شہید یار جنگ بہادر المتخلص شہید جناب رسول ابن محمد علی صاحب جناب پرش محمد جاس صاحب صفوی سرکار سعید الملة مدظلہ العالی جناب محمود آغا صاحب تعمیر کھنوی مذکورہ بالا معاونین کے علاوہ جن حضرات کے وندے ہیں اور چندے وصول ہوئے ان کے اسمائے گرامی آئندہ نمبر میں انشاء اللہ بعد شکر یہ شائع کئے جائیں گے۔ (فضل نقوی)

”دعبل ہند کا نوحہ“

اور

مرثیہ

از جناب مولانا سید محمد حسن صاحب بدر نمبرہ حضرت
حجتہ الاسلام مولانا سید سبط حسین صاحب قبلہ

—————

میرے خیال میں پونے تین کروڑ شیعوں میں
بہت کم ایسے حضرات ہوں گے جو دعبل ہند حضرت ذاکر
لکھنؤی اعلیٰ الشرفاۃ کو ان کے مراتب جلیلہ کے لحاظ سے
نہ جانتے ہوں اس لئے اس وقت اس کی ضرورت نہیں ہے
کہ میں ان کا قیامت کر اوں لیکن اتنا ضرور کہوں گا
کہ وہ خاندانی اعتبار سے اس شجر اجتہاد کا ایک خوشنام
بچوں تھے جس نے دنیا کے شیعہ کو صدیوں اپنی
خوشبو سے مکیا۔

دعبل ہند حضرت ذاکر ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے
آپ کے والد جناب سید وارث حسین صاحب دین
ردعہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی تھے۔ دعبل ہند کا
سلسلہ نسب ۲۹ پشتوں کے بعد امام علی نقی علیہ السلام
سے مل جاتا ہے۔ تعلیمی سلسلہ کے اٹھارہ سال عراق
میں بسر ہوئے جہاں سے علم کے دریا دنیا میں بہتے
ہیں دعبل ہند حضرت ذاکر کی پرورش ان کے حقیقی
ماموں نواب میر اصغر حسین صاحب فاخر اعلیٰ الشرفاۃ
نے فرمائی صرف پرورش ہی نہیں بلکہ انہوں نے
بکثرت ہی سے رموز و نکات شاعری تعلیم کر دیے اور
جتے حضرت دعبل ہند کی عمر تقریباً تیس سال کی ہوئی کہ

تو ان کو اپنی ہی زندگی میں یہ اجازت دیدی کہ تم اپنے
تلامذہ کو مشورہ سنی دے سکتے ہو حضرت دعبل ہند میں
چونکہ خاندانی ذہانت موجود تھی اس لئے وہ دن دو فی
ادرات چوگنی ترقی کرنے لگے اور چالیس سال کی
عمر میں انہوں نے صف اسمذہ میں اپنی ممتاز جگہ پیدا
کر لی قبل اس کے کہ میں حضرت دعبل ہند کے متعلق اپنے
ناچیز خیالات کا اظہار کروں یہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں
کہ اولاً تو میں اپنے خیالات کا خود ذمہ دار ہوں دوسرے
میں دعبل ہند کے کلام کا تقابل نہ کسی گزشتہ شاعر
سے کرنا چاہتا ہوں نہ موجودہ کیونکہ خود دعبل ہند کا
غلوں میں جس کی اجازت نہیں دیتا کہ دنیا کی عام تنقیدی
رسم کے ماتحت میں ان کا کلام بھی پیش کروں وہ نسبت
اہلیت خلیق ملنسار اور وضع کے انتہائی پابند برنگ تھے
اصناف سخن میں وہ ہر صنف پر اس طرح قادر تھے کہ یہ
انسان یہ خیال بھی نہیں کر سکتا کہ وہ نوحہ اچھا کہتے تھے یا
نوحہ سے مرثیہ۔ سلام اچھا ہوتا تھا یا سلام سے رُبائی۔
غزل اچھی کہتے تھے یا قصیدہ۔ وہ اصناف سخن میں
ہر صنف میں استاد دستھے اور ہر صنف میں ان کے تلامذہ
جد اگانہ تھے۔ بیٹے اگر ثنوی میں جناب سیدنا ظہر حسن صاحب
ہوشش بلگرامی نے اُن سے اصلاح لی تو مرثیہ میں جناب
اشتیاق حسین صاحب سہیل اور فیروز شاہ صاحب وغیرہ
مشورہ حاصل کرتے رہے غزلوں میں اگر جناب لڑن صاحب
ہمار۔ ہزاراد۔ سحر۔ گمر۔ نامی۔ میکش۔ بشاش۔ جعفر۔
شعر اور غیرہ نے زاوئے ادب تک کیا تو نوحہ میں شیفہ۔
دھبہ وغیرہ نے تمذکب خضر حاصل کیا آج بھی دنیا کے ادب
کی فضا میں دعبل ہند حضرت ذاکر اعلیٰ الشرفاۃ کا اسم گرامی
چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے۔ آہ دس برس

پہلے یہ آفتاب شعر و سخن اپنی شاعروں سے دنیا سے ادب کو جگمگا رہا تھا اور آج اپنے ممدوح آقا کے دو جہاں حسین ابن علی کی خدمت میں ہے۔ میرے تمہیدی اگرچہ اختصار کے بعد بھی آگے بڑھ گئے اور میں نے بہت چاہا کہ اپنے مطلب پر جلد آ جاؤں لیکن ہنس نہ ہو سکا کہ دہل ہند کے فضل و کمال کو کہاں تک مختصر کروں۔ میرا دل تو یہ چاہتا تھا کہ ان کے تمام اصناف سخن میں سے ہر صنف کلام پر علیحدہ تبصرو کروں لیکن چونکہ یہ نمبر محرم نمبر ہے اس لئے غزلوں، نغموں وغیرہ کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے کلام میں سے صرف رباعیاں سلام مرثیہ اور نوے کو لکھتا ہوں چنانچہ سب سے پہلے ان کی تین رباعیاں ملاحظہ کیجئے۔ اگرچہ تینوں رباعیاں بارہا شائع ہو چکی ہیں لیکن میرے پاس اس وقت انکی دوسری رباعیاں موجود نہیں ہیں اور اتنا وقت بھی نہیں کہ میں جناب فضل مدیر نظارہ (خلف حضرت دہل ہند) سے حاصل کر کے لکھوں چنانچہ میرے خیال میں وصف رباعی میں نمونہ کلام کی حیثیت سے ان کی یہ تین رباعیاں ہی ان کے استاد ہونے کا ثبوت ہیں۔

== رباعی ==

احمد کو جو اللہ نے شاہی دیدی
ہر چیز انھیں نامہ و ماہی دیدی
شک لائے جو اعجازِ بختی میں کافر
مہتاب نے دوہو کے گو اہی دیدی
(۲)

ہم باز دے شہ کی جو فاکہدیں گے
نہت دہ بزم شہدا کہدیں گے

عباس کو ہم صورت حیدر نہ کہو
حسن میں گے نصیری تو خدا کہدیں گے
(۳)

یارب مرے مرنے کو فسانہ کر دے
سمت شہ مظلوم روانہ کر دے
حسرت ہے کہ ہوں دفن تہ خاکِ شفا
مٹی مری تسبیح کا دانہ کر دے

مذکورہ بالا رباعیوں کے متعلق میں خود کو اظہار نہیں کرنا چاہتا میرا فرض تو یہ ہے کہ ہر صنف سخن میں سے ان کے کلام کا نمونہ پیش کر کے یہ بتاؤں کہ وہ ہر صنف میں استاد اور قادر الکلام تھے۔ رباعیوں کے بڑے بڑے بعد آپ کو خود اندازہ ہو گیا ہو گا۔ اب سلام کے چند شعر ملاحظہ ہوں:-

حمد پیری کی زمانہ میں کمانی رہ گئی
پتلیوں میں کینچ کے تصویر جوانی رہ گئی
عشش تک جا کر بٹ آیا جو فد مصطفیٰ
ملکھی ہو کر قبائے آسمانی رہ گئی
قشہ کاموں تک نہ پہنچا اور نہ پہنچا بہر
مشکیں گھٹ کے دریا کی روانی رہ گئی
بازو سے عباس پر پرچم کی لہریں دیکھ کر
لاکھ انجری بوج پھر پانی کی پانی رہ گئی
ماں سے دو باتوں میں اکبر نے لیا اذن جہاد
تذکرہ میں حسن کے یہ غمشنیائی رہ گئی
کچھ کیا تو تم نے روشن حضرت فخر کا نام
خیر ذاکر آبرو کے غاندانی رہ گئی

دلوں کا اپنے مقصد دکھایا جاتا ہے
گلے پہ شاہ کے غجر بچھرایا جاتا ہے

حسین مانگتے ہیں زیر تیغ ذبح میں آب
نہیں نہیں سے کلیجہ دکھایا جاتا ہے

رہیں دو قلب تڑپنے لگے ایک تیر کے ساتھ
بازوئے شاہ چھدا گردن بے شیر کے ساتھ
شہ نے جلتی ہوئی ریتی پہ جو پہلو بد سے
کر بلا کر وٹیں لینے لگی شبیر کے ساتھ
ذبح ہو کر علیؑ اصر سے نہ پیکان سنبھلا
جنش گردن بے شیر رہی تیر کے ساتھ
ہو سہارا نہ کوئی جس کا ڈرے وہ ذخیر
خلد میں جائیں گے ہم حضرت شبیر کے ساتھ

شادیاں قید حرم کی کبھی سنگاروں میں
اپنی تنہائی پہ ماتم ہے گرفتاروں میں
راستے دین کے بتلا دیئے سروے دیکے
دن میں انبیر کے سجدہ کے تلواروں میں
ہیں طرح شام کے زنداں میں ہو قید حرم
رات کا ٹانگے بھٹکتی ہوئی دیواروں میں
قلب ذخیر کی تنہا غم شہر میں یہ ہے
کرا لئی اسے محسوب عزا داروں میں

اب تک کھن لانا تن زخیم دار کو
چہلم کے دن حسینؑ نے پایا مزار کو
شاہ کوئی کلام کریں دشت میں حسینؑ

انہیں ہے معنوں کے طویل ہو جانے کا اندیشہ ہے
درد نہ دل پاتا تھا کہ کئی سلام پیش کئے جاتے اب نوحہ
لاحظہ فرمائیے نوحہ کو دہل ہند اعلیٰ انٹر مقام نے ترقی
کی اس منزل پر پہنچا دیا جس منزل پر حضرت انیسؑ مرحوم
نے مرثیہ کو پہنچایا۔ ان کے نوحوں کا کافی حصہ اہل نظر
تک پہنچ چکا ہے اور آج دنیا سے شیعہ کا کوئی گوشہ
خواہ ایران ہو یا عراق ان کے نوحوں سے خالی نہیں۔

یہی نہیں کہ نوحہ کو اردو میں انہوں نے ایسا کہا کہ وہ اس
نوحہ مان لے گئے بلکہ فارسی میں بھی انہوں نے سیکردوں
غزلیں اور نوے فرمائے پھر فارسی بھی ایسی نہیں جو
ہندوستان میں رائج ہے اندھ بھی عادات سے اس نے
بے نیاز رہتی ہے کہ وہاں کی معاشرت سے دور ہیں چونکہ
وہ عراق میں اٹھارہ سال بسلسلہ تعلیم قیام فرمائے
تھے اس لئے جو نوحہ کہا وہ زبان میں ڈوب کر ایسا کہا
کہ آج بھی ان کے فارسی نوحے عراق و ایران کی مائیں انہوں
میں پڑھ جاتے ہیں۔ اگر آپ عراق تشریف لیا تو سب سے
پہلے دہل ہند کا یہ نوحہ آپ کو سنائی دے گا۔

ستم شمر کجا و سر شبیر کجا
دست بیدا و کجا زلف غمگیر کجا

یا یہ نوحہ :-

سرحد رشہ دین ظالم بے پیر ہے

یا یہ نوحہ :-

نالہ شاہ ام بود یہ ہر یک قدم ہائے علی اکبرم وائے علی اکبرم
غرض کہ سیکردوں ہی نوحے حضرت دہل ہند کے آپ کو
عراق و ایران میں سنائی دیں گے۔

میں اردو نوحوں میں سے ان کے چند نوحوں کے
دو دو تین تین شعر ذیل میں درج کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہوں :-

تھی ایک جستجو تنگ انتظار کو
اکبر کے دقتہ فن یہ تھا ماں کے دل کا حال
جھک جھک کے دیکھتی تھی دہی مزار کو
بے انتہا ہیں ابو مصائب کثرتیں
آخر پکار رحمت پر در دگار کو

دیتے اور انداز قلب شہ کی بڑھتی جاتی ہے
چھپائے منہ کو باؤں سے بہن مقل میاں ہے
اکٹھا کر لاش کا ندھے پر یہ شہ کتے تھے بیٹے
علی اکبر چلو جلدی کے زینب نکلی آتی ہے

آخر ہے ہجر خاق دل بمقصر ار پر
جہلم میں روئیں سرور دین کے مزار پر
سو گئے ہوئے پڑے ہیں یا جنی کے پھول
عاشور سے خزاں کا عمل ہے بہار پر
سر کی رد کو ہاتھ میں پھیلا کے دھوپ میں
سایہ بہن کئے ہے زمین مزار پر

مذکورہ بالا مختلف ذہنوں کے اشعار ملاحظہ فرمانے کے
بعد اب ان کے ان مرثیوں میں سے ایک مرثیہ کے چند مختلف
بند ملاحظہ فرمائیے جو اب تک اپنے نہ شائع ہونے پر افسوس
ہمارا ہے۔ اور یہ دیکھ کر مرثیہ کی طویل زندگی میں مختلف
ساتھ کے مرثیے سننے کے بعد عمل ہند کے مرثیوں کی کس
معیار پر ہیں۔ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ عمل ہند مرثیہ
میں بھی اپنا راستہ الگ بنایا اور جس راستے پر وہ چلے
سہ راستے کو انتہائی نقطہ تک پہنچا دیا میں اپنے کو
نوشہ شہت سمجھتا ہوں کہ ان کے ایک مرثیے کی قلمی نقل میرا

موجود ہے اور اسی مرثیے کے چند بند درج ذیل کرتا ہوں۔ یہ
بند اس مقام کے ہیں جب امام حسین علیہ السلام الحرم سے رخصت
ہونے کے بعد بفرغ جنگ میدان میں تشریف لے جا رہے ہیں۔
صدا حرم کو یہ دے کر بڑھا دیا رہوار
اٹھا فرس کے قدم چوم کر زمین کا غبار
ہوا میں چلنے لگیں سمت داد کی برخا
بند کر لیا ذروں نے کروڑوں کا شمار
اس اوج پر بھی کوئی ان میں اعتبار نہ تھا
نہ جانے کون سے دل تھے جھین قرار نہ تھا

== گھوڑے کی تعریف ==

ہے آسمان کا جوتا راہ وہ نہیں گھوڑا
جو بولے گل سے سبک ہے وہ نازیں گھوڑا
جو ہے حجاب نظر میں وہ شریکیں گھوڑا
جو اہل مصر میں کیلتا ہے وہ حسین گھوڑا
ہجوم ردنہ جزا دیکھ بھال کر نکلا
نقاب دامن یوسف کی ڈال کر نکلا

ہیں مضطرب غم فرقت گزارنے والے
تے ہیں دل کو تصدق اُتارنے والے
ادھر بھی دیکھ لے بے ہمت ماننے والے
یہ کہہ رہے ہیں تڑپ کر پکارنے والے
ہر اک کو تیغ ادا سے حلال کرتا جا
نہ دل میں وجہ گناہ کمال کرتا جا

== گھوڑا فوج سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے ==

بند یہ کیا سب سے مصطفیٰ نے مجھے
پھر اسے کیا سب سے مصطفیٰ نے مجھے

لیا حسین کے ہمراہ بچتے نے مجھے
یہ انتہا ہے چنانچہ ذات کبریٰ نے مجھے
رہی نہ اہل مہاسی سے دسم درہ مری
سہی ہے دامن عصمت بارگاہ مری

اس اوج پر مری حالت کا پوچھنا کیا تھا
نبی سے حسن عقیدت کا پوچھنا کیا تھا
خدا کی رمی ہوئی صورت کا پوچھنا کیا تھا
زمانہ میں مری قوت کا پوچھنا کیا تھا
شرف براق کا جو تھا وہ پالیسا میں نے
جہاں میں بار نبوت اٹھا لیا میں نے

جودل پہ نقش ہے وہ نام پر چھتے کیا ہو
لما جو حق سے وہ آرام پر چھتے کیا ہو
غلام شاہ کا انجام پر چھتے کیا ہو
یزید یو مرا سلام پر چھتے کیا ہو
بڑھا ہوا ہے نگاہوں میں اعتبار مرا
بتوں کا توڑنے والا ہے شہسوار مرا

ہر ایک حرف جیں کلک سے جلی آیا
جو نور تاسر زین آیا منجلی آیا
اٹھا خدا کا ولی اک تو اک ولی آیا
امام اک حسن تک پس عملی آیا
پس رسول مرا اتنا احترام ہوا
وہی ہوا مرا اک کہ جو امام ہوا

یہ کہہ رہا تھا کہ کج جو ہم لشکر کیں
یہ کیسے قبل قیامت میں حشر کے آئیں

بچا ہے خاک پروں میں روئے پر خ بریں
دبی ہوئی ہے سموں سے فرس کے گاہ زمیں
اثر ہوا میں بھی میدان کے نقاب کا ہے
نہاں غبار میں بیٹا ابو تراب کا ہے

اس مرتبے میں حضرت دعل ہند نے رخصت کے
مقام پر شہادت جناب علی اصغر نظم فرمائی ہے اس نے
امام حسین علیہ السلام کی رجز کا آخری بند ملاحظہ ہو بیت میں
شہادت جناب علی اصغر کی طرف اشارہ ہے۔

شنائیں باب کی مشول تھے ادھر شدہ دیں
ادھر سپہ میں کمائیں ہزار ہا کڑکیں
ہوا خیال سے اصغر کے اور قلب حزیں
بگڑ کے کہنے لگا دوش مصطفیٰ کا کیں
رُلاے گی جو ہو وہ آئنگا ہے سیری
گلا نہیں کسی بچہ کا جنگ ہے سیری

مڑے یہ کہہ کے سوئے تربت علی اصغر
پکارنے لگے بچے کو شاہ جن و بشر
جہاں باپ کا دیکھو مزار سے اٹھ کر
اب اس خیال سے کھینچی ہے نہیں تیغ دور
پناہ آج کہاں اہل شام لیتے ہیں
تھارے خون کا ہم انتقام لیتے ہیں

(باقی آئندہ)



افسانہ زندگی

از جناب مولانا سید شبید عباس صاحب منعم مدرسہ اسلامیہ
جعفریہ لنگانہ

باقی رہے جہاں میں افسانہ زندگی کا
منظور گر وہ کر لیں تدرانہ زندگی کا

جہاں جہاں وفا ہے وہ بقاء وفا ہے
مشہور ہے وفا سے افسانہ زندگی کا

ہنگام نزع آئندہ بہ کرتا رہے ہیں
دیکھو چلک رہا ہے پیانا زندگی کا

تیراُن کے جا بجائیں دلیں گارہوں
یعنی سجا رہا ہوں کاشانہ زندگی کا
لے تیغ ناز بڑھ کر اس کو گلے لگالے
مرنے کو آ رہا ہے بیگانہ زندگی کا

صورت ہمتا سی صورت آئیں رہی تھیں

میخانہ زندگی کا پیانا زندگی کا
سر رکھ دال میں قدم پر ٹھکرائے جس تربت
آباد کر گئے وہ ویرانہ زندگی کا

لے شمع بزم سننے قربان ہو کے تجھیز
پردانہ کہہ رہا ہے افسانہ زندگی کا

بس حسن و عشق میں گر کچھ فرق ہو تو یہ ہے

یہ شمع زندگی وہ پردانہ زندگی کا

تیرے کہ وہ مالک تخریب لائے بس میں

بس ان کے ہاتھ میں ہے کاشانہ زندگی کا
صبح لمبائی شام وصال آئی،
پوچھے کوئی مجھی سے بہلانہ زندگی کا

ساقی بھی چشم ساقی قاتل بھی چشم قاتل
پیانا موت کا ہے پیانا زندگی کا
جان وفا وفا سے کیوں بیوفائیاں ہیں
قائم ہے جب وفا سے کاشانہ زندگی کا

تقویٰ گرد وفا کی دیکھی نہ وہ دکھا دوں
باقی ہے نام جس سے مروانہ زندگی کا

گرب و بلا کے بن میں دریائے علقمہ پر
مسکن بنا ہے کس کی شیرانہ زندگی کا
آب فزات دے گا اس بات کی شہادت
کس نے دیا وفا میں نذرانہ زندگی کا
گو گٹ گئے تھے بازو غدار و کئی وفا سے

دست وفا لے تھا فرزانہ زندگی کا،

بتلا دیا جہاں کو مٹا ہے یوں وفا پر
مقصود جہاں میں جس نے پہچانا زندگی کا

گنبد سے آ رہی ہیں روضے کے یہ صدائیں
جان وفا بنے گا بے گانہ زندگی کا

عباس کے علاوہ ہے کون و کس جس کا
زیر لب وفا ہوا افسانہ زندگی کا

کشتی عمر مولا منعم کی ہے بھنوریں
ہے نا خدا کے ہاتھوں پہنچا نا زندگی کا

شہید مظلوم کی دولت

رحمۃ اللہ علیہما، جناب الاناسید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد عصر علیہ السلام

اب تو دنیا کو ملم ہے کہ کربلا کی گرم زمین پر فرات کے کنارہ تین دن تک بے گور و کفن رہنے والے کی ڈیڑھ ہی دنیا کے بڑے بڑے سفلاطین کے واسطے بھی قابل صد ہزار شکر ہے۔ عالیشان بارگاہہ زندگیاں قبر سوئے سے منڈھے ہوئے مینار آئینوں سے جگمگاتا ہوا ایوان کاشانی دلیواریں مصفا محسن حرم کے اندر بیش قیمت تاقین کا فرش چاندنی سوئے سے منڈھی ہوئی ضرب آئینہ قدس دیوار و پیر کیا جواہر کا جڑا دروازہ و پیر محفل و زربعت کے پردے نظر فریب بھار کھول۔ ہر قسم کے نایاب اور بیش قیمت اشیاء نادرہ سے لبریز خانہ حاجبہ دربان خادموں اور جارب کتوں کی کثرت بڑے بڑے معزور و متکبر بھی آجائیں تو سرعیت بھکا کے چوکھٹا کو بوسہ دیں۔ اسی بارگاہ فلک نظیر پر موقوف ہیں جہاں یزید کے ظلم و ستم سے شہید ہونے والے ایک مظلوم و سکیں کی قبر ہے بلکہ آج دنیا کے وسیع کتبہ پر جہاں جہاں بھی امام علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے حنبیہ اور امام باقر سے بنے وہ اس وقت بھی کثر بادشاہوں کی عالیشان عمارتوں سے زائد بیش قیمت اور نظر فریب ہیں یہ شہید کا تذکرہ ہے جب تمام عالم یادگار حسینی منا کر ہمارے آتما کی فدا کاریوں کی قدر کرنے میں منہمک ہے۔ مگر آج سے پورے تیر سو برس قبل ہی دو عالم کا سرور ابنی زادہ۔ امام ابن امام سیدہ زنان عالم کا کھٹ جگہ محرق قریش سید و ذرا بنی ہاشم ہوئے کے ساتھ ہی ساتھ فقیر و محتاج اور دولت دنیا سے تہی دست نہ تھا۔ یہ تو امامت و نبوت کی شان ہی تھی کہ دنیا ان کے در پر فقیروں کی صورت سے سوال کرتی نظر آئے مگر یہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کر میں مگر اس شان خود داری و توکل کے بعد یہ بھی نہ تھا کہ مال دنیا ان حضرات

کے پاس موجود نہ ہو۔ جس سبب مظلوم کا میں تذکرہ کر رہا ہوں اس کے دولت مند ہونے کے چند شاہد تاریخ و حدیث پیش کر دینا میرے دعوے کے ثبوت کے واسطے کافی ہے۔

اسامہ ابن زید کی عادت کے واسطے تشریف لے گئے اسامہ کو بہت بیچین پایا۔ امام کے دریافت کرنے پر اسامہ نے عرض کی موت سے نہیں ڈرتا مرض کی تکلیف برداشت کر لینے کے قابل ہے مگر محض یہ خیال تکلیف دہ ہے کہ ساٹھ ہزار درہم کا قرضہ۔ ہوں۔ اگر مر گیا تو یہ قرضہ مجھے قبر میں بھی چین نہ لینے دینگا۔ امام نے جواب دیا کہ تم مضطر نہ ہو میں ادا کرو دینگا۔ اسامہ نے عرض کی اگر میرے مرنے سے قبل ادا ہو جائے تو موت آرام سے آئے۔

امام نے اسی وقت ساٹھ ہزار درہم ادا کر دیئے۔ ایک باغ سے گذر ہوا جو یہودی کا تھا۔ اس کا غلام اپنے کتے کو کھانا کھلا رہا تھا۔ امام نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا کرتا ہے اس نے جواب دیا کہ جس کا میں غلام ہوں وہ یہودی مجھ بہت سختی کرتا ہے یہ کتا بھی خدا کی مخلوق ہے میں اس پر نرم کر رہا ہوں کہ شاید خدا اس کے عوض میں مجھ پر رحم کرے۔ رسول کے کریم و اسے نے اس غلام کو دو سو اشرفی قیمت دیکر یہودی سے مول لیا اور آزاد کر دیا۔

معلم نے آپ کا ایک فرزند کو سورہ حمد کی تعلیم دی پوچھنے پر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر سورہ سنایا امام نے خوش ہو کر ایک ہزار خلعت ایک ہزار اشرفی انعام میں دی اور معلم کا منہ سبے موتیوں سے بھر دیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایک سورہ کی تعلیم کے عوض میں اس قدر انعام؟ آپ نے فرمایا کہ کلام خدا کے مقابلہ میں یہ بھی کم ہے۔

اپنے باغ میں چند دوستوں کے ہمراہ تشریف لے گئے اور جو غلام نگراں باغ تھا اس سے فرمایا کہ ہم سب تیرے باغ میں ملے ہیں کچھ ہمارے دعوت کر۔ غلام نے خرمے لاکے پیش کیے جب

امام ذی فرما کے چلنے لگے تو ارشاد فرمایا کہ انسان وہ جس کا فعل اس کے قول کے مطابق ہو۔ میری زبان سے نکل گیا تھا کہ ہم تیرے باغ میں آئے ہیں لہذا میں تجھے تو آزاد کرتا ہوں اور یہ باغ تجھ کو صبر کرتا ہوں۔

مردان نے حکم دیا کہ فرزوق مدینہ سے نکال دیا جائے فرزوق ہمارے امام کی خدمت میں رخصت ہونے کے واسطے حاضر ہوا کہیم بن کریم نے چار ہزار اشرفیاں عطا کر دیں کہ زارہ لیتا جا۔ ایک مسافر عرب نے چند شعر مدح امام حسین میں نظم کر کے پیش کئے اور اپنی حاجت عرض کی آپ نے چار ہزار اشرفیاں عطا فرمائیں۔ امن میں بیٹ کے عطا کر دیں جب آپ مکہ سے کربلا کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ سو بہت سے لوگ جن کی تعداد ایک ہزار بتائی جاتی ہے یہ سمجھ کر ہمارے امام کے ساتھ ہو گئے تھے کہ آپ کو فخر و سلطنت لینے جا رہے ہیں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مکہ و بکستان کا سفر بغیر سواروں کے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ پڑے گا کہ جو ہم ساتھ ہو گئے ان کے برابر گھوڑے یا نائے بھی تھے دو امام حسین کے ساتھ اپنی سواریاں۔ اہل حرم کی سواریاں بے کمال ان سب کی تعداد کا خیال کرنے کے بعد اندازہ جاسکتا ہے کہ سفر کربلا میں آپ کو کتنا عذاب و آفات برداشت کرنا پڑے ہوں گے ان تمام اعتراضات کے بعد حضرت نے کربلا باہر پنج کے زمین کربلا ساتھ ہزار درہم خرید فرمائی اور چند شرطوں کے ساتھ وہ زمین بنی ہمد کو عہدہ کر دی۔

ان تمام باتوں پر غور کرنے سے یہ سمجھ لینا آسان ہو جاتا ہے کہ امام حسین کی دولت کتنا تھی۔ زمینیں بھٹی۔ نہیں بھٹی باغات تھے۔ مکانات تھے گاؤں اس لئے کہ حسین ان چیزوں سے خود اپنی راحت و آرام کا سامان فرما رہے تھے بلکہ ان کا حقیقی

صرف یہ تھا کہ فقراء اور مساکین کی مدد کی جائے کسی کے سامنے دست سوال نہ پھیلے مگر شب کو اپنی پشت پر بوری یاں لاد کے فقراء کے مکانات پر ان کے ضروریات زندگی پہنچا دیے جاتے

لیکن یہ سب کس وقت ہو سکا؟ محض سہ وقت یہ بدل و کرم کے بادل جھوم جھوم کے برس سکے جب مال موجود تھا۔ جسے معلوم ہوا کہ ہمارے ائمہ نے دولت کو اس لئے تو ضرور ٹھکرا دیا کہ اپنے عیش و عشرت کا سامان کریں مگر اس نیت سے کبھی نہیں ٹھکرایا کہ ہماری دولتوں سے فقرا کی پرورش ہو۔ یتیم اور یرا میں راحت سے بسر کریں۔ دوستوں کے ہر یہ شیعوں کی نذریں دو تہندوں سے اپنا حق لینے جس لینے میں کبھی انکار نہیں فرمایا۔ زمینیں بھی خرید فرمائی زراعت پر بھی کیں باغات بھی درست کئے بلکہ دنیا کے دلوں میں یہ خیال تک پیدا نہ ہونے دیا کہ ہم محتاج ہیں اور مال دنیا ہمارے پاس نہیں ہے ایک مرتبہ لوگوں میں چچا ہوا کہ اب امام حسین کے پاس مال نہیں رہے گا اور محتاج ہو گئے تو آپ نے ایک ہزار درہم قرض لے کر زکوٰۃ وصول کرنے والے کے پاس لے کر بھیج دیا کہ یہ میرے مال کا حصہ ہے۔ حضرت اس لئے کہ لوگ آپ کو محتاج نہ سمجھیں ان تمام واقعات و شواہد کے بعد کیا یہ بات ہمارے واسطے قابل فخر ہو سکتی ہے کہ ائمہ معصومین کی دوستی اور خلاصی کا دعویٰ کریں اور گداگری و فقر و محتاجی کو اپنا شعار بنالیں اور دو تہندہ بننے کی جائز تدبیروں سے بھی منہ موڑت رہیں۔ دنیا کی ہر ذلت برداشت کریں مگر نہ تجارت کریں نہ زراعت کریں نہ کسی صنعت و حرفت کے ذریعہ سے کسب معاش کریں۔ در در کی کھڑ کریں کھائیں بھیک مانگیں۔ چورلوں میں پکڑے جائیں۔ پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے نہ تعلیم دین حاصل کر سکیں نہ تعلیم دینا۔ ہماری تمام عزتیں دولتوں سے بدل جائیں مگر ہم اس سے مس نہیں۔

۱۶۱۰ھ اپنی تمام برکتوں کے ساتھ ختم ہو گیا۔ اور اس وقت تک نہیں کہ تمام زبردست مصیبتوں اور گرافتی کی تکلیفوں اور زحمتوں کے بعد ہماری قوم نے حسینی یاد کا۔ منائے میں

کر بلا کی جنگ کا فاتح

العلم باننا علی نفی صافہ بہتر العصرہ ظلم

عاشور کے دن حسین ابن علی کو شہید کر دیا گیا اور حضرت امام حسین کے سب اہل بھی ختم کر دیئے گئے۔ یزید اور ابن زیاد کیا سمجھے؟ یہی کہ ہم مقابلہ میں کامیاب ہو گئے مگر دو سو دن سے واقعات نے یہ بتلا نا شروع کر دیا کہ تمھارا مقصد تو نہیں ہوا۔ خود مختار شہنشاہیت اور ظالمانہ حکومت کیا جا رہی ہے؟ دو باتیں ایک افراد قوم سے طاقت احساس سلب کرنا دوسرے جرات اظہار ختم کر کے۔ اسی حکومت نے نہ ہی صرغ کی نہیں ان دونوں باتوں کے حاصل کرنے میں اس کے برخلاف حضرت امام حسین کی شہادت کا مقصد یہ تھا کہ لیڈر افراد جامعہ میں قوت احساس پیدا کی جائے اور دوسرے طریق اپنے عمل کا نمونہ دکھلا کر اظہار کی جرات پیدا کی جائے اس لئے کہ انسان جب تک کوئی مثال دیکھ نہیں لیتا اس وقت تک ہچکچاتا ہے مگر جب کوئی عمل سامنے آجائے تو وہیں بھی عمل کا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کے کر بلا میں جان و مال اور اولاد و غرض ہر دنیوی مفاد کی قیمت کو دین کے مقابلہ میں ایسا گھٹایا کہ انسانی دماغ بلند مقاصد کے لئے جان کو زائل سمجھنے لگا حکومت کو تو یہ توقع تھی اور مجرموں کو سزا اسی لئے دی جاتی ہے کہ دوسرے عبرت حاصل کر کے پھر ایسی جرات نہ کریں اس لئے حکومت شام بھی یہ سمجھتی تھی کہ حسین اومان کے ساتھیوں کا یہ بلا خیز تاریخی انجام دیکھ کر کسی میں شکناہی کی بہت باقی نہ رہے گی اسی لئے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ

لاکھوں روپیہ صرف کر دیا۔ اچھا کیا اور بہت اچھا کیا خواب تھا جو کچھ کر دیکھا جو سنا نہ تھا برسات کے پر کیفیت بادلوں کی طرح یادگار حسین کی گھٹائیں جھوم کے برسیں اور نکل گئیں۔ مگر چند دن کے بعد وہی جیتی ہوئی زمین اور اڑتا ہوا فبار۔

میں نے اسی یادگار کو متقل اور پائدار بنانے کے واسطے اس میں ادارہ عقائدات شیعہ کی بنیاد ڈالی اور کوشش کر رہا ہوں کہ اس ادارہ کی آواز ہر کان میں پہنچاؤں۔ مگر اب تک جس دل شکن خاموشی سے میری آواز کا جواب دیا گیا وہ بہت زائد یاس انگیز ہے۔ یاد رکھئے کہ یہ ادارہ اپنے رنگ کا پہلا ادارہ ہے جو آپ کی قیادت میں اور مالی حالت درست گردینے کا ذمہ دار ہے۔ لیکن سہرقت جبکہ آپ اس کی قدر کرتے ہوئے قانت کر رہے۔

اگر موجودہ کارکن پسند نہ ہوں تو خود کام سنبھالئے لکھنؤ پسند نہ تو اپنے اپنے شہروں میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنے اداروں کی بنیادیں رکھئے مگر سکوت تو نہ کیجئے۔ اگر آج اپنے اس ادارہ کی دل کھول کے مدد کی تو یاد رکھئے کہ کل یہ ادارہ خود آپ کی وہ امداد کے گاجو آپ کو کسی ادارہ سے ہرگز نہیں مل سکتی۔ آپ ہم پر الزام دیتے تھے کہ تم کام نہیں کرتے لیکن اگر اب آپ سکوت کیا تو سہارا یہ کہنا بالکل بجا ہو گا کہ آپ کام نہیں کرتے۔

اگر اس ادارہ کے مفصل حالات معلوم کرنا ہوں تو دفتر ادارہ عقائدات شیعہ کے ڈائریکٹر یہ سٹریٹ چوک لکھنؤ میں اور کانٹریکٹ بھیجکر دستور العمل وغیرہ طلب کیجئے۔

جائزہ طریقوں سے
ادارتیں یہاں کر کے دین کی خدمت کرنے کے ساتھ ہی اپنے عمل جماعتی انہوں کی دل کھول کر مدد کیجئے
وصا علیہنا الہ البلاء

یہ ظاہر ہوا قافلہ ہر شہر میں جائے تاکہ ہر شہر کے لوگوں کو مخالف حکومت کا انجام دیکھ کر دہشت پیدا ہو اور پھر اختلاف کی جرات نہ ہو مگر کیا حکومت کو شکست نہیں ہوئی اور کیا حسیت کی فتح ظاہر نہیں ہوئی جب دوسرے دن ہی ابن زیاد کے دربار میں زید بن ارقم دربار میں کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں نے اس چھڑی کو میں نے خود دیکھا ہے کہ رسول ان لبوہرہ بوسہ دیتے تھے۔

دیکھا آپ نے کہ کربلا کے واقعہ سے حق گوئی کی جرات کم ہوئی یا زیادہ؟ ابن زیاد نے دیکھا کہ یہ بوڑھا صحابی رسول ہے اسکو نہ سنا دو یہ بھی حسین کی فتح تھی۔ آج صحاب رسول کی عزت ہونے لگی مگر کل تک رسول اللہ کو اسے کی عزت نہ تھی۔ شاہی حکم ہوا کہ مسجد جامع میں لوگ جمع ہوں۔ اعلان فتح کے لئے رعایا کو واقعا جنگ مٹانے کے لئے خالص وفاداروں کا مجمع
... ہوا۔ ابن زیاد کا خیال ہو گا کہ بھلا اس وقت کس کی مجال ہے جو میری تقریر پر اعتراض کرے وہ خطبہ پڑھتا ہے کہ شکر ہے خدا کا جس نے امیر کو فتح دی اور حسین کو شکست دی۔ یہاں پر امام حسین کے نام اس انداز سے لیتا ہے کہ کبھی سچائی پر جرح ہوتا ہے۔ فردا خاموش سنائے میں ایک مہمان پیدا ہوتا ہے اور ستون مسجد کے پاس سے ایک نابینا کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کذاب تو اور تیرا باپ ایک تو قتلے اور لا دینی کو قتل کیا اور ان کی شان میں گستاخی کے کلمات کہتا ہے۔ یہ حسین کی فتح ہے اور ابن زیاد کی شکست اب بھی خیال ہو گا کہ یہ تو کوفہ ہے جو علی کا پائے تخت رہ چکا ہے۔ یہاں اتنا دکا ایسے واقعات ہو جائیں تو قابل لحاظ نہیں ہے لیکن شام میں یہ بات نہیں ہو سکتی وہ پایہ تخت ہے زید کا خلیفہ اہلسین کا جہاں برسوں بنی ہاشم سے نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہاں

شہنشاہیت اپنے پورے تنہا و جلال کے ساتھ آنکھوں کے سامنے ہے مگر وہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ جب زید اسی ابن زیاد کے سے طرز عمل کو حسین کے ساتھ دہرائے تو فوراً ابوہریرہ سہلی کھڑے ہو جاتے ہیں اور سخت لحاظ میں تنبیہ کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ایک عیسائی سفیر بادشاہ روم کا جو موجود تھا وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور زید کو سرزنش کرتا ہے دیکھئے حسین کی فتح۔ لوگ حسین کی طرف سے احتجاج کر رہے ہیں۔ یہیہ کو اپنی شکست کا احساس ہو گیا اور اس حق گوئی اور اظہار کی جرات نے بڑھ کر ظالمانہ سلطنت کا تختہ الٹا

والسلام

سیر و عالی مکان

ترجمان ملت جناب مولانا سید محمد عادل صاحب مدد الاقل
علی کی روح محمد کی جان کیا کہنا،
حسین باعث کوٹ مکان کیا کہنا
جگہ تھی پشت بنی پر تھی ہیبت سجود
حسین سرور عالی مکان کیا کہنا
ترے کلام کی تاثیر ہے معاذ اللہ
سجے بنی نے چسائی زبان کیا کہنا
وہ خاک سجدہ انبیاء جوئے مولا
ترے لہجہ کا جہاں ہے نشان کیا کہنا
بنی کے ویش کا راکب جہاں تم رکھے
وہ سرزمین بنے آسمان کیا کہنا،
ہر حسین نے جس طرح سے قرآن پڑھا،
کسی کو یوں تو ہو ورنہ زبان کیا کہنا

سوال آب کیا شیر خوار نے عادل
دکھا دکھا کے دسو کھئی بان کیا کہنا

انفاسِ قدسی

از جناب قدسی جاسی مدظلہ

لوٹا اجل نے باغِ تنہا حسین کا

کوئی نہیں چاہنے والا حسین کا

صغرِ فقط ہیں مرنے کو بھین بھین بھار

باقی نہیں ہوا ب کوئی پیارا حسین کا

دشمن تھے لوگ کس لئے بیکس کی جان کے

بتلائی تھی تصویر صی کیا تھا حسین کا

بے اختیار روتے تھے دشمن بھی دیکھ کر

میت جہاں کی اور بڑا پا حسین کا

لاشہ پہ کفن رُسے کے فکودفن ہو

جھکوا ہوا رسن میں ہو کنبہ حسین کا

دشمن سوال ب ہونہ آغوشِ فاطمہ

سہمے کربلا کی گود میں لاشہ حسین کا

بیدا دشمن کی بھی کوئی انتہاء تھی

زینب کے آگے نینو پہ سر تھا حسین کا

بیمیں یتیم بچل کوئے کرم کمال

کفار نے جلادیا خیمہ حسین کا

اس طرح جس نے پائی ہو غلطی کی داد

غبارِ آج کیسے، زمانہ حسین کا

قدسی جو کچھ فروغ کہ اسلام کا ہر کج

احسان سب دین کے شیدا حسین کا

عباس بن علیؑ

از جناب سید جعفر حسین صاحبِ نظر لکھنوی

کچھ صہ نہ سمجھی کسی دشواری کی

ہر حال میں بیکسوئی غمخواری کی

فرزندِ امیرِ دو جہاں کیا کہنسا

کی دو ہی پیر مگر علمدار سی کی

سقا ئی بنتِ شاہ کرنے والے

لاکھوں کو بھگا کے شک بھرنیوالے

دریا ترے قدموں لگا ہے اب تک

اللہ یہ دھنی بات پر مرنیوالے

جب تجھ پہ شہِ کرب و بلا ناز کرے

پھر کیوں یہ مولِ دوسرا ناز کرے

سہمی ہوئی رائے کے دل کوئی واپس

حق ہے ترا گر تجھ پہ خدا ناز کرے

انسا نہیں انسان جو غمخوار نہوا

وہ آنکھ نہیں آنکھ جو خونبار نہوا

اللہ و رسول اس کو سمجھیں منظر!

جس دل میں محبتِ علمدار نہوا

سب جانتے ہیں کس شہنائی ہے فرات

اور فاطمہ نے مہر میں پائی ہے فرات

پانی کے لئے ہاتھ کٹانے والے

ابو توحید بازو کی کمالی ہے فرات

دُراس

کر بلکہ خونچکاں صحیفے کا ایق

نفل کے شلم سے

— = (۱) = —

پاس! پاس! چچا پاس! مارے ڈالتی ہے، دل بیٹھا
جار ہے۔ حلق سوکھا جا رہا ہے، آگ اگلتی ہوئی زین، جل
رہی ہے آپ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں۔ بابا سے کہوں؟
کہہ چکی۔ بھیا سے کہوں۔ کیا کہوں۔ چچا پاس! مارے
ڈالتی ہے۔

چچا نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ میری آنکھوں کے
نور اگر چچا کے اختیار میں ہوتا ہوا دیا اور چھلکتا ہوا جام آب
ہوتا تو تم سے پہلے کوئی دمیت ہو سکتا تھا؟
بھتیجی نے گلے میں باہیں ڈالتے ہوئے کہا۔ چچا میں آپکا
جواب سن سکتی ہوں لیکن پاس! کے کان نہیں ہوتے۔
سو کھے ہوئے حلق کو کیونکر سمجھاؤں؟

چچا نے بھتیجی کو گود میں اٹھالیا۔ میرے دل کا چراغ خدائی
روشنی کو ہمیشہ باقی رکھے۔ چچا تیرے لئے بانی حاصل کرنے کا کوئی
مشکل سے مشکل راستہ نہیں چھوڑے گا۔ میرے دل کا سہارا۔ یاد رکھ
اگر بانی نہ آیا تو چچا بھی نہ اے گا۔ بھتیجی نے منہ پر منہ رکھتے ہوئے
کہا۔ چچا کب؟

چچا نے بھتیجی کو اذ نہ لگا کر ہوئے جواب دیا۔ کل دن کو،

رات کی سیاہی نے جنگل کو گود میں لے لیا۔ ایک تو
اندھیرا دوسرے دشمنوں کی چمکتی ہوئی تلواروں کا وسیع سے
وسیع گھیرا۔ نزدیک کے اندھے خیالات عملی جامہ پہن چکے تھے، اب
کی کوششیں تلواروں کی شکل میں نظر آرہی تھیں، ابن سعد
کا سیاہ جھنڈا سرخی خون حین دیکھنے کے لئے لہرا رہا تھا۔

چند کس کو گھیر کر مار ڈالنے کی چالیں پایہ تکمیل تک پہنچ
چکی تھیں۔ جس عرب کو اپنی تاریخی شجاعت پر ناز تھا اسی
کی زمین پر انتہائی بودہ پن کا مظاہرہ ہونے والا تھا ہتر فریڈ
سے دگنی چوگنی آٹھ گنی تعداد نہیں دو چار ہزار نہیں لاکھوں
قوی ہیکل اپنی طاقتوں اور آلات حرب کا صحن چند پیاسوں پر
دباؤ ڈال رہے تھے۔ ظلم میں تین حوت ہیں ادا اگر ظلم کے اعدا
بھی نکال لئے جائیں تو نو سو ستر ہوتے ہیں۔ کاش کر بلا
میں ۷۲ پیاسوں کے سوکھے ہوئے گلوں کے لئے اتنی صی
تلواریں ہوتیں جب بھی بہت تھیں۔ مگر نہیں تیرو کی بوجھا
کرنے والے ترکش برزیتھے نیروں کی نوکیں علی اکبر کا دل ڈبو
رہی تھیں۔ تلواریں قاسم کے سر کی تلاش میں۔ یحییٰ بھٹیں۔ ہتر
چھ مینے کے بچہ کا گلا ڈھونڈ رہا تھا ہتر خضر حسین کے خون میں
ڈوبنے کے لئے یحییٰ تھا۔ اے عاشور کی رات دل تو یہی چاہتا
ہے کہ تیری صبح حشر سے مل جائے اور وہ وقت نہ آئے کہ رو
کے زانو پر سونے والا خاک پر کروٹیں بدے۔ اے ستاروں
تتنا تو یہی ہے کہ تم ہمیشہ بھلے رہو اور عاشور کا دن نہ آنے پائے
اے شب! ہشتم کے چاند کیا تیری روشنی میں اتنی خلکی نہیں
پیدا ہو سکتی کہ سکینہ اور علی اصغر کے دونوں جو پیاس کی حد

ہم ہو جائے۔

لشکر کا خیال کرتی ہوں تو دل بھین ہو جاتا ہے اور اگر تم کو دکھتی ہوں تو دل ٹھہر جاتا ہے مگر یہ تو بتاؤ فتح کس کی ہوگی؟ بھائی نے مسکرا کر جواب دیا۔ بہن فتح تو ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔ اور آج بھی حق ہی کی فتح ہوگی۔ بہن نے گھر کر پوچھا۔ کیا تمھاری زندگی میں غم ہوگی بھائی خاموش ہو گیا۔

آفتاب حشر بھی شاید اسی طرح بنووار ہو گا جیسے کرلکے ریتلے میدان میں سورج نکلا۔ بہن ریا سے جنگل کے ایک کونے میں کس ٹھاٹھ سے کھڑے ہیں۔ اور شام کو فہ کی جبری بھرتی دے سپاہیوں سے جنگل چھٹک رہا ہے۔

باطل کی پرورش دولت کرتی ہے، اور حق خدا کے سایہ میں پلتا ہے پس سعد کے سر پر حشر زین آفتاب کی شعاعیں ضرور جگمگا رہا ہے۔ مگر صرف چند گھنٹے، حسین کے سر پر تیز ہو پڑ رہی ہے۔ مگر صرف عصر تک، باطل فرات کے پانی میں ڈب رہا اور برق فرات کے پانی کو ٹھکرا رہا ہے اگر حق پانی کو یوں ٹھکرا نہ دے تو یہ سے دیکھتا تو زیر ہی بیٹے دریا پر قبضہ کرنا دس ہزار کمانداروں کی جھونکی میں آسان تھوڑی تھا۔ مگر پیاسوں کے علم کے سبز پھریرے کے عکس کو فرات کی موجیں، بزم ہی ہو، بات کا دھنی علی کا فرزند دیکھتی ہوئی تلواروں سے یوں نکلتا ہوا جا رہا ہے جیسے شمع کی لوسے انگلی نکلتی ہے شمر پکار کر کہتا ہے فرات کی حفاظت کرنے والے کمانداروں، عباس نے گھوڑا ڈالیا ابن سعد آواز دیتا ہے تلواریں سوت کر حملہ کر دینے والوں پیمانہ دریا کے پاس نہ جانے پائے دس ہزار کمانوں کے چلے عباس کے گھوڑے کی ڈھیلی باگ کو روکنے کے لئے کھینچے، اور ایک ہی نشان پر دس ہزار سنسناتا ہوئے تیر چلے۔ جیوں دنیا کو یہی سمجھنا چاہیے کہ دس ہزار تیروں کے ایک نشانے کا جو بھی نہ ہو گا۔ مگر واہ عباس کے گھوڑے نے ٹھوکر بھی تو نہ لی، تلوار کی بجلی کی لہریں فرق بھی تو نہ آیا۔ باطل کی ہوائیں نکل گئیں

جنگل کا سناٹا رات کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ گرم ہوا کھینچنے پیاسوں کے سینوں سے نکلا رہے ہیں۔ خدا کی محبت میں دلدادہ ہو رہے جوان اور بچے سپاہی اپنے اپنے آلات حرب سج رہے ہیں ہلال ابن نافع زہیر قریش تلواروں کی بارہوں کو انگلی پیر کس رہے ہیں، عباس تلوار پر صیق کر رہے ہیں، علی اکبر کی انگلیاں انقلاب کے سرے مار رہی ہیں قاسم کی نگاہیں انتہائے محبت کی تلاش میں مصروف ہیں، علی صغیر سوکھے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرنے کی عادت ڈال رہے ہیں اور اس اجڑے ہوئے قافلہ کا سرور و فادہ سپاہیوں کی ہمت کو نورانی نگاہوں میں تول رہا ہے۔

کل کیا ہو گا؟ ایک بہن نے آہستہ سے سوال کیا کچھ نہیں صرف حق و باطل کا مقابلہ، بھائی نے جواب دیا مگر اور تو بہت بڑی فوج ہے اور اسے چنکس۔

لیکن اچھوں کی تعداد تو ہمیشہ کم ہوتی ہے بہن۔ بھائی یہ سچ ہے لیکن جب ہزاروں سپاہی تلواریں سوت کر ہتھ پیریں پڑیں گے اس وقت کیا کرو گے بھیا؟ خدا پر بھروسہ۔ حق پر تو ہمارا اور ایمان کا آسرا ہے تم نے کبھی یہ سوال کیا؟ بابا (علی) سے بھی کئے تھے جو لاکھوں تلواروں میں باریک کرنا پیکر واز جنگ کرتے جاتے تھے۔ تم نے کبھی بڑے بھائی محمد حنفیہ سے بھی پوچھا تو علم نے کہ صفین کی صفین الٹ کر واپس آتے تھے۔ عباس بھی تو، علی کا بیٹا ہے جس کی کلاہوں کی طاقت، خضیر کا دواہ، جبریل کے پر اور مر حب کا جسم جانتا ہے۔

ام کلثوم نے داب دیا بھائی یہ سب ٹھیک ہے، لیکن بابا کسی لڑائی میں پیاسے نہ تھے! کسی جنگ میں ناامید تھے، آج تو خدا جانے کیا ہے۔ میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ میرے آنسو آنکھوں میں آنے سے پہلے ہی سرکھ جاتے ہیں اگر دشمنوں کے

نوحہ ہندی زبان میں

— جناب ساحل بنگرامی از رام پور —

یوں بات کی تھی پکار۔ آجاؤ پران اداوار
کیسے پڑے ہو اکبر کھا کے چھاتی پر تروار
سب روتے ہیں سنار۔ آجاؤ پران اداوار

دھڑکتے، دھرتی کی چھاتی
ہاتھ ملتے ہیں۔ پانی پانی،

کانپے ہے پریت کا سر۔ ترپے ہے نت دہار
ندی نے چھوڑ دکرار۔ آجاؤ پران اداوار

توڑ دیا اکبر نے ماتا
رین دنا ترپے ہے ماتا

کس سے کہوں کھڑا دکھلا دو کر لونیاں چار
آنکھوں کا دید و پیار۔ آجاؤ پران اداوار

سین کو چروائیں نیوٹرواتی
دنتی کرتی باتیں بناتی

جانے نہ دیتی میں اکبر کالی سے کرتی رار

اب ڈھونڈ ہوں بھینس کنوارا کجاؤ پران اداوار
جیڑی ہوئی اس جگ کی دلاوار
کو نہیں اس دیش ہمارا

ڈلگ ڈلے موری نیا دکھ کا ساگر اُچار

سو جھبت ناہیں کرار۔ آجاؤ پران اداوار

آشنا تھی یدھ کی سیر آتی

آنکھ بچا کر سیر ہانی

پریم کے ہاتھوں بن کر اپنے ہناتی میں ہار

پھر کتنی ہاتھ پیار۔ آجاؤ پران اداوار

چاڑوں اڑے مکھ کی چھایا ساحل پٹی جگ کی کایا،

جل کے بدلے دن ماہر تھپے لو ہو کی بوجھار

نت چکت ہے تر وار۔ آجاؤ پریم اداوار

اور حق کے چراغ کی کو جھلندی بھی نہیں:

دنیا داؤں کی عقل میں جب جبر اختیار نہ آیا تو کھلا
وہ کیا سمجھ سکیں گے کہ ایک شخص نے دس ہزار کو کیوں کھجکا
لیکن اگر فوج بھاگی نہیں تو عباس کے گھوڑے نے فرات میں
بہو پرخ کر اطمینان کی سائن کیوں کر لی۔
اسوقت مجھے اپنے ہی گئے ہوئے ایک نوحہ کا شعر یاد

آگیا

فوجوں نے بہت کچھ کوشش کی عباس کھلا اور رک جانے

وہ پانے قدم سے مل کے کہا پیاسے ہی کی بجائے ہی

سوکھی ہوئی مشک جتنی دیر بھاگ کر چھلکی اسوقت تک
زیردکی وہ ہاؤر فوج جس کو ایک انسان نے تتر تتر کر دیا،

تھا پھر واپس آگئی — امد جلو میں پانی نے کر پھینک دینے کا
پیاسے پر پھر حملہ کر دیا، دنیا کی عقل تو یہ کہتی ہے کہ اگر دس ہزار

معیضوں کی خاک بھی ایک شخص پر ڈال دی جائے تو وہ بھیپ
جائے گا۔ لیکن دس ہزار تیراؤ دس ہزار نیزہ اور دس ہزار

تلواریں بھی نہ روک سکیں — کیا کنا علی کے چیلے سوئے جانے
کیا کنا — تو دس ہزار فوج کے حملوں کو تو روک سکتا ہے

مگر خدا کی مرضی اور حسین کی خوشی سے کیسے الگ ہو سکتا ہو
مشک کے تیرے بہت توڑوسی اور ہاتھوں کے کٹ جانے سے

آس ٹوٹی۔ پیاسے اور وفادار شیر کی زبان سے نکلے ہوئے
یہ فقرے فضا میں لہرائے

میری ڈھارس کر نیوالی سکینے

تیرا چچا اب واپس نہ آئے گا

ادھر کا چراغ ہمیشہ کھیلے خاموش ہو گیا

منہ سے در اخبار نظارہ آپ کا تو می اخبار ہے اس کی
زائد سے زائد مدد کیے

ت

از جناب حشمت نفیس باز صاحبہ فنونیت خلیفہ ہدایت میں صاحبہ فنون کھنوی

اکثر روایتوں سے یہ ثابت ہے واقعہ
سبیلین غنیم میں روتے تھے مادہ کے رات دن
ماں کے غنیم فراق سے رہتے تھے بمقامہ،
تعلیم کا پدر کی اثر ان دلوں پہ تھا،
تھے عقد کی تلاش میں سردار ادھیا
آگاہ ستم سنجی نب سے عسر کے ہو
ہے کون خاندان شجاعت میں انتخاب
فرزند اک شجاع مجھے حق عطا کرے
اک وقت آنیوالا ہے جب میں نہ ہوؤنگا
ارشاد مرتضیٰ کا سنا جب معقل نے
المنصر عقیل نے کوشش جودل سے کی
جس دن کی تھی امید وہ حق نے دکھایا
لے کر سپر کو حیدر کرار رو دیئے،
گوری میں جب حسین کی آیا وہ نگیشم
عباس کو لگا لیا سینے سے سناہ نے
ایک ایک سے بیان یہ کرتے تھے مرتضیٰ
ہوگی چٹربائی فاطمہ زہرا کے لال پر
اس ظلم کو نہ دیکھ سکے گا یہ میرا شیر
گھیرے گی فوج شام کی ہر سمت سے اسے
مشکیزہ پڑھ گئے گا دیہ کے
انقص جس کا ذکر کیا کرتے تھے غسلی
گھر میں خدا کے مارے گئے شیر کو دگار

دنیا سے جب ارم میں گئیں جنت مُصلط
تھرے میں بیٹھ کر وہ کچا کرتے تھے بکا
فرزندوں کو تشفی سے رکھتے تھے مرتضا
ہجرت جناب منا طرہ کا رنج کم ہوا
کر کے طلب غنیل کو مولائے یہ کہا
واقعہ ہو تم ہر ایک سے اچھا ہویا برا
لڑکی سے اس گھر لانے کی تا عقد ہو مرا
کام آئے میرے بچے کے جو روز کر بلا،
ہوگی مرے حسین پہ تنہائی میں جفا
کی عرض حکم آپ کا لاتا ہوں میں بجا
حیدر سے عقد ہو گیا ام ابنین، کا
پیدا ہوئے جان میں عباس با دنا
پھر گود میں حسین کی عتس کو دیا
آنکھیں کھلیں نظر پڑا چہرہ حسین کا
بازو قوی جہان میں شپیر کا ہوا
فوج حسین میں یہ مسلمان ہوئے گا
بچوں پہ پانی بند کریں گے جب اشقبا
اک شک لے کے فکریں پانی گی جائیگا
ماریں گے تیر و گز گراں تن پہ اشقبا
ادھر سر پہ گرز کھائے لہو میں نہائے گا
دور زمانہ بدلا وہی وقت آگیا
اور زہرا جلی کے دہرے شپیر بھی اٹھ گیا

بس ایک دم حین کا دنیا میں رہ گیا
 بھیجے ہزاروں خطا شہ عالی وقار کو
 بھائی بیٹھے بھائی بچوں کو لے کے ساتھ
 ناموس مٹنے بھی جو تھے شہ کے ساتھ ساتھ
 مٹے منزلوں کو کرتا ہوا شاہ مشرقین
 فوجوں کا تسری سے ہوا اتنا اثر دہام
 منزل پہ اپنی جب شہ والا پہنچ گئے
 شہ نے زمین مول لی قبروں کی واسطے
 بند آب ساقیوں سے ہوا سیہانوں پر
 ہاتھوں میں خالی کوزے لئے غور سال تقو
 انصار سرکٹائے ہوئے نہیں تھے پڑے
 بیتاب دے قرار ہیں عباس زکشم
 کرتے ہیں عرض ہو جو اجازت حضور کی
 شہ نے کہا تو اچھا سد ہار دہ رو دیئے
 پایا جو اذن خیمہ میں تشریف لائے آپ
 پانی تھا رے واسطے لینے کو جلتے ہیں
 مشکیزہ دیکے بولی سکینہ جگر فگار
 شبیر کو ادبے کیا جھک کے پھر سلام
 لشکر میں تہلکہ تھا کہ آیا علی کا شیر
 دریا میں گھوڑا ڈال کے اعدائے بولے آپ
 چوے قدم جابوں نے صنیم کے آنکھوں سے
 یاد آگئی جو پیاس شہ تشنہ کام کی!
 پانی سے مشک بھر کے رکھی دوش پاک پر
 چلا کے ابن سعد پکا مایہ فوج سے!

باقی تھی جس سے روشنی دتہ سر مٹھنا
 امت نے تہرہ یہ بھی سہن نہیں دیا،
 مجبور ہو کے شاہ نے قصد سفر کیا
 مصروف انتظام تھے عباس با وفا
 پہونچا ہے دوسری کو محترم کی کر بلا
 تعداد کا شمار کسی کو نہ ہو سکا!
 بس چیلے چلتے اسب دفا دار رک گیا
 برپا ہوئے خیام شہنشاہ دوسرا
 دسویں کو اہلبیت کے خیمے میں حشر تھا
 جھولے میں غش میں تھا علی اصغر سامہ لقا
 قاسم شہید ہو چکا شیر کا لاڈ لا،
 قدموں پہ شہ کے سر کو رکھے ہیں بصد بکا
 دے یا سے پانی لاؤں اور اعدا کو دوں نرا
 سمجھ ہوئے تھے ہوتے ہیں عباس بھی جدا
 گودی میں میکے بانی سکینہ سے یہ کہا
 اک مشک لادو بیٹی نہ روو چا پڑا
 اصغر پڑا ہے پیاس سے بیہوش لے چھا
 پھر پشت زین پہ آن کے دریا کا رخ کیا
 دیا کو چھوڑ چھوڑ کے بھاگے سب اشقیا
 قبضے میں کس کے گھاٹ ہے تباؤ اب ذرا
 نل کے ہاتھ موجوں نے ماتم کیا سا بپا
 جلو میں جو لیا تھا وہ پانی ہسا دیا!
 گھوڑے کی باگ تھام کے خیمے کا رخ کیا
 پانی نہ جائے خیمہ شیر میں ذرا!

چاروں طرف سے دار کو تیغ و تیر کے زور
 چھنی بنا دو مشک کو تیر نے چھید کر
 چاروں طرف سے گھیر لیا فوج شانہ نے
 اک دشمن خندانے لگائی جو چھپ کے تیغ
 لی تیغ بائیں ہاتھ میں پھر حملہ در ہوئے
 پھر اک شقی نے دار کیسا بائیں ہاتھ پر
 مشکیزہ کو دبا لیا دانتوں سے شیر نے
 اک تیر آ کے پڑ گیا انوس مشک پر
 پھر اک شقی کا گرز پڑا سر پہ پاک پر
 گھوڑے سے ڈگمگے گرا رن میں وہ دلیر
 تھا آپ کا فدائی تو ہاتھ آیا یہ شرف
 بالیں پہ میری روتی ہیں بیٹی رسول کی
 تھاے کمر جو نہر پہ پہونچے امام دیں،
 اک آہ بھر کے رو دیئے شپیر شنب
 عباس تم نے مر کے کمر میری توڑ دی،
 بھیا خموش کیوں ہو وصیت کرو کوئی
 کی عرض آرزو ہے بس اتنی غلام کی
 لے جائیے گا خیمے میں مولا نہ میری لاش
 باتیں یہ ہو رہی تھیں کہ سینہ پل کھڑی سانس
 انوس ہے کہ بچے نہ سیراب ہو سکے
 پوچھے اگر سکینہ تو کھئے گا شاہ دیں
 لوح جہیں پہ آیا پسینہ جو موت کا
 تم نے نکھی نفیس روایت یہ لا جواب

میدان میں گھیر کر اسے گھوڑے سے دو گرا
 پانی کے ساتھ خون بہا دو دلیہ کا
 برائے اتنے تیر کہ زخمی جس گم ہوا
 وہ ہاتھ جہیں مشک تھی تن سے جب ہوا
 زخمی ہوا جو شیر تو غصہ بھی بڑھ گیا
 شانے سے دست چپ بھی جدار میں ہو گیا
 مہینہ کی کرخی پہ پہونچے یہ بار پابا
 پانی میں ملے بہنے لگا خوں دلیر کا
 پھر تیر آ کے آنکھ پر عباس کے پڑا
 مولا کو دی صدا کہ غلام اب فدا ہوا
 آئے ہیں اس غلام کے لینے کو مرقضاً
 بچپن میرے غم میں ہیں پیغمبر خدا
 دیکھنا کہ کوئی لکھے گا تمہاں سے با وفا
 زانو پہ سر کو رکھ کے یہ عباس سے کہا
 محب کو اکید چھوڑ کے دتے ہو تم جسدا
 کچھ تو کہو زباں سے کہ لاؤں اسے جسدا
 مرتا ہوں جس جگہ ہیں لاشہ رہے مرا
 بیٹی سے آپ کی تجھے آ جائے گی جیسا
 انگوٹائی لے کے بھائی نے بھائی سے یہ کہا
 سمت نے شرمسار مجھے سب سے کر دیا
 کٹوا کے ہاتھ رن میں چچا تیرا مر گیا
 ہچکی کے ساتھ سانس رکی دم بھل گیا
 اس نظم کا ملے گا عجب دار سے صلا

فتح حق و شکست باطل

از جناب مولانا سید محمد محسن صاحب قبدہ منبر و سرکار
صدر الشریعہ حضرت نجم العلماء طاب ثابہ

امام حسین کے عظیم الشان واقعہ شہادت اور لواحقین کا نام
کوان کے صبر و استقلال کے بے نظیر مرقع اور مظلومیت کی درد
بھری داستان کو تاریخ اسلام کا سنہری صفحہ سمجھا جاتا ہے
صدیاں گزر گئیں مگر جب مظلوم کا نام سامنے آتا ہے
تو سن کی خوبی و داستان براؤنگندہ نقاب ہو کر سامنے
آ جاتی ہے ان کی اس پر خلوص و اجواب قربانی کا اثر
دنیا پر اسی طرح ہے جس طرح پہلے تھا۔ اور ان کے درجات
دنیا کے سامنے اب تک اسی طرح صحیفہ ہدایت بن کر سامنے
آتے رہتے ہیں جس طرح زمانہ ماضی میں پیش کئے جاتے تھے
اب میں صاحبان بصیرت سے یہ سوال کروں گا کہ آخر حسین
کا ناموں میں کیوں اتنا اثر پوشیدہ ہے کوئی ایسی قدرت
کوئی ایسی خصوصیت ہے جس کی بنا پر دنیا اس کو کسی طرح
نہیں بھولتی بلکہ جتنا بھی اُن کے نام کو دبا لے کی کوشش
کی جاتی ہے اسی قدر ان کا نام ابھرتا جاتا ہے اور تیرہ سو
برس بعد بھی ان کی مظلومیت و حقانیت کا ذکر نکال چار دانگ
عالم میں سچ رہا ہے ہر قوم و ملت کے افراد ان کی المناک
داستان کو مجرم کے مخصوص ایام میں سنتے اور اس سے
عم کے آئوہل نے نظر آتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ حسین
ابن علی نے قین دن کی بھوک و پیاس گوارا کر کے شہید
کو نہ و شام کے ہیمنہ مظالم برداشت کر کے اپنے جگیا پو
کو کر بلا کی دیکھتی ہوئی زمین پر رسول اسلام کے پھیلائے
ہوئے دین حق پر قربان کر کے یہ بتا دیا کہ حق پرستی

کس کو کہتے ہیں۔

امام حسین نے مسلک حق پر اپنے کو قربان ضرور کیا مگر کوئی
نہیں بلکہ حریت سے اپنا دامن پاک و صاف رکھتے ہوئے
کیا حسین ابن علی نے اس جنگ میں خود ابتدا کی تھی؟
نہیں، نہیں بلکہ پہلے حداد بھین جفا پرستوں کی طرف
سے ہوا۔ جن کی رگوں میں بربریت و سفاکیت کا خون
جوش کھا رہا تھا جن کا مسلک حقیقی ظلم و جور تھا جنہوں
نے باہنا رسول اسلام کی مخالفت میں کوئی کمی اٹھانہ رکھی تھی
اور ان لوگوں نے رسول کے چیمے فرزند کو خود ہی وطن پر
پر مجبور کیا اور کربلا میں ہمان بلا کر ان سے آمادہ پیکار ہوئے
تھے حقیقتاً اور ان لوگوں نے پہلے فاطمہ کے لالہ چمکے
مگر حسین ابن علی نے اس حملہ کو روکا اور ایک شب کی اجازت
طلب کی دشمنوں نے پہلے تو انکار کیا مگر بعد میں خٹلا فاش کے
بعد ہمت دیدی امام نے یہ ایک شب کی اجازت اسلئے
طلب کی تھی تاکہ دل کھول کر آخری مرتبہ پر خلوص عبادت
رب کر لی جائے۔ روایتوں سے یہ جلتا ہے کہ شب حسین
صحاب حسین نے عبادت رب میں گزار دی جب صبح ہوئی
تو پھر جنگ کا سامان شروع ہوا۔ اور لشکر مخالف کی صف بندی
ہوئی۔ اور امام نے بھی اپنے چھوٹے سے لشکر کی ترتیب دی
جب دونوں لشکر صف آرا ہو گئے تو پھر امام نے اتمام حجب
کے لئے اپنا حسب و نسب اور رضائے رسالت سے اپنے
خاص تعلق کو بتایا اور احادیث رسول کی طرف متوجہ کر کے
اپنا دین و ہدایت بند فرمایا جب امام خاموش ہو گئے تو یاد دہانی
صحابیہ ہدایت شروع کی۔ ظہیر قین نے بھی بہت کافی نصیحت
کی مگر اُن لوگوں نے شفاعت رسول کا مطلق خیال نہ کیا
اور اولاد رسول کا خون بہانے سے نہ ہٹے جب امام نے
دیکھا کہ لشکر مخالف کسی طرح اپنے امادے سے باز نہیں
آتا تو اپنے ظہیر کو واپس بلا لیا ان تمام نصیحتوں کا اثر اس

ہوئے دین کو رسوا نہ کر دل کا اور بیعت فاسق نہ کر۔ صفا اور
اسی بات پر جان دیدی۔ بیعت نہ کی اور دین بنی میں رہنے
ڈالنے کی جو کوششیں کی جا رہی تھیں ان کو اپنا اور اپنی اور
کا خون بہا کر فنا کر دیا حسین اپنی کوششوں میں کامیاب ہو
اور یریدیت کی شکست ہوئی۔

حضورِ عباسؑ

از حجاب شوکت سامانوی سبزواری بی لے

نہ آیا نہرِ حبان تا تر اس
کنائے شانہ وُ سرو نے عباس
مکر ٹوٹی ترے مرنے سے شہ کی
محیط زندگانی ہو گئی باس

علی کے ملتے ہیں سب تجھ میں تار
ہے تجھ میں قوت بازوئے کرار
علی جس طرح شیدا تھے بنی پر
ندا تو شاہیں پر ہے علمدار

سبق سیکھے کوئی تجھ سے دنا کا
نہ چھوڑا ساتھ شاہ دوسرا کا
نہیں ممکن تری شہ سے جدائی
رہ عاجز یہ جھونکا بھی قضا کا

علمدار حسین ابن علی ہے
تو عباس جری ابن جری ہے
خبر پا کر تری آمد کی لے شیر
سپاہ شام کا پی ہے ڈری ہو

شخص پر پڑا حسین کو یہاں گھیر کر لایا۔ اس کے نام کی طرف غالباً
نظر کیا کا ذہن ہونچ گیا ہو گا یہ وہی ہے جس سے امام نے
پوچھا تھا کہ تیل کیا نام ہے تو اس نے بتایا کہ میرا نام دُر ہے لے
دل میں بچپن کی پرانی محبت پوشیدہ تھی جس کی بنا پر ایسے پر جوں
نازک وقت میں دنیاوی عزت کا پاس دھکا نہ کرتے ہوئے
رسول کے چیتے فرزند پر قربان ہونے کے لئے کمزیت باندھ
کر اٹھا پسر سعد کے پاس آیا اور اس کو جنگ سے منع کیا۔ مگر
وہ ہی کتار با اب جب حسین ہمارے قبضہ میں آگئے ہیں تو جنگ
ضرور ہوگی جس کے بعد حرثکے زید سے نکل کر حُنین میں
یہ کہہ کر شامل ہو گیا کہ مجھے جنت کے سامنے دوزخ کی آگ میں
جلا کسی طرح پسند نہیں۔ امام کے پاس جُرنے آنے کے بعد
کہا کہ میں وہی مجرم ہوں جس نے آپ کو یہاں تک پہنچایا
میری خطا کو معاف فرما دیجئے۔ امام نے فرمایا کہ تیری ماں
نے تیرا نام حر رکھا ہے تو دنیا میں بھی آزاد ہے اور آخرت
میں بھی آزاد۔ بہر حال حر امام کے پاس آیا اور اجازت
جنگ طلب کی اور امام نے اجازت مرحمت فرمائی۔
ناظرین نے دیکھ لیا کہ وہی شخص جو کچھ دیر پہلے لشکر مخالف
میں تھا اب اس کا مخالف ہو کر اس کے سامنے کھڑا ہوا
یہ کہہ رہے کہ حسین سے جنگ کرنے سے باز آؤ تم نے
ان کے بچوں پر بانی بند کر دیا ہے ان کو بانی دید و اس لئے
کہ اس سے تو سنگ و خاک سب ہی سیراب ہوتے ہیں مگر
اس تقریر کا بھی کوئی اثر نہوا۔ اور آخر حر جری پر حملہ ہو
ہی گیا! ابھی جنگ ٹھیک سے شروع نہیں ہوئی تھی کہ
امام نے حکم دیا کہ پاس ملا لیا ہر اہل اپنے ملاحظہ فرمادیں کہ ابتدا میں یہ جنگ
کس طرف سے ہوئی آپ نے یہ دیکھ لیا کہ حسین ابن علی نے
فادر رخ کرنے کی کتنی کوششیں کی مگر انہیں منفہ و جواز
جاہ پرستوں حصول زہر پر مرنیوا لو پر زہرہ برابر اثر نہوا
قتل حسین پر آمادہ ہو گئے۔ مگر رسول کا چیتا فرزند آخر دم
تک اسی پر تامل رہا کہ جس طرح بھی ہو گا میں نانا کے پھیکا



از جناب اسید خیر حسین صاحب کفوی آن زہدی
 عاشور کے دن یارب یہ کیسی قیامت ہے،
 جلتی ہوئی ریتی ہے اور ماہ امامت ہے،
 پشیر ہیں سحرے میں شمشیر سے گردن پر
 محراب ہے، خنجر کی، محراب عبادت ہے،
 کیا ہوتے جوانی میں ناک نہ اگر پڑتا!
 بچپن میں علی صغیر جب تنی شجاعت ہے،
 یوں دیکھ کے حسرت سے اکبر کو کہا ماں نے
 اللہ تمہیں رکھے کیا چاندی صورت ہے،
 جاتے ہیں علی اکبر مر نکو جو مقتل میں،
 خیموں میں شہ دیں کے اک شور قیامت ہے،
 ہے خون میں سرور کے احمد کا لہو شال
 جلوؤں میں امت کے پوشیدہ نبوت ہے،
 رکھنا مے بچہ کو آرام سے شہ بولے
 لے قبر علی اصغر باؤکی امانت ہے،
 لاتے ہیں شہ والا رہیں علی صغیر کو!
 منظور شہ دیں کو امت کی شجاعت ہے،
 گنگنے کی جگہ رسی باندھی گئی ہاتھوں میں
 اک رات کی بیاہی ہے کیسی مصیبت ہے،
 کیوں فکر مقصور ہے خالق پہ رہو شاگرد
 وہ صاحب قدرت ہے، وہ مالک رحمت ہے،



از جناب محمد عباس صاحب طالب صفوی فتح گڑھ لکھنؤ
 پر خیز ساقی سے بدہ آں مے کہ حوایا پرورد،
 اندہ وہد شاوی برو در قلب طوفان پرورد
 از اشک چشم خون نشاں بر زخم دل مرہم نہد
 ہم درد را افزود کند ہم عین درد پرورد
 از آتش سوز دردوں سوز و خیال باسوا
 داز نشہ رنج و محن تن بشکند جاں پرورد
 بر آسماں ظاہر شدہ اشب مسواہ عزرا،
 گوئی کہ در قلب و جگر صد لک پیکان پرورد
 در بادہ خم غدیر آمیز اشک مومنین
 ایں قلب سوزاں پرورد واک چشم گریان پرورد
 در ماتم سبط بنی، مومن خرد گر جرئت
 در قلب آتش پرورد و در چشم باریاں پرورد
 سبط بنی کو اس ذکی یعنی حسین ابن علی
 کو را بدل روح الامیں گوارہ جنباں پرورد
 صاحب، رضی و متقی، ہادی و مہدی ولی،
 ادنی غلام در گمش سلطان خاں پرورد
 حرز زین حفظ زماں سلطان دین شاہ جہاں
 فیض وجودش انس و جان مدظل جہاں پرورد
 شاہ ہے کہ از تیغ یقین نخل اہرمن بر کند
 وز جوئے خون اصغرش بتان زرداں پرورد

سکہ این تسلیم شجاعت

از جناب سید محمد حسن صاحب تہذیب و حجة الاسلام
ایۃ اللہ فی الارحام شاخہ لہذا فقہ لغت مولانا سید
— (سبط الحین صاحب قبلہ) —

ہوئی تو دنیا نے لاکھوں بہادر ایسے پیدا کئے جنہوں نے اپنی اپنی
شجاعت کے جوہر دکھائے اور خراج تحسین حاصل کر کے مادر فنا
کی آغوش ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گہری غنیمتیں محو ہو گئے لیکن عرصہ
کا خط اس صفت میں کچھ ایسا ممتاز تھا کہ جس نے بہادریوں ہی
بہادر پیدا کر دیئے مگر بنی ہاشم کا قبیلہ شجاعت میں ضرب المثل
تھا اور اس کی بہادری کا سکہ چاروں عالم میں رائج تھا
ان کا چھوٹے سے چھوٹا بھی وہ جرات و ہمت رکھتا تھا جو دوسرے
قبیلوں کے بڑے بڑے سرداروں کو بھی نصیب نہیں تھی بنی
ہاشم نے دنیا کے سامنے وہ کارنامے پیش کئے جن کے بعد شجاعت
کا خاتمہ ہو گیا اور اہل دنیا انگشت بدندان رہ گئے جن کے
متعلق آج تک تاریخ کے ادراک بیاں گ دل پکا دیکھا کہ یہ
ہیں کہ یہی وہ شجاع تھے جو اپنی آپ ہی نظر تھے جن کا
عزم کتابوں تک کے سینوں میں ہے "سراسر ایسی لباس پہنے
ہوئے ہیں" الفاظ سروں کو نوٹ لے ہوئے ہیں بنی ہاشم
میں جناب عباس کی وہ ذات تھی کہ مثل بدر بردار جان
شجاعت و روح بہادری تھی آپ کا مرتبہ تمام شجاعوں میں
دہی ہے جو مرتبہ نرم انجم میں ماہتاب کا ہے یا جو مرتبہ محفل
نور میں خورشید فادر کو حاصل ہے یا جو مرتبہ زمین ارض کر بلا کو
نصیب ہے شہ جناب عباس اپنے وقت کے حضرت علی تھے
اور حضرت علی نے مادر جناب عباس سے جناب ام البنین سے عقد
ہی اسی لئے فرمایا تھا کہ خداوند عالم آپ کو ایک شجاع فرزند

ہلا کرے جناب عباس کی وقت ولادت سارا گھر فرط مسرت
سے سرشار ہو گا امیر المومنین کو مسرت ہو گی کہ حسین کو
ناصر لا۔ جناب ام البنین کو خوش ہو گی کہ سیدہ کے لال کا
فدائی دنیا میں آیا۔ جو حسین کو خوشی ہو گی کہ میرا علی دار
اور قوت بازو بدایہ جناب عباس کو خلاق عالم نے بچپن
ہی میں شجاعت کے وہ جوہر عنایت فرماتے تھے جو اوروں
کو معراج شجاعت پر پہنچنے کے بعد بھی نہیں عطا کئے یہی
وجہ تھی کہ آپ نے فرس کے سن میں وہ معرکہ الاراجنگ
کی جس کی داد دنیا کے ہر ذرہ نے دی یصفین کا میدان تھا
شکر صرف بستہ تھے اڑائی پھڑی ہوئی تھی اور فوج شام
نے دریا پر قبضہ کر کے امیر المومنین کے لشکر کو پانی لینے سے
روک دیا چند صحابہ نے امیر المومنین سے آکر شکایت کی
اپنے سر ہٹا لیا یہ دیکھ کر حسین اللہ کھڑے ہوئے اور عرض
کی کہ اگر اجازت ہو تو ہم گھاٹ کو اپنے قبضہ میں کر لیں
امیر المومنین نے اجازت دی اور حسین چلے جب اس
نے دیکھا کہ حسین جا رہے ہیں تو اس قلیل عمر میں خود بھی
دغا کے لئے ساتھ ساتھ ہوئے لشکر کے قریب پہنچ کر
گھوڑا فوج میں ڈال دیا اور بنی ہاشم کا چاند شام کے سیا
بادلوں میں چھپ گیا اس وقت آپ کی جنگ کا یہ عالم تھا
کہ جس نصف یحضر کر دیتے تھے الامان الامان کی صدا میں
بلند موبے لگتی تھیں اگرچہ آپ کا سن ۹۰ فوجی برس کا تھا
مگر باوجود کی قوت و تبارہ تھی کہ بیشک اگر خداوند کا بلند
نہج گذر تو اکید ان ہاتھوں کو بھی خیر سے در کی ضرورت
ہو گی آج عباس کا وقار بھی دیکھنے سے تعان رکھتا ہے
اس لئے کہ حسین لڑتے رہے ہیں مگر با وفا بھائی کی نگرانی
بھی کرتے جا رہے ہیں۔ جناب عباس کے واسطی طرف حسین
بائیں جانب الٹا ہنتر نشپت پر ابڑا ہیم ابن مالک ہنتر ارد

عباس سلمنے والوں کو نڈھ شمشیر کر کے جاتے رہے ہیں یہ کسی پہلے پہل کی لڑائی اور پھر علی ابن ابی طالب کی سکھائی ہوئی چوٹیں وہ ضرب مثل دار تھے جو دلوں پر نقش ڈال گئے اور جنہوں نے عباس کی شجاعت کا سد بہ قلب پر بٹھا دیا۔ یہ تو بچپن کا عالم تھا جس کی شجاعت کا خاکہ پیش کیا تھا لیکن جوانی میں تو وہ کار نمایاں دکھائے کہ آج تک حسین کے نام کے ساتھ ساتھ عباس کا نام بھی مثل شیخ کے موجود ہے جہاں عزاءوں میں امام حسین کو، صریح اقدس ہر وہاں ابو الفضل عباس کا علم بھی موجود ہے۔ جناب عباس نے اپنی زندگی میں کبھی امام حسین پر کوئی آبرغ نہیں آنے دی اور ہر آڑے وقت میں کام آئے جب مظلوم کیلئے ارض مار یہ میں پہنچے اور آپ کے خیمے دریا کے کنارے نصب کئے گئے اور فوج شام نے چاہا کہ حسین کے خیمہ اکھڑا کر اپنے خیمے نصب کرے تو ابن سہد کو گار کو جھلا آگیا۔ آپ نے ثلوار میان سے کھینچ لی اور فرمایا کہ کیوں بھڑک رہے ہو میں یہاں کھیں رہی ہے بھڑک رہی ہے یہ مجال ہے کہ حسین کے ہٹا کر اپنا قبضہ جماؤ قریب تھا کہ اس گفتگو سے لڑائی ہونے لگے مگر امام نہیں چاہتے تھے کہ اپنے مقصد کے علاوہ معمولی مافیہ جنگ کریں اس لئے کہ آپ کا دست ابن نواہر سے بہت بلند تھا آپ کی نظریہ تو اسلام کی حیات و مائت کا سد تھا اسی وجہ سے آپ نے جناب عباس کو جنگ سے روک دیا فرمایا کہ بھیا تم کو میرے سر کی دم گھاٹ پھونڈو ہم خفا کی میں بسر کر لیں گے انھیں کو دریا پر رہنے دو جناب عباس اگر زبردست بہادر تھے تو مطیع و فرمانبردار بھی بہت تھے حکم امام سنتے ہی مہجہ کالیا یہ جناب عباس کی طاعت کی اعلیٰ ترین مثال ہے اس لئے کہ جب بہادر کو ضبط آجانا ہے پھر بغیر انعام لئے جو نہ باز نہیں آتا اور پھر

بہادر بھی جناب سا کہ جو اپنے زمانہ میں جرات و دہشت میں فرد فرید تھا اور پھر کہ ملا میں جناب عباس کی بھر پور جوانی تھی اور نڈر شباب کا یہ عالم تھا کہ جب ان میں تائید عمر سعد کی فوجیں طعنے لگیں اور امام حسین نے اپنے کمانڈ جناب عباس کو مستطافہ حال کے لئے بھیجا اور آپ نے جا کر پوچھا کہ آخر تمہارا مقصد کیا ہے جواب ملا کہ حسین سے کہہ دو کہ اگر سبیت نہیں منظور کی ہے تو پھر جنگ کے لئے آمادہ ہو جائیں یہ سنکر عرب کے حقیقی بہادر جناب عباس نے نیرو سے زمین پر ایک خط کھینچ دیا اور فرمایا کہ دیکھو جب تک میں اپنے آقا سے اجازت نہ لے لائی نہیں اس خط سے آگے نہ بڑھنا۔ حضرت کی وہ دہک بختی کہ کسی کی مجال نہ تھی جو خط سے آگے قدم بڑھا دیتا جناب عباس امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آقا یہ لوگ جنگ کیلئے تیار ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر ہو سکے تو ان سے ایک رات کی مہلت طلب کر لو جناب عباس پلٹ کر تشریف لائے اور ایک رات کی مہلت طلب کی جو یہ نہارا، شواہی وہ کسی دن قریب ختم تھا معری الف پرورد بے ہوشے عورت کی انورانی کر میں ترب ترب کر دم کو طور ہی بھٹیں۔ آفتاب خیمہ مغرب میں روپوش ہو گیا تھا عروس شب گھونگٹ نکالے ہونے پر آمد ہو چکی تھی دسویں شب کا چاند نور کے غبار میں لیٹا ہوا چوڑا ہو چکا تھا۔ قمر بنی ہاشم خیام کا طلا یا پھر رہے تھے عیانہ فی حق عالم کی ملا میں لے رہی تھی ایسے زہیر ابن عقیق حاضر ہوئے عرض کیے ہیں کہ ایک دن بعد وفات جنگ یہ آپ کے پدر بزرگوا نے اپنے بھائی جناب عقیق سے فرمایا کہ میں ایک ایسے شجاع قبیلہ کی عورت سے عقد کرنا چاہتا ہوں جس سے خداوند عالم محکوم ایک دلاور فرزند غایت کرے امیر المومنین کی اس فرمائش پر جناب عقیق نے آپ کی مادر گرامی کو منتخب فرمایا اور خداوند عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے آپ کو کمان عہد سے

عالم و جویہ بیجا ابے آقا آپ کو جناب امیر نے اسی دن کے لئے ذخیرہ فرمایا تھا یہ سنتے ہی علی کے بیٹے نے پیشکش پر انگریزوں کی اور ساتھ ہی رکابوں کے ٹوٹ کر شجاعت کی داد دی اور فرمایا کہ اے زہیر تم مجھ کو آج کے دن مجھے دلانے آئے ہو صبح ہونے دو تو دیکھنا کیسی جنگ کرنا ہو جناب عباس کے الفاظ کا زور تیار ہا کہ اگر اجازت ملے تو پھر فزات میں خون پانی کی طرح بے گشتی رات بھر کروں یہ بتا رہا کہ کسی طرح صبح ہو تو دنیا کو الٹ دوں خدا خدا کر کے ملت کا دم ٹوٹا۔ صبح کا تارا جھکا اور پوچھتے صبح تم بھیجیے اذان دی صبح کو رسول کا زمانہ یاد آ گیا آنکھوں میں پینہ کی تصویر بھرنے لگی اور بچا ہو نہیں رسول اللہ کا نقشہ کھینچ گیا۔ آفتاب طالع ہوا شفق نے شہداری کی شہادت کے محضر پیش کیا ظہر سے چاند ماعت پہلے ہی طبع جنگ بجا اور سب سب سن ایک ایک کر کے شہید ہونے لگے جب اصحاب اور اکثر اعزاء بھی جام شہادت نوش فرما چکے تو اب حسینی علیہ السلام نے اپنے ہمراہیوں کو بلایا اور فرمایا کہ کیجو اولاد و جعفر و عقیل و جناب امام شہید ہو چکے اب تمھاری باری ہے اب تم جا کر اپنی اپنی جانیں مفکرم کر بلا پرندار کر۔ اور اگر اسوقت تم نے اپنی جانیں نشانہ کیں تو پھر حیدر کرار ہم سے شاد ہونگے، کیا نیک کامی تھی جناب ام البنین کی اسب ہم آواز ہو کر لوئے کہ ہم خود مشتاق شہادت ہیں اس کے بعد ایک ایک کر کے تینوں بھائی جناب عباس کے ایک ایک کر کے شہید ہوئے جناب عباس جب اپنے سامنے بھائیوں کو خاک و خون میں آلودہ دیکھ لیا تو اب خود ہیات مرگ و قضا ہوئے امام سے عرض کی مولا اب اجازت مرحمت ہو مگر امام نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ تم تو میرے لشکر کے سردار ہو جناب عباس نے عرض کی آقا اب وہ لشکر ہی کہاں رہا جس کا میں مول تھا امام حسین کے خلوص و محبت میں ڈوبے ہوئے الفاظ تباہ ہیں کہ آپ کو جناب عباس کے اکیلے دم پر

اتنا ہی بھروسہ تھا کہ جتنا بھروسہ پورے لشکر پر تھا، بلا آخر جب دل میں شجاعت کے دلولے رہ رہ کر چلنے لگے اور لاشیں جنگ بھڑکنے لگی اور امام کو پورا یقین ہو گیا کہ اب جی بغیر جنگ کے نہیں رہ سکتا تو فرمایا اگر ممکن ہو تو بچوں کیواسطے تھوڑا سا پانی مہیا کر دو یہ سنتے ہی جناب عباس کا چہرہ پشیمان ہو گیا۔ رخ پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے خیمہ میں جا کر اپنی لاڈلی بھتیجی جناب سکینہ سے مشکینہ طلب کیا اور ایک لٹیکہ کو رخصت کرنے لگے جناب زینب کو یقین ہو گیا کہ اب امیری ضرور ہے اور مشکینہ جتنا بند ہی گی جناب ام کلثوم کی آپس ٹوٹ گئی سب مایوس ہو گئے اس لئے کہ جناب عباس کی شجاعت سے محذرات عصمت کو یقین تھا کہ جنگ عباس کے دم میں دم ہے کسی کی مجال نہیں کہ وہ امام کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ لے۔ غرض آپ سب کو رخصت کر کے خیمہ سے باہر نکلے اور پرچم کو لہراتے ہوئے فزات کی طرف چلے آج جناب عباس میں اس قدر دہی دہبہ ہے۔ حمزہ کی شوکت ہے جعفر کی شان ہے اور ابوطالب کی ہیبت ہے۔ گھوڑے کو ہمیر کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں فوج مخالف کی نظر پر پڑیں اور لشکر خائف ہو گیا جی کی آمد سے تن لرزے میں آئے رہا کا پتہ نہ تھا۔ فزات کی طرف بڑھتے ہی چلے جا رہے تھے کہ رستم ہوا۔ ہاور نے آیا ہی عالم میں لشکر کو تتر بتر کر دیا یہی میلور، بھاگ گئے اور اوپر شہرے اپنا گھوڑا فزات میں ڈال دیا موجوں نے بڑھ کر قدمبوسی کی پانی گھوڑوں کے سموں سے اٹل گیا۔ اپنے خشک مشکینہ پانی میں ڈبو دیا اور جلو میں پانی سے گردنیا کو تباہ کر دیکھو دریا ہمارے قبضہ میں ہے اگر چاہیں تو ابھی سیراب ہو سکتے ہیں۔ قبضہ بتا کر مشک اٹھالی اور باسر نکل آئے خیمہ کا تیخ کیا بھاگی ہوئی فوج جمع ہو چکی تھی پانی لیجاتے چھوئے دیکھ کر سب نے چاروں طرف سے گھیر لیا مگر بہادر کسی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بڑھے ہی جا رہا تھا اور مخالفوں کو دفع کرتا جا رہا تھا ہزاروں کا خون ہو گیا لاشوں کا

ترتیب بے شیر پر انسو بہانا یا دہے

— (از جناب کمال عظیم آبادی) —

بیکس، کالے حین اب تک زمانہ یاد ہے
 ناتوانی میں ترلاشیں ٹھکانا یاد ہے،
 یاد ہے جان بنی وہ بھی زمانہ یاد ہے
 پھاؤں میں تیغوں کی رہ کر مسکرا نایا دہے
 لے کے ہاتھوں پر علی صفر کو پانی کا سوال
 آج تک مظلومیت کا یہ فسانہ یاد ہے
 کر بلا میں پھیر لی جتنی ساری دنیا نے نظر
 تجھ سے گزشتہ ہوا تھا اک زمانہ یاد ہے
 کر بلا میں گھر لٹا کر ہر مرنی خدا،
 صبح سے تادو پہلاشیں ٹھکانا یاد ہے
 دفن کر کے کاسپتے ہاتھوں سے لاش شاہدیں
 ترتیب بے شیر پر آنسو بہانا یاد ہے
 شانہ صد چاک دل سے دوہری دیکھیں
 شاہد اسلام کی زلفیں بنانا یاد ہے
 اے حسین ابن علی سلام کی خاطر فقط
 بازوؤں میں زور ہوتے سر جھکا نایا دہے
 تین دن تک روکے بھوکے پیاسے اسبط بنی
 دشتِ عزت میں ہتھارا زخم کھانا یاد ہے
 دشتِ آفت میں کوئی ناصر جفاقی رہا
 تیرے ہاتھوں پر کسی کا تیر کھانا یاد ہے
 قلب صد پارہ کے تابش ریز فوٹس ترا
 چہرہ سلام پر افشاں لگنا یاد ہے
 موج دریا کو میں بدلا کرے گی لے لے کر
 تشنگی شاہ کا جب تک فسانہ یاد ہے

انبار لگ گیا اور جو سامنے آیا وہ موت کے گھاٹ اترا
 جب یوں مقابلہ نہ کر سکے اور کچھ بس نہ چلا تو ایک شوق
 نے پس پشت سے وار کیا اور آپ کا دامن ہاتھ جدا ہو گیا
 حضرت نے دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر جنگ کرنا شروع کی
 لیکن قہر ت کو یہ منظور تھا کہ آج عباس کی شجاعت کا
 مظاہرہ ایسی حالت میں کیا جائے کہ آج تک کسی نے
 اس حالت میں جنگ نہ کی ہو اور آپ کا دوسرا ہاتھ بھی قطع
 ہو گیا اب حضرت نے مشکیزہ کا تیرہ دانہ نہیں دیا یاد اور
 امانت سکینہ سینے سے لگائی اور اس خیال میں کہ پانی کسی
 طرح خیمہ تک پہنچ جائے گھوڑے کو ایڑ دیتے ہوئے چلے
 جا رہے ہیں ایسی حالت میں کہ جب دونوں ہاتھ کٹ چکے
 ہوں جناب عباس ہی کا کام تھا کہ گھوڑا بڑھائے ہوئے
 چلے جا رہے تھے جناب عباس کا یہ حال تو اجازت نہ ملنے
 پر تھا اگر کہیں اجازت لمبائی تو قیامت ہی ہو جاتی۔ بیکس
 گزر کھا کر زمین پر تشریف لائے اور بھائی کو بھائی نے آواز
 دی اور حین لڑا کھڑے آدھ بیباکی کا حیلہ کرتے ہوئے لاش
 پر پہنچے سر اٹھا کر زانوئے مبارک پر رکھ لیا بہادر نے
 آنکھیں کھول کر امام کے چہرے کو دیکھا اور نگرا لیا
 آنا شروع ہو گئیں ہاتھ پیر ٹوٹنے لگے موت کا پسینہ آیا
 ہو گیا شیر نے رائی پر دم توڑا اور دکھا دیا کہ جس فرات کو
 تم قبضہ میں کر چکے تھے اس پر آج سے قیامت تک ہمارا قبضہ

یوپی، کاہرہ وغیرہ ترتیب زائد
 کثیر الاشاعت ہفتے وار اخبار

نظارہ لکھنؤ

حسینؑ کی شہادت حیات اسلام کی ذمہ دار تھی

راز جناب مولانا سید مرتضیٰ حسینی (رحمۃ اللہ علیہ) (احب قبلہ)

قال رسول اللہ ﷺ: حسینیؑ منی وانا من الحسینؑ
وسنن ترمذی و النشر الموبہ بنہانی
فرمایا سرور کائنات مفرح موجودات نے حسینؑ مجھ سے ہے
میں حسینؑ سے ہوں۔

معنی: تاریخ پر ناظر منصف کے لئے حق و باطل کی مٹائی
تاریخ میں موجود ہیں۔ شہید اعظم اسلام کی شہادت حیات
اسلام کی ذمہ دار تھی۔ اور بزبان مخبر صادق صلوة اللہ
علیہ وآلہ اس ذمہ داری کی سند بایں الفاظ لے چکی تھی مانا
من حسین۔ نہ کبھی رسول نے اپنی تبلیغ میں ملک گیری کا
عنصر شامل کیا نہ ان کے اس نوا سے نے۔ معاویہ کے مرنے کے
بعد نیز تخت نشین ہوا۔ دربار یریدی پر کسرت و قیصریت
برس رہی تھی۔ دُنیا نے وہاں اپنی گود خالی کر دی تھی شیطن
کے مظاہرے تھے۔ تاریخ الخلفاء میں وادی سے منقول ہے
کہ اس نے غسیل ملک کے بیٹے عبد اللہ کو کتاسنا کہ ہم اس
بائے سے ڈرے کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھر نہ برے تو نیزہ
خروج کیا۔ وہ نیزہ جہاد و جاد پر۔ بیٹیوں اور بہنوں سے
مباشرت کرنا تھا اور خار و تارک الصلوٰۃ تھا صلوٰۃ میں

بھی کلام نہیں کہ شام میں دین کی صورت معدوم ہو چکی تھی
بے دینی کا علمبردار اور الحاد و زندقہ کا سرگروہ اپنی تخت نشین
کی پہلی فرصت میں فرزند رسولؐ سے جسکی مع میں مذکورہ بالا
حدیث دار ہوئی ہے بیعت طلب ہوا حاکم۔ مدینہ کو خط لکھا جسکی
آخری سطریں مطابق کتاب الامامہ و السیاسة صفحہ ۱۴۹ یہ
تھیں کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے حسینؑ عبد اللہ بن عمر۔
ابن عباس۔ ابن زبیر اور عبد اللہ بن جعفر ہوں اور
لوگ اس بات پر حلف آٹھائیں کہ اگر بیعت پر قائم نہ رہے
تو دسواں حصہ چھوڑ کے ان کا کل مال صدقہ ہو جائے گا۔
ان کے غلام آزاد ہوں گے اور انکی ازواج جبالہ نکاح
سے باہر ہو جائیں گی اور بحوالہ اخبار الطوال صفحہ ۲۲
فلاں فلاں سے جس میں حسینؑ ابن علیؑ بھی ہیں بجز بیعت لے
اور سوائے بیعت اور کسی بات کو تھمت نہیں ہے کا
رضختہ فیہ کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ انکار بیعت پر
سرکٹ کر بھجیج دے جتنا بچہ، حب حبیبؑ لیسیر حاکم شام کے
دو خطوں کا ذکر کرتے اور ان دونوں میں سرکٹ کر بھجیج دے
کی صراحت کا ذکر کرتے ہیں حسینؑ کی بیعت کے یہ معنی تھے
کہ دین رسولؐ کی صورت، صلیہ مسیح ہو جائے اور فعال شنیع
نیزہ اسکی جگہ لے لیں گے یا اس بیدین کا مقصد یہ تھا کہ
دنیا پھر جاہلیت کی طرف پھیلے پاؤں پٹ جائے زبان
رسولؐ جو سائنات نبوت حاصل کرنے والا دوش رسول
پر سوار ہوئے۔! اغوش رسولؐ بن روز و شب گزارنے والا رخائے
خالق سے ایک قدم نہ ہٹنے والا کعب۔

فی حجر هامیہ من المہولم لا ستفرجونی حتی یفعلوا
 حاجتہم (انتہین بحوالہ امتحان ۱۳۱۲) سے اس چیز کی
 تصدیق ہوتی ہے کہ نذیر نے چند شمشیر زنوں کو حاجیوں کے
 بھیس میں بھیجا تھا کہ فرزند رسول کو عین حالت حج میں قتل
 کر دیں ماریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کے مکہ سے کوچ کرنے کا
 وہی دن تھا جو حضرت سلم کے کوفہ میں شہید ہونے کا خواہ وہ
 تیسری ذی الحجہ ہو یا نویں۔ اس لئے یہ نکتہ نظر انداز کرنے کے
 قابل نہیں ہو کہ حضرت نے جب تک بعلم امت کوفہ والوں کی غدا کی
 معلوم نہ کر لی مکہ سے حرکت نہ فرمائی۔

جو کوک خلیفہ رسول کیلئے مثل رسول فی الجملہ علم مایکون سے
 بہرہ ور ہونا شرط قرار دیتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس فعل میں
 بھی خائبہ الہام ہے اور حضرت نے یہاں بھی درپردہ اس
 الزام سلطنت طلبی کو دفع فرمایا ہے لیکن بظاہر اسباب منزل
 بطن الریہ میں پہونچکر اہل کوفہ کو خط لکھا کہ مسلم بن عقیل کے
 خط سے مجتمع اور میرے آنے کا مشتاق ہونا معلوم ہوا۔ اور یہ
 بھی کہ تم میری نصرت پر کمر بستہ ہو اور میرے حق کے طلب
 کرنے کیلئے تیار ہو۔ یہ نوشت بطن الریہ سے جاتا ہوا ورنہ ہوا
 ہر نقطہ و السام۔ (اخبار الطوال ص ۲۴۴ قیس بن مسہر
 الحلی تھا قادیسیہ پہونچا وہاں حسین ابن نیر نے گرفتار کر کے
 اسے دیاد کے پاس بھیجا اس نے قتل کر دیا۔ آپ بطن الریہ
 بڑھے عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات ہوئی پوچھا فرزند رسول
 آپ حرم سے کیوں نکلے فرمایا اہل کوفہ نے خط لکھ کر بلایا ہے
 انکی خواہش ہے کہ میں ہاں پہونچکر نہ ملحق کو زندہ کروں۔

اس بات پر راضی ہو سکتا تھا کہ اس کے جبر کا
 دین یوں دنیا سے نیست و نابود ہو جائے۔

مرنیہ سے مکہ آئے وہاں عبداللہ ابن زبیر نے
 مشورہ دیا کہ ہمیں قیام کیجئے مختلف شہروں میں اپنے
 اہل بچے عراق میں ان شیعوں کو جو آپ کو طلب کرتے
 ہیں لکھیے کہ آپ کے پاس آئیں جب قوت حاصل ہو جائے
 تو یزید کے عاملوں کو ان شہروں سے خارج کر کے حاکم
 بنجائیے میں بھی آپ کا مددگار رہوں گا۔ میرے مشورے پر
 اگر عمل کیجئے تو ہمیں اس امر کی خواہش کیجئے کہ یہ مقام
 حرم خدا مجمع اہل افاق و اقطار ہے جو آپ چاہتے ہیں
 آپ کو مل کے رہے گا۔ (اخبار الطوال ص ۲۴۴)

عبداللہ ابن عمر نے مشورہ دیا کہ مین کی طرف
 چلے جائیے وہاں آپ کے شیعہ بکثرت ہیں۔ وہاں
 قلعے بھی ہیں۔ اور حفاظت کے اسباب بھی۔ وچوں
 بہمن رسی اعیان خود را با طرا و اکنان مالک
 رواں گرداں این پنج زندگانی کسے دشمنان تو خائب
 و خاسر گردند۔ مگر امام ان تمام حکومت کی چیزوں سے
 روگردانی کر کے کوفہ کی راہ لیتے ہیں (روضۃ الصفا)

ان حالات پر نظر ڈالنے سے یہ متوجہ نکلتا ہے کہ حضرت
 کے لئے مکہ کا قیام بھی خالی از خطرہ نہ تھا چنانچہ فرمایا
 تھا کہ ان ابی حدثنی ان فیہا کبشا یستقل حرکھا
 فما استب ان اکون ذلک الکبش (صواعق محرقة)
 اور عبداللہ ابن زبیر سے فرمایا تھا۔ وایم اللہ تم کو کت

بعثتوں کو محکروں عبد اللہ نے کہا کہ آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ وہ نہ جائے ورنہ تل ہوجائے گا۔ آپ نے جواب دیا: لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ہر پڑھی بلا آئے گی جو علم خدا میں گزر چکی ہے۔ اور اسے چھوڑ کر آئے بڑے مقام زرد میں پہنچے وہاں زبیر بن عقیل کو دیکھا بلا بھیجا انھوں نے تامل کیا تو زوجہ نے کہا سبحان اللہ! فرزند رسول بلائے اور نہ جاؤ۔ اُٹھے حاضر خدمت ہوئے والیں مجھے تو چہرہ چمکے ہاتھا۔ زوجہ کو طلاق دی خیمہ خیا م حسینی کے پاس نصب کر دیا اور اپنے اصحاب سے کہا: من احب منکم الشہادۃ فلیقمہ ومن کرہہا فلیتقہ کوئی نہ اٹھا جب زرد سے کچ کیا تو خبر قتل حضرت مسلم پونچھی اور وہاں کے تمام حالات معلوم ہوئے۔ (۱) عبد ابن مطیع کے جواب میں آپ نے یہ نہ کہا کہ مسلم کے خط سے معلوم ہو چکا ہے کہ اٹھارہ ہزار اصحاب حلقہ اطاعت میں آچکے ہیں بلکہ وہی جواب دہ واقعات سے باخبر شخص دے سکتا ہے۔ زبیر بن عقیل کا یہ فیصلہ کہ جو شہادت چاہتا ہو وہ میری طرح حسینؑ کی حست اختیار کر لے بتاتا ہے۔ امام سے خبر مل چکی تھی کہ اس سفر کا انجام شہادت ہو ورنہ کوفہ میں اعوان و انصار کا کثیر اجتماع شہادت ہی کو گویا نکرعین کر سکتا تھا مختلف منازل سے جو لوگ ہمراہ رکاب تھے وہ خبر قتل مسلم و بانی قسین ابن مسرہ جدا ہو گئے۔ اور صرف خوص رہ گئے (خبر الطوال) حضرت نے مکہ سے لیکر اس منزل تک کہیں بھی تو لا یا عملاً یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ نصرت دنیا طلبی اور سلطنت خواہی کے

ماتحت ہوئی ہو بلکہ بعض منزلوں پر یہ انصاف کر دیا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ میں بارہ گند گیری جا رہا ہوں وہ میرا ساتھ چھوڑ دے آپ نے اصحاب کو بھیجا کہ تم کو کربلا میں پہنچ کر فحاشی کی کہ مجھے نہ اچھوڑو اور قوم سے میں سمجھ لوں گا جس شخص کے واپس ہوائے سلطنت ہوتی ہے وہ اپنے حریف کیلئے سامان جنگ فراہم کرتا ہے اور مختلف عزائوں سے اپنے مددگاروں کی تواد بڑھاتا ہو۔ نہ کہ معذرت، چند جو وطن اور سفر سے ہمراہ رکاب ہوئے ہیں انھیں علیحدہ کر دیتا ہے جس سے نہ بلا پہنچے روبرو، نہ تو یہی تک جو عالم ہمارے اس سے عام طاقت ہے۔

نقل سے دہر غور کریں کہ بالفرض امام حسینؑ کے دل میں تمنا ہے سلطنت ہو بھی کچھ فوج مخالف پر بخون ماسنے کی فکر نہ کرتے ہیں نہ لشکر کی دستگی کہ جانب متوجہ ہوتے ہیں اور نہ ہتھیار پر صیقل فرمانے کی فحاشی کرتے ہیں بلکہ آپ اور آپ کا فکر دونوں عبادت خدا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ نفس قرآنی معلوم ہے کہ جن والہن کی خلقت عبادت کے لئے ہوئی ہے اسلئے چاہتے ہیں کہ ہنگام شہادت تک جو لمحہ بھی گزرے وہ ہر صنف عبادت کو شامل ہو اسات بھران کے خیروں سے تکیہ تہلیل اور تلاوت قرآن عبادت کی آوازیں یوں بلند ہوتی ہیں جیسے شہر کی لکھیوں کی آوازیں۔ اس نہال ص عبادت کا یہ اثر ہوا کہ صبح عاشور میں بہادر امام کی حقیقت کا احساں کر کے فوج حسینی میں آئے اور شہید ہوئے۔ لاکھوں اور صبح کا سپیدہ نمودار ہوا۔ جناب علی اکبرؑ نے ازاں ہی امام سجادؑ سے پر آئے نمازیوں نے

جماعت نماز ادا کی۔ آفتاب نکلا چھوٹے سے لشکر کی صف بندی ہوئی۔ حضرت عباسؑ علمبردار تھے۔ اُدھر سے ابن سعد نے پہلا تیر لشکر امام کی طرف بھینکا اور تمام لشکر کو اپنی اس بقعت پر گواہ کیا۔ اس کی متابعت میں کئی ہزار تیر لشکر حسینی پر برسرِ پڑے۔ اور اکثر پیادوں نے جامِ شہادت نوش کیا ظہر کا وقت۔ فرزندِ رسول نے قومِ ہشتیا سے نماز ادا کر کے اجازت مانگی جواب ایسا ملا جس سے حسینؑ بنِ مطاہر سے ضبطِ لہو سکا امامؑ سے اجازت لے کر جنگ کی اور شہید ہوئے۔ امامؑ نے بحالیت خوف نماز ادا کی اور وصیابی سید بن عبد اللہ اور مظہیر بن قین نے آگے کھڑے ہو کر امامؑ کو ناز پڑھوائی اور انھیں کے تیر اپنے سینوں پر لیتے گئے۔ اور عرِ سلام ختم ہوا دھر سعیدؑ نے امامؑ کو سلام کر کے جنت کی راہ لی۔ صحاب کے بعد اعزاز کی باری آئی اور یکے بعد دیگرے درجہ شہادت پر فائز ہوتے گئے حضرت مسلمؑ اور جنابِ نبیؐ کے صاحبزادے شہید ہوئے حضرت قاسمؑ نے داغِ مفارقت دیا۔ جنابِ عباسؑ کی باری آئی۔ یہ شجاعتِ حیدری کا ورثہ دار امامؑ سے اذنِ جہاد مانگتا ہے حضرت فرماتے ہیں کہ عباسؑ بچوں کی آواز نہ اٹھائیں سنی نہیں جاتی پانی کی سبیل کرو اس کے معنی یہ کہ میدانِ جنگ سے بھر دیں آؤ یعنی اذنِ جہاد نہیں ہے کیونکہ جسے اذنِ جہاد ملا وہ شہید ہوا۔ ورنہ جنابِ عباسؑ اذنِ جہاد پا کر وہی نصرت کرتے جو رسولؐ کے ساتھ علمائے نے کی۔ کیا یہ امر بھی اس نکتہ کو واضح نہیں کرتا کہ ایسی حالت میں جبکہ حضرت عباسؑ علی اکبرؑ رہ گئے ہیں

کوئی یہ شبہ کرے کہ حسینؑ مظلوم کے دل میں تنائے سلطنت تھی جو آخر وقت تک ظاہر ہوتی گئی۔ مدینہ کی روانگی سے لے کر وقتِ شہادت تک کے جزئیات پر تفصیلی نظر ڈالنے سے یہ عقدہ حل ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کے دل میں تنائے امارت نہ تھی صرف دنیا کو اپنی مظلومانہ شہادت سے ثابت کر دکھانا تھا کہ حق کس کی جانب ہے اور موجودہ نظامِ سلطنت رسولؐ کی تعلیم سے کتنا دور اور کس قدر مخالف بلکہ سراسر اسکی نقیض ہے۔ فرزندِ رسولؐ جس نے آغوشِ نبوت میں پرورش پائی تھی و دینِ سلامؐ کے ہر حکم سے واقف تھا اور بخشنہ چہرے سے دیکھ رہا تھا کہ تمام کی حکومت اُن احکام کی پوری پوری مخالفت کر رہا ہے۔ اور مجھ سے بیعت طلب ہے وہ بیعت جس کے اجراء یہ ہیں۔ اس لئے محسوس کیا کہ جب تک احکامِ رسولؐ کا حامل حقیقی ایک بگینا ہی اور انتہائی مظلومانہ حالت سے شہید نہ ہوگا اُس وقت تک دُنیا کی ہمدرد نگاہ حق و باطل کا فیصلہ نہ کر سکے گی اور نہ سرشارِ غفلت سے بیدار ہوگی۔ میدانِ کربلا میں سلامؐ کے محرم کی دسویں کو اس تین دن کے بھوکے پیاسے اس فرض کو انجام دے کر دُنیا کی زبان سے کہلا چھوڑا

واللہ کہ اے حسینؑ کارے کردی



پاسوں کی فتح

(ادعاء لعلہ ارجناب مولانا سید محمد منی صاحب قلیہ مدظلہ
نبیرہ وجانشین سرکار نجم الملہ اعلا اللہ تعالیٰ)

شکروا سلمہ کی فراوانی، کارآمد و سودہ چیزوں کی شہداری
وہ اسباب ہیں جن کی بنیادوں پر دنیاوی حکومتوں کی
فتح کے قلعے بنائے جاتے ہیں۔ تاریخ جنگ کا فاتح وہ نہیں ہے
جس کی فوجیں دشمن کے سامنے پاپ ہو جائیں جس کے سپاہی
میدان میں جم نہ سکیں اور تاب تھا بلکہ نہ لاسکیں جس کی
فوج کو دشمن اسیر اور قتل کر کے تباہ و برباد کر ڈالے بلکہ جو دشمن کی
فوجوں کو پوری طرح مقہور کر دے اور اس کی قوت جنگ کو
مفلج بنا سکے اس کی فراوانی اور سطوت کو سرنگوں کر کے خاک
میں ملا دے وہی فاتح ہے اور اسی کو فتح کا پھر پراڈانے کا حجت
شکست پاپائی سے کبھی حکومت میں وسعت پیدا نہیں
ہوتی اور نہ اسکے ذریعہ سے ملک کبھی بڑھ سکا۔ اس قسم کی
فتح حاصل کرنے کیلئے جو خاص مادی ہوتی ہے اور اسکا
براہ راست توسیع مملکت سے تعلق ہوتا ہے، حکمران طبقہ عجیب
ہے کہ وہ سلمہ بڑھائے یا نہ زیادہ سے زیادہ فوج جمع کرے اور
جنگ کیلئے ایسے میدانوں کا انتخاب کرے جہاں اسکی
فتح اور دشمن کی شکست کے لئے بہترین مواقع پیدا ہو سکتے
ہوں، کبھی کوئی تجربہ کار جنرل انہی فوج کو اس میدان
میں دشمن کے سامنے جھونکنے کی کوشش نہیں کرے گا

جہاں اس کی شکست یقینی ہو یا کم از کم فتح کے مقابلہ میں
کے آثار زیادہ ہوں، تاریخ گو کہ ہے کہ بڑے بڑے لشکر جن کو
دشمن پر برتری سے برتری حاصل تھی صرف مواقع جنگ کے
ناموزوں ہونے کی وجہ سے سپاہ ہو گئے اور مٹھی بھر دشمن کو
فتح حاصل ہو گئی، اسلئے اسلحہ اور فوج کی کثرت کے ساتھ جکی تھوڑا
کے ایسے مواقع کا لحاظ بھی ضروری سمجھا گیا ہے جہاں دشمن کی
دراخت اور اپنا بچاؤ لازمی طرح ممکن ہو۔

اگر کوئی کمانڈر اپنا ملک دشمن کو بغیر کسی جنگی مصلحت کے سپر
کر دے اور بلا کسی خاص حکمت عملی کے اپنی بہترین فوج کو لڑا دی تو
کیا دنیا اس کی تعریف کرے گی اور کیا اس کا نام تاریخ کے
صفحات میں تھری حروف کے ساتھ لکھا جائے گا؟

دنیاوی اصول جنگ کے خلاف حسینؑ کی غیر منظم جماعت کا کڑا
کے ایک غیر موزوں صحرائے لڑائی کے لئے تڑپا، اٹھ ایسی جگہ پر
خیمے ڈال دینا جہاں سپاہی کے مواقع پر حفاظت کے لئے کوئی مضبوط
اور ناقابل تسخیر مورچہ موجود نہ تھا جہاں رسد رسانی کا کوئی محفوظ
راستہ نہ تھا جن سے حسینی سپاہ کو ضرورت کے وقت کافی امداد
حاصل ہو سکتی، سپر روشنی ڈال رہا ہے کہ حسین کا نقطہ نگاہ زمین
کی فتح نہ تھی بلکہ ان کی جنگ ایک ایسی فتح کے لئے تھی جو لوگوں
سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

اس مختصری فوج نے اپنا بڑا و ضرورت کے کٹاؤ ڈال دیا
تھا لیکن اس کا ہر سپاہی واقف تھا کہ دشمن کی فوجیں
ہم سے تعداد اور اسلحہ کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں اور
ان کی پشت پر کوئی ایک مضبوط و محکم مقام ہے جہاں سے ان کو



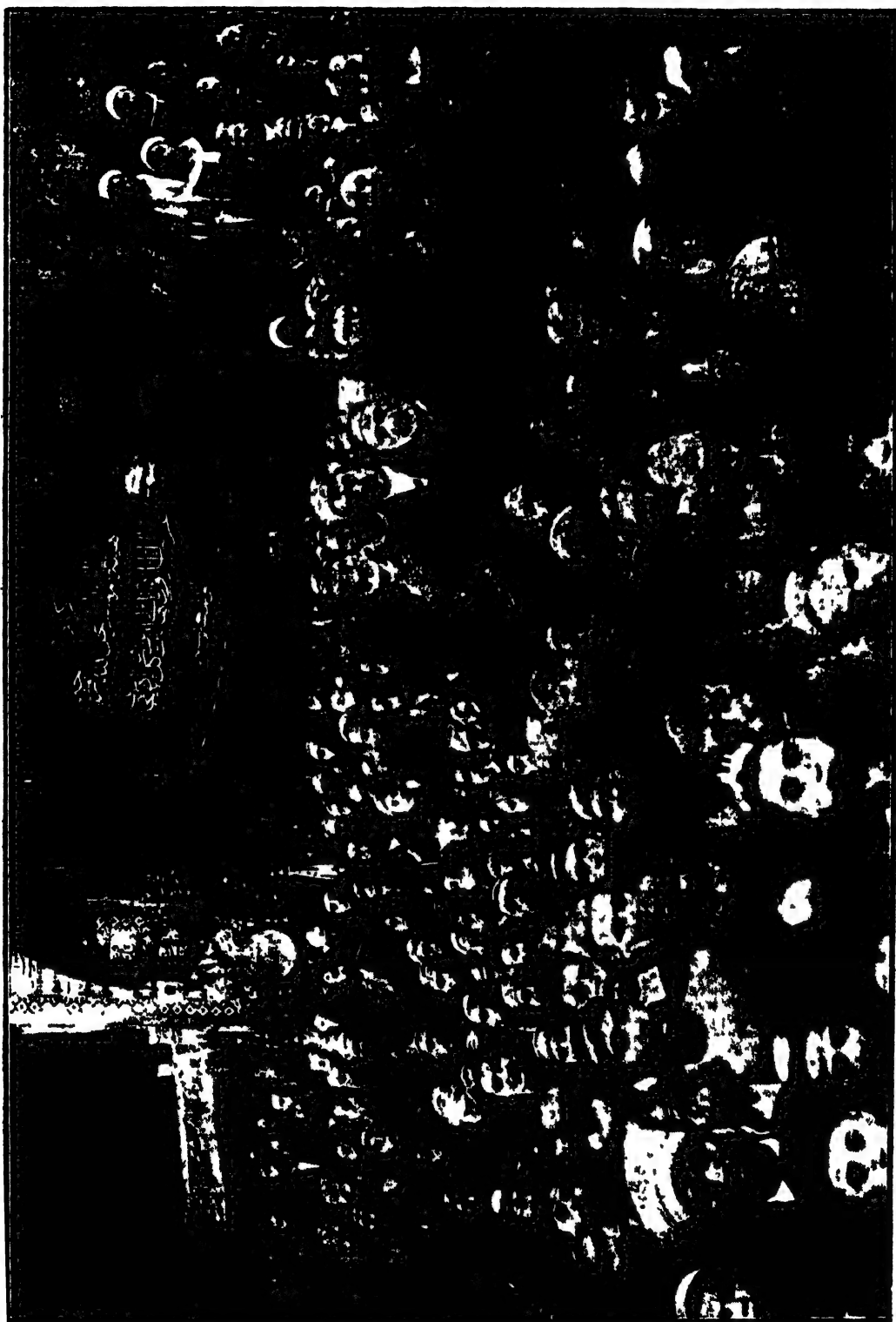
روضہ
حضرت
عون رحمد
علیہما السلام



حضرت
حذیفہ
بہانی
اور
حضرت
جابر
بن عبدالمہ
کے حجازی
دس سال
قبل جنگی
لاٹھوں
کو دوسری
قبر و قہرین
منتقل
کیا
گیا

نظارہ لکھنؤ (ابو الفضل العباس نمبر)

کر بلا مین روز عاشور ماتمی دستے



ہر وقت مدد مل سکتی ہے اور ہر ممکن سہولت بہرہ بردہ پنچائی
جاسکتی ہے اگر نہ فرات اُن کے قبضہ سے نکل بھی جائے
جب بھی آب و غذا کے بہترین ذخیرے کو فہ کے منبرہ زادہ
میں موجود ہیں۔

اس لئے کس کو یہ خیال ہو گا کہ سربے آج گیارہ
صحرار میں فوج کیلئے اگر بانی کا یہ واحد ذریعہ بھی باقی
نہ رہا تو کیا نتیجہ ہو گا اور دشمن کی مداخلت اس اقلیت کے
باوجود کیونکر کی جاسکے گی۔

ان تمام جغرافیائی مشکلات کے باوجود حسین جاننے تھے
کہ اُن کا مقابلہ دمشق و کوفہ کے ناقبہ اندیش اور خونخوار
حیوانوں سے ہے اس لئے عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کا
سہراہ لیجانا اور میدان جنگ میں ساتھ رکھنا۔۔۔ نیاوی
اعتبار سے کہاں تک مصالح حرب کے مطابق کہا جاسکتا ہے جو کہ
ایک معمولی مبصر جنگ بھی سمجھ لیتا کیونکہ اسی صورت میں
فوج کی پوری توجہ کسی طرح فوجی خدمات کی طرف باقی
نہیں رہ سکتی، چہ جائیکہ حسین ابن علی بن کی زندہ گی کا
زیادہ حصہ فوجی فضا میں بسر ہوا اور جن کے خاندان کی ہر
فرد عموماً فنون جنگ کا بہترین ماہر سمجھی جاتی تھی جیسا کہ
نگاہوں میں اسلام کی بڑی بڑی اڑائیوں کے نقشے موجود تھے۔

حسین نے اُسے باپ کی گور میں پرورش پائی تھی جو
مسلمانوں کا عظیم الشان شہسوار اور عرب کا فاتح اعظم
تھا اور جو خود بھی معین کی سہی ہوناکا اور شہر انگیر (نہروں
کی آگ جھیل) جیکہ ہو پھلایہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ جنگی مصالح

کے اعتبار سے ایسی فاش غلطیاں کرنا۔
تاریخی مصنفات گواہ ہیں کہ امام حسین نے فوج جمع کر کے
کئی کبھی کوئی کوشش نہیں کی انھوں نے ایسا راستہ اختیار
نہیں کیا جہاں اُن کو حکومت دمشق کے خلاف پوری طرح
شہرت دینے کا موقع ملتا اور اس طرح وہ فوج میں اضافہ
کر لیتے، انھوں نے کوئی ایسا میدان جنگ نہیں چنا جہاں
جنگی حیثیت سے اُن کی کامیابی یقینی ہوتی۔

بہت ممکن تھا کہ کریمائے قرچہ حسین ابن علی اپنی فوج کو منتقل
فرمادیتے جہاں اُن کے لئے کامیابی کا زیادہ امکان نکلا
لیکن لوگوں کے مشورہ دینے کے بعد بھی آپ نے اسکو منظور
نہیں فرمایا۔ چنانچہ تاریخ کا دل جلد یہ ملا کی روایت پر
بیشی ڈال رہی ہے۔۔۔ وقال لما لطم صاحب بن عدي
والله ما ادى معك كثيرًا ولولم يقاتك الا
هؤلاء الذين اراهم ملازميك لكان كفى بهم
ونقد رايته قبل خروجي من الكوفة بيوم ظهركون
فيه من الناس ما لم تر عينا في جمعافي صعيد
واحد اكثر منه قط ليسيروا اليك فالتذك الله
ان قدرت على ان لا تقدم اليهم شيوا فافعل فان
اردت ان تنزل بذا امينعك الله به حق ترى رايتك
وليستبين لك ما انت صانع فستحق ان تزلزل جبلنا
اجاء فهو والله جبل امتنعنا به من ملوك غسان
وحمير والنعمان بن المنذر من الاحمر والابيض
والله ما ان دخل علينا دول قط فاسمعك

روایت کرتا ہوں، خدا کی قسم دس روز بھی نہ گزرینگے کہ قبیلہ
طے کے پیادوں اور سواروں سے پہاڑ چھلکنے لگے گا
اگر آپ پر کسی نے حملہ کیا تو میں ہزار فوج کا توین تن تھا
نہ ہزار ہوں جو کہ ہمارے قبیلہ طے سے ہونگی یہ لوگ اپنی
شعلہ یا شمشیروں سے آپ کے سامنے جہاڑ کرینگے اور جب تک
اُن میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا آپ پر کوئی
صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔

امام حسینؑ نے طراح بن عدی اور اُن کی قوم کو دعا
خیر دی اور فرمایا کہ ہم نے اور ابن سعد کے لشکر سے ایک ماہ
قرا۔ پا چکا ہے جس کے بعد ہم واپسی پر قادر نہیں رہے
اور ہم کو اس کا بھی علم نہیں کہ اس کے بعد زمانہ کیسی
کروٹ پڑے اور ان امور کا نتیجہ کیا پیدا ہو۔

اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جن سے اسکی
تصدیق ہوتی ہے کہ امام حسینؑ کو اصحاب برابر مشورہ دیتے
رہے کہ یہ ریگستان کسی طرح اسکے لئے موزوں نہیں ہے
کہ آپ یہاں قیام فرمائیں۔ لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود
حسینؑ ابن علمی عورتوں اور کسین بچوں اور مختصر سی فوج
کے ساتھ اُسی ریگستان میں ٹھہر گئے جس کا ہر ذرہ پہلے
ہی سے فریادی تھا جس کا دل آئندہ اُٹھنے والے ایک
محشر سے کانپ رہا تھا، یہ وہی زمین تھی جس کو قذوف
نے انسان کا دل کی قربانگاہ بنانے کے لئے منتخب فرمایا
تھا، جہاں اسلام کو حیات ابدی ملنے والی تھی۔

فراٹ کی موجیں ابھی سے اُن پیادوں کی فریادوں کا

ہی، انزلاتِ تماثل الی الرجال من باحوا و سلمی
من طی فواللہ لایاتی علیک عشرۃ آیام حتی یأتیک
طی الرجال و یکبنا ثم فینا ما بذلک فان حاجتک
ہیج فانزعیم لک بعشرین الف طائی یضربون بین
یدیک باسیا دھم فواللہ لایوصل الیک ابدا و فہم
عین تطرف فقال لہ جزاک اللہ و قومک خیرا لہ
قد کان بنیا و بین ہولاء القوم قول لسنان قدر

معہ الانصافی وکاندری علی ما انتصر بنو ہبہم کا کہ
طراح بن عدی نے امام حسینؑ سے عرض کی کہ آپ کے ساتھ
فوج تو کچھ بھی نہیں ہے نہ طاقت نہ شکر یہاں موجود ہے وہی
اسکے لئے کافی ہے چہ جائیکہ میں نے کوفہ سے نکلنے وقت کوفہ
اور اطراف کوفہ میں اس قدر فوج دیکھی ہے کہ آج تک میری
دونوں آنکھوں نے اس قدر مجمع کسی جگہ بھی نہیں دیکھا۔

میں آپ کو قہر میں جیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو آپ ایک قدم
بھی ان کی طرف نہ بڑھائیں اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ کسی
ایسے شہر میں قیام فرمائیں جہاں دشمنوں کی شر سے محفوظ
رہ سکیں یہاں تک کہ آپ پر وہ امر ظاہر ہو جائے جس کا آپ
ارادہ کر رہے ہیں۔ تو آپ ہمارے ساتھ کوہ آجا پر تشریف
لے چلئے، وہ ایسا پہاڑ ہے جسکی وجہ سے سلاطینِ عسائی
حمیر، نعمان بن منذر نے بھی ہم پر کبھی فتح نہ پائی اور ہر شرف
و سفید سے ہم محفوظ رہے، خدا کی قسم جب ہم نے یہاں پناہ
لی ہے کبھی کسی قسم کی دلت ہم نے نہیں اٹھائی میں آپ کے ساتھ
چلتا ہوں اور کوہ آجا سلمی کے تمام قبائل کی طرف لوگوں کو

نقشہ کھینچ رہی تھیں جنہوں نے سوکھی ہوئی زبانوں کے
حدود کو جب چھوڑا تو عرش کے گنگرے ٹکڑے اور انسانی
کے دل میں نہ لڑ لے ڈال دیے۔

انسانیت کے اس سپہ سالار عظیم کا مقصد جنگ اگر وسیع
ملک ہوتا اور صرف مادی فتوحات حاصل کرنے کے لئے حسینؑ
نے قبر رسول کو چھوڑا ہوتا تو کوفہ سے پہلے دمشق پر حملہ کرتا
مکہ کے لاکھوں حاجیوں کے سامنے اپنی مظلومیت کو پیش کرتا
اور ان سے امداد طلب فرماتے۔

لیکن کر بلا والوں کو دنیا دنیا منظور نہ تھی! ان ہی نے
یہ نہ تھی کہ وہ مادی فتح حاصل کر لیں بلکہ وہ ایک ایسی
فتح حاصل کرنا چاہتے تھے جو تلواروں اور شمشیروں سے
نہیں مل سکتی جس کو بہاؤی قلعوں کی سنگلاخ دیو رہا
اور میدان جنگ کے زبردست ہتھیاروں سے حاصل نہیں
کیا جاسکتا۔ بلکہ وہ ایک ایسی کامیابی فرج حاصل کر۔ بے ہنسی
جس کی تشکیل مظالموں کے عیس خون سے ہونے والی تھی
جسکے اسلحے بیکیناہ عورتوں کی چادریں اور معصوم بچوں
کی فریادیں تھیں جس فتح کے حاصل کرنے کے لئے چھ ماہ کے
بے ہوشی جھولے کے اندر بے چین تھے۔ یہ فتح بان کے قہر
زب نہیں ملتی بلکہ یہ اس مقدس خون کی ہونہار میں چمک
رہی تھی جو ہاشمی دلوں سے نکلنے کے لئے بے چین تھا۔

نہرواٹ کا تلامذہ عظم گیارہ نبیوں کے شہرستان میں ظالموں
چھپا لکھی بیگناہ پیا سے بچوں کی فریادوں میں سکون پیا لگیا
عصم۔ دجانہ زہی کا قافلہ آئیا قریب لگا کر پانچ

زبانیاں چڑھا دی گئیں ہاشمی قتلوں کے چراغ بجھ گئے ریت
بصورت کی جھولی کے انمول گہر اور سپریت کے دھنساں ستارہ چروں
کا کلیں کھجرائے ہوئے کوئٹہ و قحط کی بانسوں میں کھجرائے جانے لگے
ادھر یہ ستارے کو فز کے انفر پر طالع ہوئے اور انکی عصمت میں شرم و شرم
کے سینہ زانوں میں پھیلی اور ساتھ ہی کریم کے پیاسوں کی فرج کے
آسمان بھرنے لگے۔

سب پہلا مہر کہ عبداللہ بن عقیقہ اندری اور ابن زیاد
کے لشکر سے کوفہ ہی میں ہوا اس کے بعد جس جس منزل پر
سرے سے شہداء پہنچے اور پیروں کا دواخلہ ہوا وہاں کے
لوگوں میں بڑی تھکے ملاقات ایک عام اور نہ متھے والا ہیجان بڑا
ہونے لگا اور دمشق کی قہاریت کے مقابلہ میں ایک ایسے سیلاب
و اتساری ہونے لگی جو ابد الابد کے لئے مٹانے پر تل گیا حسینؑ
کی مظلومیت پر ہر منزل پر لہراؤ کے درباروں میں اپنی لازول
فتح کے سکے بٹھانے لگی اور انسانیت کے شیدائی ہر فرخار ہوئے کیے
اٹھ کھڑے ہوئے۔

ابھی حسینؑ کے قیدی دربار شاہی میں بھی نہ پہنچے پائے
تھکے خون خدا ہی کے علم بلند ہو گئے اور یزیدیت کے خلاف ایک
انہنی انقلاب پیدا ہونے لگا رہی امیر کی بربریت و خند
ظاہر ہونے لگی دوران جانوروں کی فیتوں کا پردہ فاش ہو گیا۔
علی بن الحسینؑ اور خدوات عصمت کے بے پناہ خطبوں نے
موسیٰ قتلوں کے پرچے اڑا دیے اور ظلم کی بنیادوں میں ایسے
زلزلے ڈال دیے جو قیامت تک نہیں سک سکے۔ اور حق و باطل میں
ایک نہ ملنے والی علیج بنادی جسکو دنیا کی کوئی قہار طاقت

نہرواٹ کا تلامذہ عظم گیارہ نبیوں کے شہرستان میں ظالموں چھپا لکھی بیگناہ پیا سے بچوں کی فریادوں میں سکون پیا لگیا عصم۔ دجانہ زہی کا قافلہ آئیا قریب لگا کر پانچ

بہن اوزکھائی

— (از جناب بیباک مہلسی) —

صاحب کی باقاعدہ تعلیم تو کسی درگاہ میں نہ ہوئی تھی۔ لیکن یہ ذہن کی تیز فہم و ذکاوت تھی۔ خاندانی شرافت و اعلیٰ نسب کے جوہر نمایاں تھے۔ ماں باپ، بھائی بہن اور عزیز واقارب کے علمی مشاغل میں رو کر یہ عمر کے ساتھ ساتھ زہد علم سے بھی آراستہ ہوتی جاتی تھی اور ہر تہذیب تک پہنچتے پہنچتے انکی معلومات میں کئی اضافہ ہوتا تھا۔ دماغ جوہر عیسے پر ہوا تھا۔ وہ اب نری مری ضیہ علی کہلاتی تھی۔ کچھ اور اس پر اکثر فوط نکھائی تھی اس کا کرہ کبھی شعی ہر نہ ہو۔ اخبارات سے خالی نہیں ہوتا وہ ملک کے مشہور اہل دماغ و اہل فہم کے سامان سے فائز اٹھاتی ہے ان کی نیاسی و ادبی و ذہنی و فہمی نوک جھونک دیکھتی ہے تغید و تبصرہ ہر نگاہ ڈالتی ہے۔ جو دیکھتے کا نام نہیں لیتی۔ اگر کبھی کسی مسئلہ میں اسے اخلاقیات ہو مہمہ اور اس کی سابقہ معلومات رہنمائی یا تسکین نہیں کرتیں تو نہایت ادب و شائستگی کے ساتھ موقع پا کر باپ یا بھائی سے اس مسئلہ کو حل کر لیتی ہے۔

لیکن اس کی ان تمام علمی دلچسپیوں کا مرکز نہ رہتا۔ وہ سچات و انجام بخیر ہونے کے خیال میں ہمہ وقت ڈوبی رہتی ہے اس کا خیال ہے کہ انسان کو غلط خیالی اور غلط کاری سے روکنے والا اور فطرت کے صحیح راستہ پر چلانے والا اگر ہے تو مذہب ہے۔ بیباک ہی زندگی کے ان زریں اصول کا نام ہے جس پر چل کر انسان خدا کی خوشنودی حاصل کرتا اور تمدن و معاشرت کے نیچے اہ دریا چاتا ہے اور دین اسلام کے سوا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو انسانی فطرت کے بہت سے ریزہ ریزوں میں اکثر عیسائیوں میں پھیرا اور پھینکا گیا ہے۔ یہاں ہر جگہ ہیں جو بھی اسلام کو ٹلا کے میدان میں ان نہایت پر بات ہے جس کی دنیا میں انسان کو ضرورت ہے تو کہ نہیں عیسائیت نے کسی کا مال چھینا۔ نہ حلال الہی کو مسہر کیا

نہ حرام الہی کو صلا کیا۔ نہ کسی کا حق مارا نہ کسی کو قتل کیا۔ نہ رفاہوں و ظالموں کا ساتھ دیا نہ سلاطین و امراء کی خود رانی و خود سائی و غرض برتری کی تائید کی۔ نہ خود نفوذ اقتدار کی ہوس کی ٹیکہ جان بھر کی تکلیفیں اٹھا کر گردن کٹائی اور تمام عالم کو سبق پڑھا دیا کہ مال و زر و ملک گیرسی اور مال و دنیا کے لیے جان دینا حرام موت ہو اس کا مقولہ تھا کہ اگر حسین علیہ السلام کے جان دینے سے رفیع اسلام زخم نہ ہوتی، عبد و عبود کا فتنہ صاف نہ ہوتا، سچات کا راستہ کھل نہ جاتا، دین دنیا کا سمہ مل نہ ہو جاتا تو میں لوگوں کو بدھ مذہب کے مولوں کی دعوت دیتی۔

— — — — —
مارے کی رات تھی تو سوچ چکے تھے صاحب اپنے کمرہ میں لیٹ ہوئی آنے والے یوم کے جاننے کے مسئلہ میں کچھ سوچ رہی تھی کہ بیباک کہلا والوں کی ہم آہنگی کی طرت اس کا خیال حاطا اوردہ ان کے غم دارادے، استقلال پر فخر و مباہات کر کے ہوئے اس سوچ جا بڑی کہ آجین علیہ السلام کی اس ہمیشہ باقرانی میں جس کی کہ لفظ دنیا کے پردے میں نظر نہیں آتی صنعت اثاث کا درجہ کم تو نہیں ہے وہ اپنے فرائض کی انجام نہی میں مردوں سے پیچھے تو نہیں ہیں کہ بیباک کہلا والے کو سے بھائی کے کھانسنے کی آواز آئی جسے سن کر صاحب نے کہا

”کیا ابھی جاگ رہے ہو؟“

بھائی۔ ہاں کچھ کھنکھانے کا آواز رہا ہوں۔“

بہن۔ ”کیا کھو گئے؟“

بھائی۔ ”معتنون“

بہن۔ ”عنوان کیا رکھا ہے؟“

بھائی۔ ”ابھی تو کچھ نہیں لیکن سوچ رہا ہوں کہ زمانہ کی انقلابی حالت نہایت تیزی سے ساتھ ہر رنگ میں ہر چہرہ کو

زنجی جاتی ہے اور کوئی چیز اس کی زد سے بچتی نظر نہیں آتی۔
ہیں۔ ”بھہر“

بھائی۔ خیال ہے کہ ایسی صورت میں ہماری قوم کو کیا کرنا چاہیے جو ہر مسئلہ و معاملہ میں لیکر کی فقیر بنی ہوئی ہے اور ہر دم درراج کر اس طرح تھا ہے ہوئے ہے کہ چھوڑنا ہی نہیں چاہتی جس سے اس کی حالتیں اور بھی کمزور و خراب ہوتی جاتی ہیں اور وہ انصاف سیاسی پیمانی تمام حالتوں میں کس طرح ہم عصر قوموں کے دشمن پیش چلنے کے قابل نہیں ہے۔

ہیں۔ (ہنکر) میں آپ سے عذرانہ لہجہ جاتی ہوں اور آپ پہلی بھاتے ہیں۔

بھائی۔ یہ پہلی بھاتا ہوں۔ تمہارا قوم کا رونا دھونا ہوں۔

ہیں۔ کس بات کا آخر معلوم بھی تو ہو کہ آپ اپنے مضمون میں کس طرح جانا چاہتے ہیں؟

بھائی۔ ”جانا کس طرح چاہتا ہوں“ درست تو اسی دم درراج غزادہ کی اور اس کے اخراجات کثیر کی بابت پہنچ رہا ہوں کہ اگر قوم اس کو تنقید کی کوئی پرس کر لیتی تو ابھی خاصی رقم چند دنوں میں حسینی فنڈ میں جمع ہو جاتی اور کوئی ٹھوس کام قومی مفاد کا اٹھایا جاتا۔
ہیں۔ کیوں آپ سب سے پہلے دم درراج غزادہ ہی کو اپنے نشانہ کے زور پر رکھتے ہیں؟

بھائی۔ اس لیے کہ یہ دم درراج تو این فطرت کے معین کردہ نہیں ہیں اور نہ ہی قرآنی آیات ہی میں کہ ان میں تیز و تبدیل نہیں ہو سکتا۔ یہ تو انسانی دماغ کی تخلیق نہیں زمانہ کی رفتار کے مطابق بڑھتے بڑھتے اس حد کو پہنچ گئے ہیں۔

ماہر جو تک کر چار پائی سے اٹھ بیٹھی اور سامنے دلے دروازہ کو کھول کر کہنے لگی۔

بھائی جان! ”یہ تو کوئی مضبوط دلیں آپ کے نظام غزادہ کی مس دخل اندازی کی نہیں ہے، مضمون آپ کا چھینکا ہو جائے گا

کیونکہ میں تو دیکھتی ہوں کہ مادی دنیا کی ضرورتوں نے اپنے زعم ناقص میں فطرت کے معین کرنے اصولوں سے بھی جنگ کی۔ قرآنی آیتوں کے معنی بھی بدلے، لفظوں میں بھی تہریلاں کیں انھیں ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھا اور آج بھی اس فطرت کے ماتحت غزادہ کی کے علل و اسباب ہی کے بدل دینے پر کربلہ دکھائی دیتی ہیں۔ کیا آپ نے ایسے مان پرستوں کی ریتہ و دایاں جو ہینہ حرم احکام کے آئے سے قبل نالغ ہوئی ہیں ملاحظہ نہیں فرمایا۔

بھائی۔ ”دیکھا ہے اور جہاں تک ان کا تعلق غزادہ کی میں مظلوم کے علل و اسباب سے ہے میں بالکل اس کا مخالفت ہوں۔“
ہیں۔ ”تو کیا اس مخالفت کا بھی اثر ہے؟“

بھائی۔ ”نہیں نہیں میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ محرم کے ان کثیر اخراجات کو کم کر کے تبرک کی تقسیم، نذر نیاز حاضری اور جڑھلے کی رقموں میں سے کچھ رقم قومی مفاد کے لیے حسینی فنڈ میں داخل کر دی جائے کہ نہ اس سے حقیقی مستحقین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے نہ وہ دائم و دلبرس و مظاہریت اس کے طریقہ کو بدل دیا جائے تاکہ صحیح معنوں میں حسینی تقسیم کی نشر و اشاعت ہو جس کے لیے کہ آقا نے ان جاسکھا مصائب و آلام کا مقابلہ کیا ہیں۔ میں مانتی ہوں کہ یہ موجودہ سسٹم غزادہ کی انسانی دماغ کی تخلیق ہے اور شہادت حسین مظلوم کے بعد رفتہ رفتہ زمانہ کے ساتھ چل کر یہاں تک پہنچا ہے اس میں افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے لیکن اس کے اجراء کا اصلی سبب کیا ہے؟

بھائی۔ حسین علیہ السلام کی محبت اور ہماری انصاف کی ستمی ہیں۔ اچھا بتائیے کہ ہمیں حسین سے اتنی محبت کیوں ہے اور ان کی طرف سے ہمارا اعتقاد اس قدر مضبوط کیوں ہے؟

بھائی۔ چونکہ ہم مسلمان ہیں خدا و رسول کے احکام کی پابندی ہمارا فریضہ ہے اور قل لا املکم... کی کسی مضبوط آیت قرآن میں موجود ہے رسول نے بھی اس کی تشریح ۲۱ نازک حکیم تعلیم

...“ سے کر کے حسنی محبت کی دعوت دی ہے اس لیے ہم کو حسینؑ سے محبت ہر ادا ہمارا اعتقاد ہے کہ یہی محبت ہماری نجات کی ذمہ دار ہے۔“

ہسن: بھئی! اہل دوسروں کو حسینؑ سے اتنی ہمدردی کیوں ہو؟
بھائی: اس لیے کہ حسینؑ انہماکی ظلم و جور کے ساتھ بے تصور و بے گناہ شہید کیے گئے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔“

ہسن: بھائی جان! تو معلوم ہو کہ حسینؑ کی محبت کے دہلو میں یعنی ایک تو وہ ہر جو فطرت کے قیمن کردہ قانون کے مطابق ہے جس کی شایہ فرائی آیتہ: رسول کی حدیث ہے دوسرا پہلو حسینؑ علیہ السلام کی مظلومیت و بے بسی و بیکسی ہے جس سے عوام متاثر ہوتے ہیں“
بھائی: بیشک!

ہسن: لیکن ان دونوں پہلوؤں کی ذمہ داری ہمارے ہی سر ہے۔“
بھائی: ضرور۔ اسے کون نہیں مانتا۔ یہ تو مجھے خود تسلیم ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ یہ حضرات الامم کی سی نہیں، یہ بے شکے جلوس، بے ڈھنگی سینہ زنی جڑھالے، نذر، نیاز، جھلجھلے، تبرک کی تعظیم سے جو جم غفیر جمع ہو جاتا ہے اور گریہ دیکھا، نوحہ و ماتم سے جو ایک اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے اس کا حکم کہاں ہے اور یہ کس نظریاتی قانون کے تحت میں ہے۔

ہسن: بھائی جان! ابھی آپ فرماتے ہیں کہ حسینؑ کی مظلومیت و بے بسی و بیکسی کا اظہار ضروری ہے تاکہ عوام متاثر ہوں پس آپ ہی غور فرمائیے کہ اگر یہ سب رسم و رواج جنہیں کہ آپ نے اپنے الفاظ میں ہمارا بے اٹھائیے جائیں تو عوام جمع کیسے ہوں گے میرا تو خیال ہے کہ جس وقت یہ سب بند کر دیے جائیں گے یا اس میں نامناسب ترمیم و تسخیر کر دی جائے گی منہم غوا داری بدل جائے گا میں نہیں سمجھتی کہ یہ اس وقت آپ کیا فرما رہے ہیں جسے سن کر مجھے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ ذاتی مولانا آپ کی

عرفت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی۔ بلند سمت تھے وہ مرد و جوانی خوشی آپ پر فدا ہو گئے اور صدام شہادت نوش فرما کر آج آپ کے جوتھرم کے دین کو زندہ کیے ہوئے ہیں اور خوش نصیب تھیں وہ عورتیں جنہوں نے آپ کی بے کسی و محبہ داری پر اپنی بڑی چھوٹی اولادوں کو نثار کر کے آپ کی صداقت و حقانیت کو واضح کر دیا۔
ورنہ مولانا دینا تو اس وقت بھی آپ کی دشمن تھی اور آج بھی دشمن ہے مرنے زنی ہے کہ اس رت آپ کی ذات کو مٹانا چاہتی تھی آج آپ کی حقانیت کو۔ آہ! آہ! غیر تو غیر آج اپنے بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ آپ کے نام پر تبرک تعظیم ہو غریبوں و محتاجوں کو روٹیاں کھانی جائیں۔ آپ کے دآپ کے معصوم بچوں کی بھوک و پیاس کا تذکرہ گلی گلی کیا جائے اور ان جھوموں کی پیاس و حرمت و عظمت کی نقا کے۔ پیاسوں کو شربت پلایا جائے آپ کے عزم و اہم کو یاد کر کے سینہ زنی کی جائے کیونکہ قوم کی مفاد و حالت خراب ہے۔ آٹ! ایک وہ دن تھا کہ آپ کے نام پر مال و اولاد کا نثار کرنا اور اپنا خون بہانا ترقی قوم و دنیا کے منہمپ کا باعث تھا اور آج مرنے چند کوڑوں کا آپ کے نام پر سربج کرنا تنزل قوم و ذات کا موجب ہے۔
(صالحہ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتا ہے اور قطرات اشک بھائی کے سامنے ٹپک پڑتے ہیں)

بھائی: ہسن! میری پیاری بہن! میں تمہارے ان جذبات کی تعریف کرتا ہوں اور اعتقاد میں اور استواری پیدا ہونے کی دعا کرتا ہوں لیکن پھر بھی تم سے یہ کہتا ہوں کہ ہمارے اس ظلم و باطل کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ سے نہاد حسینؑ علیہ السلام کا اصل منہم و درمقہ و ذکر و موحنا ہے یعنی بنی نفع انسان کی اصلاح۔

ہسن: ہنس یا کھل نہیں ہے صرف مردوں کا خیال ہی خال ہے۔
بھائی: ”کیوں؟“

مہن۔ دیکھئے شہادت کا جہاں تک قلعہ ہے اس میں مردوں کی شریک عورتیں ہیں غیرت دلانا اجرات و تہمت طعنہ انا صنیعہ محبت

انہیں (مردوں کو) حسین کی حقیقی محبت کا احساس نہیں ہے درندہ غزارداری پر حملہ نہ کرتے۔

بھائی! (چونکہ کہ) احساس کیوں نہیں ہے۔
ہاں۔ ہاں احساس نہیں ہے وہ کیا جانیں کہ حسین کی محبت کس پایہ کی ہے۔

بھائی! پھر کون جانتا ہے؟

ہاں۔ "اے تو ہم یا ہماری وہ نہیں جانتی ہیں جو اپنے چھ امید کے سچے کو نہایت خوشی و محبت کے ساتھ لیے ہوئے دودھ پلائی رہتی ہیں اور ذاکر بیان کرنے لگتا ہے کہ "جناب امام حسین علیہ السلام نے جناب رباب کی گود سے اس ہیلے سچے کو جسے تین دن سے دودھ نہیں پلایا تھا جس کے لب خشک تھے سینہ دیدے دکھائی دینے لگے تھے، لیکر خوشنودی الہی و بقائے دین کیلئے حرکت کی جیسے قصاب کے تیر کے ملنے رکھ دیا اور سچے کے تیر کھاتے ہی ماں پھر پھر اک رہ گئی۔ بھائی! دانش اس دلت دل میں ایسا درد اٹھاتا ہے کہ ہم اپنے سچے کو نہایت مضبوط ہاتھوں سے چلبچہ سے پٹا لیتے ہیں اور اس کے منہ کو دیکھ کر کہہ اٹھتے ہیں کہ اے مولا! آقا! آپ کی محبت کی منزل کتنی اونچی تھی کہ اس کے لیے جناب رباب نے ایسی کڑی نزل صبر کی طے کر ڈالی۔

بھیا! مردوں کو اس محبت کی کیا خبر جو ہاں کو بھائی سے ہوتی ہے وہ تو بھائی کو جو محبت ہاں سے ہوتی ہے اُسے جانتے ہیں اُسے تو آپ ہمارے دل سے پوچھئے تو ہم بتائیں کہ جناب زینب علیہا مقام نے اپنے ماں بچائے کو یہ جانتے ہوئے کہ اب بھائی کی صورت نہ دیکھیں گی کس دل سے گھڑے پر ہوا کر کے قصاب کی چھریوں کے نیچے بھیج دیا وانشاء اگر آپ کی شجاعت و ماں کے صبر نے جناب علیہا مقام کے دل پر ہاتھ نہ رکھ دیا ہوتا تو حسین علیہ السلام سوار نہ ہوتے بات یہ کہ حرکت قلب بند ہو جاتی۔

آہ آہ! مردوں کو کیا معلوم کہ وہ کونسی تربیت تھی جن میں

جناب خاتون فہت نے اسے چائی ہیں ہیں کر بلا تھا کیا تم کہہ سکتے ہو کہ میں اُن کی بہن زینب نہیں ہوں یہ ان کی بیاری بی بی سیکینہ نہیں ہے یہ ان کے حم محرم میں جھپٹیں تم نے اسیر کر رکھا ہے۔
حسین کی چادریں بھین لی ہیں اور جسے اس ذلت و غزاردی کیساتھ در در پھرتے ہو کہ نہ محل ہے نہ کجاہ نہ برقعہ ہے نہ چادر۔ یاد رکھو روح رسول مہتاری اس حالت کو دیکھ رہی ہے اور رضائے اپنے انتقام کو چھیل دے رکھی ہے (کہہ کر رد دیتی ہے) اور پھر کہنے لگتی ہے) اس لیے بھائی! میں نہیں سمجھتی کہ مردوں کو کہاں سے، کون سا حق غزاردی حسین میں ترسیم و منبج کامل کیا ہے کہ اس کی تمام سوز و مار تو عورتیں ہیں رونا دھونا آہ و نالہ کرنا، سر کھولنا، سینہ زنی کرنا جیسا کہ ان محزرت عفت و طہارت نے بعد شہادت کیا اور قبل شہادت اس خبر کو پا کر رول و ملکی۔
فاطمہ نے کیا عورتوں کا حق ہے اور دے رنے و رلانے والے ردام کو خوب جانتی ہیں۔ مرد تو خواہ مخواہ اپنی لیڈری کی خواہش و طرقت و شہرت کی ہوس میں غزاردی حسین مظلوم کے رحم و راج میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ افسوس!

بھائی! (ذرا دبی آواز سے) لیڈری دنام کی خوش ہیں۔

ہاں! ہاں! ایک یہ کہہ کہ سستی ہرز لغزیری کی طے ہیں ملکٹوں میں کامیاب ہونے کی دھڑ، میں، سلم یا۔ جمیلینا کی نگاہوں میں غزیری ہونے کے خیال سے ہماری ددھینہ آٹھ دن کئی میں مظلوم کی یاد کو حسینی فخر کا سیر باغ دکھا کر تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں درندہ جب جناب عبد العزیز العلامی لانا کلب نہیں صاحب قبلہ مظہر العالی نے قوم کی اقتصادی حالت سدھارنے کے لیے ادارہ اقتصادیات قائم کر دیا ہے اور دل و جان سے شب و روز کام کر رہی ہیں تو کیوں نہیں اس میں ٹی کھول کر حصہ لیا جاتا اور وہی جسمیں یہ کہہ کر وہی کام اس ادارہ سے کیا جاتا جسے وہ حسینی فخر کے کنا چاہتے ہیں افسوس کہ

کے کہتے ہیں کہ ماں نے اپنے منہ سے ماہر بچہ کو امام کی گود میں دیتے وقت کہا تھا کہ اے میرے نئے عابد اگر تجھے تین دن سے دودھ نہیں ملا ہے، تم بڑا ہلکا ہو آ نکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں لب خشک ہیں، ہمارا بھول سا چہرہ کھلایا، ہولہ لیکیں بیٹا باپ کے ہاتھوں پر حرمہ کا تیر کھا کر رند دنیا بیکہ مسکرا دینا تاکہ دنیا جان جائے کہ دوائے رسول کی محبت کے احساس میں ہماری ماں کسی بی بی سے کم نہیں ہے اور دعوے عباس کے احساس کا تو عالم ہی جداگانہ اس لیے تھا کہ ان کے شوہر نے تمام زندگی اپنے کو حسین علیہ السلام کا غلام سمجھا اور انھوں نے اپنے کو نوٹس بچوں کو ان کے بچوں کا غلام اس لیے وہ تو سبھی تھیں کہ ہم ہر طرح سے شاربہ کے مستحق ہیں یہی وجہ تھی کہ انھوں نے شوہر کی رانگی کے وقت بچوں کو بھی لاکھڑا کر دیا تھا۔

اسی اشاعت دین و تحفظ ملت کی تھی وہ بھی ہم سے اپنی کون کھول سکتا ہے ذرا غور تو فرمائیے کہ جب ہم اپنے جھوٹے چھوٹے بچوں کو گود میں لیکے سینہ زنی کرتے ہیں تو بچہ کی نگاہ ہماری سینہ زنی کو بغور دیکھتی ہے اور ہماری آہ و زاری کو بچہ مستلہ ہے جو اس کی نگاہ کے ذریعہ دل میں جاگزیں ہو کر آیان و اقیان اور محبت حسنی کی وہ مضبوط بنیاد ہو جاتی ہے جس پر آگے بڑھ کر دین اسلام کی مالیشان عمارت تعمیر ہوتی ہے۔

بھر ہمارے بچہ میں نہیں آتا کہ غراور سی حسین علیہ السلام کے مسئلہ میں مردوں کو خرد اختیار کیٹھیکے دار سی کہاں سے مل گئی ہے جو ۵۰ ہجریہ بم دراج غراور سی ہی کی ترمیم کا خواب دیکھتے انھیں زندگی کی سیکڑوں رسموں میں جو نڈی بیابا موت دجیات اور تفریحی مشاغل کے سلسلہ میں روزانہ ہوتی رہتی ہیں۔ نہیں دکھائی دیتی میرے خیال کے تو انھیں کوئی حق نہیں ہے۔

ابھن تھی دھڑکن تھی اور کس قسم کی محبت ملی کہیں کی آگ جناب ام لیلہ کے دل دھڑک رہی تھی کہ وہ تمام رات سوچ جلا کر بیٹے کا شہاد دیکھتی رہیں اور پھر اس میں حسین کی محبت لے کر کیا رنگ بھر دیا کہ شاہزاد کو میدان جنگ میں جانے ہی کی نہیں بلکہ اس منغوان غلاب میں عروس اجل سے ہٹکار ہونے کی اجازت دیدی اور صاف صاف کہہ دیا کہ بیٹا اگر آنا تو خون کی دھاروں کا سہرا اور زخموں کی برہمی زیب تن کر کے آنا اور چھاتی پر ایک ایسا گہرا گھاؤ لکھا کر آنا جو دنیا کے مانباپ کو باز زندگی یاد رہے۔ اللہ اکبر

مرد کیا جانیں کہ جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا ہے تو اسے اپنی اولاد سے کتنی محبت ہو جاتی ہے اور اس کے ارمانوں کی دنیا کہاں تک سمٹ کر اس کی اس اولاد تک محدود ہو جاتی ہے۔ اس نرہ کو تو ہماری بیوہ ہمیں ہی خوب محسوس کرتی ہیں مگر معلوم حسین علیہ السلام کی محبت میں جناب ام فروہ کا دل کہاں تک ڈوبا ہوا تھا کہ انھوں نے حسن کی نشانی اور اپنی تمام امیدوں کی دنیا کو ہاتھ میں ہندی بچائے و دلہا بے میدان جانے دیا اور یہ کہہ کر جلتے دیا کہ بیٹا دیکھنا حسین کی مادہ گرائی سے مجھے روزِ شریف میں نہ کرنا تم سمجھ لیا کہ میں نے اسی دن کے لیے تھیں پالا تھا بیٹا! میں ہمارے اس بھول سے بدن کو جو میری تمام زندگی کی ریاضت کا نتیجہ ہے گھوڑے کے سموں سے پامال ہوتے دیکھ سکتی ہوں مگر حسین کی محبت کے اساس کو مٹا نہیں سکتی اللہ اکبر کی محبت تھی اور کیا احساس تھا خداوند اسکی بھڑکی سی جھلک مردوں میں پیدا کرنے۔

سہائی جان میں نہیں سمجھتی کہ مردوں کے پاس حسینی محبت کے احساس کا کوئی ذخیرہ ہے جس سے وہ جناب زینب سلام اللہ علیہا کے ان الفاظ کا ذریعہ معلوم کر سکتے ہیں کہ بیٹا! دین دشت اگر تم نے اس نین کی پیاس کے باوجود ممتاز آفتاب سے یا آگِ حرب کی حریت سے یا زخموں کی کثرت سے گھر کر دریا کی طرف دیکھا تو میں دودھ و بخشنوگی کیونکہ بھائی میرا پیاسا ہے۔ یا جناب باب کے اس جملہ کی قیمت معلوم

پیکر وفا

از جناب ایم صادق حسین صاحب خندان

عقل نگشت بد بندن ہے کہیں کیا بچہ کو
کم ہے گر کہ در معدن تقویٰ بچہ کو
حاصل صدق و صفات کے، تیری عباس
حسن فطرت نے وفا سے ہے سنوارا تجھ کو

دفا کے نام کو دنیا میں دی بقا تو نے
عطا کی طبع شرر بار کو جلا تو نے
لوا تھا ہے، لے پیکر وفا داری
ہماری زلیت کو تابندہ کر دیا تو نے

عباس تجھ پہ جاہ و حلاوت کو ناز ہے
تیری وفا پہ عشق و محبت کو ناز ہے
لے پیکر وفا پر شاہ لاف تیری
تیری بہادری پہ شجاعت کو ناز ہے

۴۳

یوہ نورت ہے، دل لم آگیز دقتیں بر کرتی ہے۔ آہ
بھائی! اور آپ مجھ سے کیا بوجھتے ہیں۔
بھائی نے متاثر ہو کر قلم رکھ دیا آنکھوں سے آنسو ٹپک چڑے
اور میں سے کہہ دیا کہ صبح کو تمہاری ستام باتوں کو کلمہ کر دفتر
نظارہ کو روانہ کر دوں گا۔

لہذا اگر آپ نے ایسا معذہن لکھا تو میں احتجاج
کوں گی اور بچی مہیوں سے درخواست کروں گی کہ جیسے ہماری
محترماؤں نے بوجھنا رت حسین علیہ السلام ان کی محبت و اعلیٰ
کے مظاہرہ میں ان کی شہادت کی عظمت و حرمت کے قائم و برقرار
رکھنے کے سلسلہ میں فوض و ماتم سے، اسیر و قید سے، مصائب و آلام
کی برداشت سے اپنی سینہ زنی و برہنہ سرسری سے احتجاج کیا اسی
طرح سب یک دل و یک زبان ہو کر غزاداری حسین میں نامناسب
ترمیمات پر احتجاج کریں۔

بھائی! (کچھ بڑے بعد) نامناسب ترمیمات سے تمہارا کیا مطلب
ہے؟

میں۔ یہی وحدہ قائم کی انجمن کے خلاف پردہ پگندہ کرنا غلط
و نیاز و حاضری و تبریک تفتہ یہ چلے کرنا، تفریہ و علم کے جلوس
اٹھانے پر کچھ پہنچ کرنا، سبیل سے رکھنے یا حسین کے نام پر
روٹیوں کے تقسیم کرنے کو حرم قرار دینا اور مجلسوں میں رونے لانے
پر تہنیت کرنا یا اذکار۔ کو حریت کرنا کہ مصائب و آلام حسین
کا ذکر کم کریں منہن در انہیں، دفاعیہ کے سرورسول پر کث کریں
اور توہم و انتقاد کی گتھیوں کو بھلوائیں خاص کر عزم سے
ارہین تک۔

بھائی۔ اور تمہارے نزدیک مناسب ترمیم کیا ہے۔

میں۔ اس کی اصلاح کی جائے کہ انجمن میں تقاضا نہ ہو
مجادلہ و مقابلہ کی سپرٹ انجمنوں میں نہ پھیلے، مجلسوں کی
تفریح و تماشہ پر چھڑکے نہ ہوں رہنمہ آداب مجلس کا
خیال رکھنا ہلکے اور یہ ذہن نشین رہے کہ ہم حسین علیہ السلام
کی صفات پر ہیں۔ حسین غریب کا چرسا ان کے زرگوں
کو معنی اٹھانے سے آہ ان کی نقبہ جگر ماں و معنوم میں
زینب و کھنوم کو دیتے ہیں اور شہید عاصمہ اور زور عاصمہ
کو اس طرح بسر کیا جائے جیسے کوڑا جاناں مرگ بسر مردہ؟

قرآن مجید کی روشنی میں

حضرت امام حسین علیہ السلام کی مکتبہ زندگی،
— از حضرت کمال عظیم آبادی —

قرآن مجید نے اپنی جامعیت کا عملی ثبوت یہ بھی کیا ہے کہ وہ گذشتہ واقعات جنہ کے صحت و قیام دریافت کرنے میں دنیا ٹھک کر رہی تھی ان کا اجمالاً بیان کیا اور مفسرین قرآن نے اس کی تفصیل فرم کے واقعہ کو اصل حد و حال میں واضح کر دیا اور دنیائے تاریخ پر احسان کیا۔

مظلم کی حمایت میں قرآن مجید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق لیا ہے اور ظالم کے فتنہ و فساد پر نمایاں القاطب اس قدر نفرت کیا ہے بلکہ یوں کہوں کہ ظالم و مظلم قرآن مجید کے وہ ابواب ہیں جن کو قدرت نے بار بار مہین کیا ہے

واقعہ کر بلا تاریخی حیثیت اور ایک مظلم کی سرگزشت ہونے کے لحاظ سے ضرور اس کا حقدار تھا کہ لسان قدرت کی خصوصی توجہ مبذول ہو آدم سے تا انیم نظر کر حضرت ابیہر اور اہلبیت، خلیل خدا ابراہیم اور فرعون موسیٰ اور فرعون قرآن مجید کے وہ موضوع ہیں جنہیں بتلایا گیا ہے کہ باطل پرورد حق کے سامنے ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔

وہ خلیل کے ظالم فرد کا یہ انسانیت سوز ارادہ کہ وہ حضرت ابراہیم کو خدا اللہ کے پورا نہیں ہوا اور فرعون کا یہ ظالمانہ نقد کہ حضرت موسیٰ قید خانے بھیج دیے جائیں ناکامیاب رہا مگر تذکرہ مصیبت ہے جو مخلوقوں سے ہمہ بدی پیدا کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے اگر ان واقعات کو حق تھا کہ قرآن مجید میں وحی کے جائیں اور حسین ابن علی کی شہادت عظمیٰ پر تبصرہ بھی قرآن کا شیوہ ہونا چاہیے۔ شیطان نے خلافت آدم سے انکار کیا مگر وہ انکار

حضرت آدم کے نفس و شر سے تھا نہ کہ مخالفت سے ذات آدم پر حملہ ہوا۔ لیکن یزید نے حسین کی خلافت سے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ حسین کے جان مال اصحاب اور اولاد تک کو فنا کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

اور اپنی فوج کے تیر تلوار زینے خنجر کو پیکر عصمت کی آیت رسائی کے لیے دھت کر دیا۔

اگر حضرت موسیٰ فرعون کے ہاتھوں قید میں بھیج دیے جاتے تو دنیا کا کوئی قید خانہ ایسا نہیں ہو جواں اسیروں کو بے آب و دانہ رکھا جائے لیکن یزید نے اپنی فرعونیت سے حسین کو کر بلا میں اس طرح قید کیا تھا کہ ان تک اور ان کے بچوں تک نفرت کا پانی بھی نہ پہنچ سکتا تھا۔

اب رہا غرور تو اس نے بھی اپنی مدد سے کہ خواب ابراہیم تک محدود رکھا تھا اور تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اذیت رسانی میں حضرت ابراہیم کے گھرانے سے غرور تو کوئی سروکار نہ تھا ابراہیم نار غرور میں پھینک گئے اور حسین ابن علی کے ستم بچوں کے خیموں میں فوج یزید نے آگ لگا دی اور اطفال خور و مال چاروں طرف سے بھڑکتے ہوئے سفیان میں اسیر تھے۔ یزید کے یہ مظالم یقیناً دنیا کے تمام ظلموں سے بڑھ گئے تھے اور قرآن علم میں اگر اس کا تذکرہ نہ ہوتا تو کلام الہی کی جامعیت بہرہ نہ آتا۔

ان بات مطلوب کے قبل یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ قرآن مجید نے کسی موضوع کو من و عن بیان نہیں کیا ہے اور نہ یہ قرآن کی شان ہے کہ وہ اول سے آخر تک کسی واقعہ پر روشنی ڈالے قرآن کی طرف سے اشارہ ہوتا ہے اور اہلبیت اس کی تفصیل کرتے ہیں قصص و حکایات، سیر و امثال احکام و عبادات، قرآن کے تمام باب اسے پہنچ پر قائم ہیں اور اپنے مخصوص انداز میں قرآن مجید حسین ابن علی کی سوانح عمری ہے۔

واقعہ کر بلا اکیب ہوا؟ اگر دیکھنا ہے تو یہ
 ڈھونڈو کر قرآن مجید سے لے کر تلاش کر لیا جائے بلکہ
 یہ دیکھو کہ بعثت رسول سے شہادت حسین تک کتنے دن گزرے
 تھے جناب سرور کائنات کی تبلیغ رسالت جو بعثت کے بعد سے
 شروع ہوئی ہے اور حسین کی شہادت تک بقول علامہ مجلسی
 ۱۷ سال ہوتے ہیں جس کی خبر قرآن مجید نے دی ہے آیت
 یہ مقطعات سورہ بقرہ اور قرآن کے پانچ دیگر سورتوں کا افتتاحیہ
 میں اگر سب اہل سے قطع نظر کی جائے اس وقت بھی ہر
 سورت میں بیچ، غم، مصروفہ اور اکتاہٹ کو دیکھ کر کر بلا کا پرابھم
 واقعہ نگاہوں میں بھر جاتا ہے۔

وہ انسان کامل جس نے تہذیب و معاشرت کو
 زندہ کر دیا کب پیدا ہوا اور کیا اس کی ولادت یا سعادت
 بھی غم و اہم کی نشانی تھی؟

اس کے جواب میں قرآن ترجمانی کرتا ہے حملتہ امہ مکہ
 دو فحشہ امہ مکہ واحدہ و فضاہ تلافون شہرا "وہ
 اپنی مادر گرائی کے بطن میں صرغ چھ مہینہ رہا اور مصیبت زدہ
 زمانہ حمل اور زچا خانے میں بچہ کی خبر شہادت سن کر آٹھ آٹھ
 آنسو رتی رہی۔

حسینی قافلہ اپنے وطن میں پہنچ ہوا یا خدا شناس بندے
 پر دہس میں ہمارا ہمارا قتل کئے گئے؟

اس سوال کا جواب بھی قرآن مجید میں ہے "الذین اخرجوا
 من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا الله"
 جتنے مصیبت زدہ آوارہ وطن ہوئے ان میں حسین ابن علی
 کی فریت سب سے بڑھی ہوئی تھی اور وہ بھی آیت کے مصداق بربر
 اہم ہیں۔
 کیا وہ اپنے گھونے میں پہلے شہید تھے؟ یا ان کے باپ

اور سہانی کو بھی شہادت کا درجہ عطا ہوا تھا؟ قرآن مجید
 بتاتا ہے "لنفسدن فی الارض من تین دلتعن علوا
 کبیرا" رسول کی برکت امتحان نے پہلی توار مسجد کو ذمہ
 علی مرتضیٰ کے سر پر لگا کر ان کو سجدہ باری میں شہید کیا تھا
 یہ پہلا فساد تھا۔ اس کے بعد حسن مجتبیٰ کو زہر ملاہل کا جام
 پلایا گیا اور یہ دوسرا فساد تھا۔ آخر میں شام والوں کی
 سرکشی اور ظلم صدمے بڑھ گیا اور کربلا میں بختن کا خانہ
 کر دیا گیا۔

وہ کہاں اور کس عالم میں شہید ہوئے قاتل کا کیا نام تھا؟
 خامس آل عباسی اس طویل سرگزشت کو پانچ حرفوں میں
 بیان کر کے سوانح حیات کو ختم کر دیا اور فرمایا "فعلین" یہ نرم
 عمر رات آج کے ملنے منعقد نہیں ہوئی بلکہ آپ کی بعثت سے

کئی صدی قبل کا واقعہ ہے حضرت ذکوانی نے بارگاہ ایزدی
 میں عرض کیا کہ مجھے بختن کے نام تعلیم کیے جائیں جبرئیل نے
 محمد آل محمد کے اسماء سکھائے۔ آپ نے ان ناموں کو زبان
 پر جاری رکھتے ہوئے محسوس کیا کہ وہ جب چار نام لیتے ہیں
 تو ایک قسم کی فرحت پیدا ہوتی ہے اور پانچویں نام کے ساتھ
 بالیدگی غم سے تبدیل ہوجاتی ہے اور انھیں آنسوؤں سے
 لبریز۔ جبرئیل سے نبی نے اس سترت اور بھر غم کا سبب پتہ
 کیا اور عقبہ کے ساتھ بیان کیا کہ چار ناموں سے تو مجھے تسلی
 ہوتی ہے اور جب چھٹی کا پانچواں نام لیتا ہوں تو آنکھوں
 سے آنسو ٹپک پڑتے ہیں خدا نے دہی کی کھلیاں اور
 نبی خدا پر یہ اثر ہوا کہ تین دن تک مسجد سے باہر تشریف
 نہیں لائے اور لوگوں کو منع کر دیا کہ میرے پاس نہ آنا۔

عبد و مہود میں ایک گفتگو تھی اور حدیث میں مراثت
 نہیں ہے کہ جبرئیل نے ذکر کیا کہ سامنے تو ضیع کی ہو مگر
 نے سوال کیا تھا وہ جواب کہ کہا اور تین دن تک روتا رہا

ۛ عقاقرآن عید کا وہ احسان جو داۛہ کر بلا کی ترجاں
کناکیں کے عید تمام اہل عالم پر ہوا اور جو قومیں حینیت سے
دلچسپی رکھتی ہیں ان کو شکوہ باقی نہ رہا کہ قرآن ایسی جامع
کتاب میں داۛہ کر بلا پر کوئی قوط نہیں ہو۔

فرماتے ہیں شہ میت صخر کو اٹھا کے ،
انوس کر ناوک نے تری پیاس بجھا دی

سوکھے ہوئے حلقوم پہ نانا کا گلا ہے
دکیا بھی شقی تو نے چھری کسے چلا دی
لے شمر نفا جو گئی تاریک جہاں کی
اندھیر کیا شمع امامت کی بجھا دی
اسپ شہ دیں ریں جو خالی نظر آیا
زینب نے جگر مقام کے بھائی کو صدا دی
بے پردہ جو احمد کی تو اسی نظر آئی !
خود خاک لے چادر سر زینب پہ اڑا دی
باز وہیں رسن بستہ تو سر پر نہیں چادر
باز اوروں میں پھرتی ہے وہ عالم کی خودا دی
کچھ جسم نہ آیا کسی بیدین کو کیفی
تصویر پیسیر کی لعینوں نے مٹا دی

رباعی

عالم میں علیؑ کل کے شہنشاہ ہو،
زی رتبہ دزی عزت و ذکبہا ہو
ہوتے ہی جواں خلق میں قوت یہ بڑی
باز دے بنی دساۛہ اند ہو !

بجھر

اس راز کو قرآن گزرنے کے بعد امام (ماں حضرت
حجت علیہ السلام نے فاش کیا اور فرمایا کہ :-
”ک“ سے مراد کر بلا اور ”ه“ سے مراد ہلاکت عترت اور
”ی“ سے یزید، قاتل حسین اور ”ع“ سے عطش ”ا درص“ سے
مراد صبر ہے (الفزع الاکبر قلی)

زنجیر ہلا دی

عید افضل حین کیفی ضوی لکھنوی
خشک ہوٹوں سے اک راہ محبت کی بنا دی
چھ ماہ کے بچے نے بھی تعلیم و فادی،
ہر گام پہ سجاد کی زنجیر سے محکم کر
کچھ اور بھی میاں اذاسیری کی بڑا دی
یوں کٹ گئیں زنداں کی شبیں کتنے تھے عابد
میں چپ جو ہوا پاؤں کی ٹری نے صدا دی
بیار کے نزدیک گئے شاہ و دعا
سزائوں نے اقدس پہ رکھا اور دعا دی
بھن جاتا جو گرنا کوئی دانا بھی زمیں پر
اس دہو پنے پیاس اور بھی بچو نکلی بڑا دی
لے نوح مجھے بھرنا ہے اک سوکھی ہوئی مشک
عباس نے میدان میں آکر یہ صدا دی
بالوں نے جسے سایہ میں ارمانوں کے پالا،
نقدیر نے وہ چاند سی تصویر چھپا دی
بابا مری امداد کو اب آسے رن میں
پہل بر چھی کا کھا کر علی اکبر نے صدا دی
شہ لائے حوال لال کا اس طرح سے لاشہ
سینے سے اگایا کبھی دامن کی ہوا دی،

مرجائے حسین کہتے تھے

از حضرت سلطان انگلیں عہد ابوغنیم جناب مولانا مولوی محمد علی

صاحب قیامہ صدر الافاضل

منتخب شیخ طرکی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں آتا ہے کہ چونکہ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) در وقت نبوت من دو پسر و برادر اور شہید شہود عرض کرد کہ گریہ می کند بر او و منم باقا و غزل او می شنود و فرمود اے فاطمہ (زناں) مرا مت من زمان اہل بیت گریہ کنند و مردان است بر مردان و تجدید می کنند عزا را بر سال جیلہ بعل جیلہ (شفاء الصدور) اس وقت تک مرسل تھی اور اس کا شمار صفات رذایات میں تھا جب تک اس پیشین گوئی نے اس واقعہ کی صورت اختیار نہ کی لیکن جب سے عالم نے عزائے تیدائشہد اکلی بنا ڈالی اس وقت سے یہ حدیث شفاء کی حد سے نکل کر صحاح میں داخل ہو گئی بلکہ اس کا شمار اخبار بالغیب معجزات نبویہ میں ہو گیا اس نظر سے دیکھنے کے بعد اس حدیث مقدسہ سے حسب ذیل امور استنباط کیے جاسکتے ہیں۔

۱) جناب معصوم کا بوجھنا کہ کون شخص حسینؑ پر روئے گا اور کون شخص ان کی عزا قائم کرے گا یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ حسینؑ پر رونا اور اقامہ عزا کرنا پسندیدہ معصومہ عالمیان ہے اور معاذ اللہ کہ جناب معصومہ ایسی بات پسند کریں جو شریعت نبوی کی رو سے جائز نہ ہو لہذا ثابت ہو کہ بکا بہرین و انا بیت عزائے حسینؑ شریعت نبوی کا جزو ہے۔

۲) رسول خدا کا خبر دینا کہ زنان امت زنان اہلبیت پر گریہ کریں گی اور مرد مردان پر۔ اس میں عورت و مرد ہر صفت کا فرض واضح کر دیا گیا ہے نیز یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ صرف قتل موجب بکا نہیں ہے ورنہ عورتوں کا عورتوں پر رونا کیا تھی؟ اس لیے کہ روز ما شور زمان اہلبیت میں سے کوئی عورت

درج شہادت پر فائز نہیں ہوئی۔

۳) تجدید عزا کرے گی ہر سال ایک قوم بعد دوسری قوم کرے۔ اس کلمہ میں استقبال کی خبر دے کر رمان مستقبل کو بخیر و بد کرنا اشارہ ہے کہ دنیا کا مستقبل جب تک ہے اس وقت تک عزائے حسینؑ قائم ہوتی رہے گی اور اگر زمانہ کی زیرنگیاں اور دینی خصوصیات کے ساتھ اسے بھی فنا کر دیا جائے گا میری امت کے فردوں کو چاہیے کہ اس سے باقی رکھنے میں اپنا پورا ایمانی زور صرف کریں کیونکہ اس امر کی بقا میں میری امت میں ہونے کا ثبوت اگر ہے۔ سیدہ کے جذبہ مادی کا احترام الگ اور پھر حسینؑ کی یاد اور اس کا ذکر الگ۔

۴) چونکہ حدیث مقدسہ میں لفظ یحید دون آیا ہے اور صرت (نوی ضد کنگی) سے ماخوذ ہے اس لیے ممکن ہے کہ یہ مطلب بھی اخذ کیا جائے کہ عزائے حسینؑ میں ہر دور کے موافق اور ہر عصر کے مناسب تجدید کریں گے اور ایسے عنوان اختیار کریں گے کہ اس عصر کے لوگ اس واقعہ عظیم اور حادثہ کبریٰ کی جانب ملتفت ہوں اور جو سستی روحانی اس نجات علیہ کے ذریعہ سے دیا گیا ہے وہ اہل عصر تک پہنچ جائے جو حسینؑ کا مقصد اصلی تھا لیکن اس کلمہ کے بعد ۲ یعنی ۲ یعنی یحید دون ۲ یعنی ۲ کی ترکیب بتاتی ہے کہ تجدید میں وہی امور لائے جائیں جو ذریعہ مہر تسکین ختمہ بنجما ہوں اور اس کی دو صورتیں ہیں جنہ کی جانب سیدہ عالمیان نے اپنے سوال میں اشارہ فرمایا ہے یعنی ۱) حسینؑ پر کون روئے گا؟ یہ امر ان حضرات کی تشفی کا باعث ہو گا کہ اگر اہلبیت حسینؑ آپ پر ہونے والے ہوں تو ایک فرقہ ہر دور میں ہوتا آیا اور تا اتمام قیامت پیدا ہوتا رہے گا جو اس امر بزرگ کی

اقامت کرتا رہا اور کرتا رہے گا جس سے شخصیت حسین و عظمت مصائب حسین پر روشنی پڑتی ہے لہذا غزائے ان امور کا ہونا ضروری ہے جو باعث گریہ و بکا ہوں گے۔ پہلا مقصد سوال معصومہ میں یہی ہے۔

(۲) اور کون اقامت عزا کرے گا کون مصائب بچائے گا؟ کون مجلس ید شہداء قائم کرے گا؟ کون ان کے کارنامے ذکر کرے گا؟ کون حسین کے منہ پر ظلم و ظلم آشکار کرے گا؟ کون امر کو رخصت کرے گا؟ جسے زید اور زینب یوں نے مٹا نا چاہا اور حسین و زینب نے شہادت گوارا کر کے ابراہام و اسماعیل کے لیے زمرہ کر دیا اور دوسرا مقصد سوال جناب معصومہ کا یہ ہے۔

اگر عزا کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ زینب یہی ہیں اسلام بہت بڑے خطرے سے دوچار ہو رہی ہیں تیسرے مقصد توحید کا انکار دل سے زبان سے اچکا تھا۔ سامیہ و امیہ وحدت نگاہوں میں خار ہو رہے تھے انھیں صاف کر دینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور کیوں نہ ہو زینب اور حضرت پر اقرار توحید تھا اور اب نفاق پر انکار۔ اقرار توحید کی بوجہ وہ کی کر رہا تھا ابلیسی کا گراں آریاں سامیہ و امیہ تھیں وہ پاکیزہ سبق جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مصائب برداشت اور لہو پانی کر کے راعی تک پہنچایا تھا اس کی تبلیغ جاری تھی اور ان تیزوں مقدور ہستیوں کے

مہمصر انسان صورت و خالین کی کوششیں بار آور ہوئی نظر نہیں آتی تھیں اس لیے ان مخالفین کی ذریت سے بڑا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالین ہی دنیا سے نکلے اور بلو کر دیے جائیں۔ ورنہ کفر اسی جو نفاق کے چرچے میں چھپا کر انکا معفو کر دیا گیا۔ اس سے عرض و طول عام میں جگہ نہ مل سکے گی۔ ورنہ نہ صرف کفر و نفاق

اور اہلیت اس پر کمر بستہ ہو جائے تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ایک ایسے مجاہد کی حدیث میں پیش کر دوں گا جو کام تو وہی کرے جو بزرگوں نے انجام دیا۔ لیکن صورت عمل زمانہ سے موافق مانوں گے مطابق فضائے مناسب اور ابلیسی کا گراں آریوں کا پورا پورا جواب ہو جس کی شکست میں فتح مضر اور فحاشی بقاء کا جلوہ ہو اور وہی سبق جسے دنبائے خلافت مٹانا چاہتی تھیں جناب جلی حریفوں میں بچائے دوام پا جائے چنانچہ قدرت نے حسین کو پیش کیا اور حسین نے ہتھکڑیاں اوجس شات قدم استقلال شہادت بلند و شجاعت کامل کے ساتھ ان منتخب درویشوں کو اپنے الہی کارناموں کو باقی رکھا اس کی نظیر عالم کے کسی گوشہ میں نہیں مل سکتی۔ ان کی شہادت نے تباہی کا حدیث کی طرف حق تھا اور اہل باطل حسین کی جانب ہر ایت اور اہل مخالفت۔ سینہ راہ توحید کے پادری تھے اور اہل کفر کی وہیری۔ حسین آدم سے لیکر خاتم تک برہنہ کے ورنہ وارخطہ اور اسرار الہی کی نیابت بعد اہل محمد کما عقی و وجدانی فرض ہے حسین کے واقعات یاد کرے اور ان کے مصائب پر فطرت کے مطابق آواز دے اور ان کے کارناموں و روحانی تعلیموں کو دل کی گمان سے دیکھ کر ایمان قوی کرے۔ یہ اقامت عزا کا مقصد جو سیدہ عالمیہ کے دل میں سمجھ تھا اور ان کے لافرض ہے کہ ہم معصوم کی تائید ذات میں خزن و غنم نہ ہم نے شیخ کا معیار بھی ہی بنایا ہے۔ سینہ فون لہو نہنا۔ لہذا نہ نہ لہو نہنا لیکن غم حسین کی توبہ و توفیق

یہ حضرت ختمی مرتبت سے لیکر آخری معصوم تک ہر پادری نے مرکب ہدایت کی کہ ہم حسین صاب و مقصد ہے یہ ایسے ہی کی شہادت عظمیٰ نے نہ صرف اپنے ماسلت سے کارنامہ رکھے بلکہ خلعت معانین کی دینی خدمتوں کی جانب دنیا کی بھائیوں کو دے دی کہ جب حق پرہ حق میں نگاہ مجھ تک پہنچے گی اور یہاں اسے حق کا جلوہ نظر آئے گا تو پھر اس سلسلہ کو ماتھے

ابو الفضل العباسي

چنانچہ انسان میں نظم و حسی جو ذریعہ اور خطا و کیلئے قرینہ پیش کر کے اگر اسی ہی میں ملکہ پیش
فرمیں جو ان کی کمزوری، تاثر، ہرج مرجع، اور کلام حق کے لئے خطا و ابا الفضل العباسؑ میں ملکہ ہے
جیسا کہ اولیائے حق و علیہ السلام کا نام و طبرستان و علیہ السلام کا نام و طبرستان (رضی)

ہزار جناب مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ قصبہ جوراس ضلع بارہ نکی،

۱ اٹھایا یوں علم عباس نے پیاس کے لشکر کا، ل لب دریا رہا تا حشر قبضہ اس دلا در کا، ۱
 ۲ خطا تھی صوف ستانی کی جبرٹ گئے شانے ن فضائل میں اثر تھا جعفر و ساقی کو ثمر کا، ۲
 ۳ بنا دریا کا پانی آئینہ دل کی کدورت کا ض ضیافت نے کیا کینہ عیاں قوم شکر کا، ۳
 ۴ امیدیں توڑ کر بچھنی دل جو آر کا توڑا، ل لگا شک سکینہ پر وہ پیکاں بانی شکر کا، ۴
 ۵ رہے باقی نہ بازو جگھر سی مجبور کے تن پر ا الم سے سرنگوں رایت ہوا سبط پیمبر کا، ۵
 ۶ بنی کے سامنے پہونچا جو اپنا حق ادا کر کے ل لہو سے سرخو تھا لعل کان نسل حمید کا، ۶
 ۷ ظفر عباس نے یوں پائی افواج شدائد پر ع علم دنیا میں لہراتا ہے اتکلس غضنفر کا، ۷
 ۸ تمام وقت کی خاطر کٹا کر دونوں ہاتھوں کو ب بتایا مقصد سبیت دبا یا زور سب زر کا، ۸
 ۹ رفاقت اور حمیت کی جہاں نیشن گھٹجاتی ا اگر منظر کرتے اپنے آگے قتل صفر کا، ۹
 ۱۰ ہمیشہ خود کو سمجھے خادم ناچیز مولا کا س صدا ملحوظ رکھا فرق رہر واد رہبر کا، ۱۰
 ۱۱ اٹھیں کہنے لگے اہل جہاں ماہ بنی ہاشم ن نظر آیا جو عکس انہیں علی سے مہر انور کا، ۱۱
 ۱۲ بہادر وہ کہ حیواں پر اثر تھا ضبط و مہمت کا مڑا رہوار بھی دریا سے پیاسا شیعہ قدر کا، ۱۲
 ۱۳ وفا ایسی گئی جان خیز بھی ساتھ پانی کے ب بہاؤں بن کے آب مشک گویا جسم طہر کا، ۱۳
 ۱۴ الٰہی فضل کراتا کہ نظارہ ہر در و ضے کا ر رفیع المنزلت ہو بخم باقر کے مقدر کا، ۱۴

ہم حسینؑ کی مجلس میں خدا کو یاد کرتے ہیں محمد مصطفیٰؐ کا ذکر کرتے ہیں علی ابن ابیطالبؑ، معصومہؑ عالمیان کے فضائل ذکر کرتے ہیں حسن مجتبیٰؑ کے کمالات عالم تک پہنچاتے ہیں اور سیدالاجدین سے لیکر امام عصرؑ تک سب کے ذکر سے برکت حاصل کرتے اور ان علوم لدنیہ عالم آشکارا کرتے ہیں یہاری مجلس مظاہرہ فطرت لدنیہ کے وسط کے ساتھ درگاہ

سے ہندوئیکا اور میرے بعد آنے والے معصوم افراد کو بخش
کرتا ہوا آگے بڑھتا جائے گا میں اس تک کہ اپنی ہدایت کو
اس ذات تک پہنچانے کا جس کا وجود فاسق بخش سے
دوستہ ہوگا حاصل یہ کہ ایک حسین کا ذکر ہوا چاروں معصوم
کا تذکرہ ہے اور ایک حسین کی یاد ان سب کی یاد ہے ہماری
مخلیوں کا نہیں خصوصیات کا حاصل میں اور رہی گی۔

مومنت بھی ہو گی ہیں، مجھیں تاہم رکھنا عقلی ایمان ضروری ہے۔
اور یہ سب کچھ چین کی برکت ہو ایلے۔ مہاجر اہلسناعت کہتے کہتے

اساس نظم عام عالم

یا

محبت و دنیا

ارجناب ڈاکٹر سید مجاہد حسین صاحب رضوی

محبت کی عمومیت { سطح ارض کے تمام بننے والوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو کوئی فرد ایسی نہیں ملے گی جس کو دعوئی محبت نہ ہو اور جو اپنے نظریے کی ماتحت کسی نہ کسی کو اپنا محبوب سمجھتی ہو۔ عام اس سہو کہ افراد عالم کالے ہوں یا گورے وحشی ہوں یا مہذب تعلیم یافتہ ہوں یا جاہل، ہر ایک لفظ محبت کو دوست رکھتا ہے اور کسی نہ کسی حیثیت سے کسی نہ کسی چیز کو اپنا محبوب سمجھتا ہے شرعائے عالم نے اس محبت کے تذکرہ سے دیوان کے دیوانہ سیارہ کر ڈالے۔ علما و مذاہب نے اپنی تبلیغ کا موضوع اسی محبت کو قرار دیا۔ فلسفیوں نے اسی محبت کو بہترین فیضیات ثابت کرنے کی کوششیں کیں اہل اوروں مل اس کی تعریف میں رطب اللسان رہے اور اسی محبت کو اصل مذاہب عالم قرار دیا مختصر یہ ہے کہ ہر ایک انسان محبت کو اصل مدعا سمجھتا ہے۔ محبت کی اسی محبوبیت سے سمجھ کو بھی اس پر آمادہ کیا کہ میں بھی اس غیر مرئی کو نادریدہ محبوب کی حقیقت معلوم کروں اور سلسلہ میں اس بات کا بھی سراغ لگاؤں کہ آخر محبت ہے کیا ہے اور اہل عالم نے اس کی ماہیت وحقیقت کو کتنا سمجھا ہے۔

اقوام عالم اندر مذاہب، عام کے حالات یہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت کے باب میں ہر مذہب اپنی دنیا لیکن ہر ایک قوم و مذہب کے افراد کے محبوب نامت ہیں۔ اسی اختلاف کو نتیجہ غلط سمجھنے کے لئے ضرورت ہوئی کہ اول یہ معلوم کیا جائے کہ آخر محبت کیا ہے۔

حقیقت محبت { اگر محبت کے معنی یہ دنیا کی حقیقت محبت کے مختلف معاشقہ کا نام ہے کے لحاظ سے اس میں اختلاف پایا جاسکتا ہے۔ لیکن قرطب محبت تیار ہے۔ لفظی اعتبار سے کچھ ہی کیوں نہ ہو مگر اس ہر ایک کو تسلیم ہے کہ محبت ایک غیر مادی شے ہے اور عرب کیفیت قلب یا اثبات قلب کا نتیجہ ہے اسی کہ نسبت کو چاہئے۔ مذہب و کشش کچھ ہاں یا میلان و رغبت طبع ہیں سے یہ ۱۰ بھی ۱۱ ہو جاتا ہے۔ جو ہر ایک انسان کا زبان طہمت مختلف ہے کسی وجہ سے ہر ایک کا محبوب بخوبی بدل گیا ہے۔ اگر اس حد تک اس مسئلہ کے سمجھنے کو کافی سمجھ لیا جائے۔ (اگلے صفحہ پر)

رباعی

ارجناب شیدی میر حسین صاحب مخبر سکرٹری انجمن
ماتم شاہ النبی خان کوئٹہ

فخر کیونکر ہو۔ یہی تو سمت ہے
شکر حق ہو۔ یہی سہ زبانت ہے
زار و دامن مدد ہے۔ کیوں نہ ہو
ال احمد کی۔ دل سے ہے محبت نیکو

اور خلقت محبوب پر نظر غائر نہ ڈالی جائے تو اثرات مخلوقات ہونے کا دعویٰ انسان کے لئے موزوں نہ ہو گا کیونکہ

(۱) جمادات مخلوقات میں پست ترین طبقہ ہے مگر جمادات میں سے ہر ایک شے میں بلکہ ان کے ہر جزو کے نظام عام ہر ذرہ میں ایک کشش و جاذبیت پائی جاتی ہے یہی کشش یا جاذبیت جمادات کے ہر جزو کو سالم برقرار رکھتی ہے ورنہ سس کے ذرات متفرق و منتشر ہو جائیں اور وہ شے من حیث المجموع شے نہ کہی جائے علاوہ بریں چھڑمٹی، لوہا، ذرات ارسن وغیرہ وغیرہ ہر شے اپنے کمرہ کی طرف کشش و جذب رکھتی ہے اور بحرحرحصل کے فتراق انتشار کے لئے کسی حالت میں بھی تیار نہیں ہے۔ آپ جب چاہیں تجربہ کر لیں کہ جب مٹی کا کوئی ٹکڑا زمین سے اٹھا کر پوری طاقت سے ہوائیں پھونک دیا جائے تو وہ ٹکڑا ہاتھ کی طاقت کے ختم ہوتے ہی اپنے مرکز پر پڑے گا زیادہ چیز کی ساتھ واپس ہو گا۔ یہی حال اجرام فلکی کا ہے۔ ہر سیارہ و ثابت ایک دوسرے سے صرف قوت جذب کی بدولت معینہ حدود پر قائم ہے۔ اگر ان کی جاذبیت میں کچھ کمی فرق پڑ جائے تو نظام عالم زیر و زبر ہو جائے۔

(۲) نباتات چونکہ حکما قدیم و متاخرین نے سبب محبت میں جالب منفعت اور لذت نفس کو دخل کیا ہے اس لحاظ سے نباتات کو، سبز اور نازک پتوں اور شاخوں اور اصول میں بھی بہ جذب و کشش بدرجہ اتم پائی جاتی ہے اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ہر پودہ اپنی موافق طبیعت اور مرغوب فطرت اغذیہ کا مشتاق ہے اور باوجود موانع اپنے محبت کو حاصل کرنا ہے اور اسی طرح اپنی ہستی کو برقرار رکھتا ہے۔ جن درخت تو اپنے محبوب کے اتنے طالب رہتے ہیں کہ جب تک ان کے ہم مزاج محبوب کو ان کے متصل نہیں لگایا جاتا وہ نہ بھولتے ہیں اور نہ پھلتے ہیں بلکہ نامراد ہی تشک ہو جاتے ہیں۔

(۳) حیوانات چونکہ منزل انسانی سے قریب تر ہیں لہذا ان میں تو محبت کا مادہ بہت زیادہ موجود ہے اور حیوانات معاملہ محبت میں اتنے پختہ ہیں کہ انسان باوجود اثرات مخلوقات ہونے کے ان کی محبت کے افسانے دہرایا کرتا ہے اور اس نے اپنے علم ادب کا موضوع ہی دن انسانہائے محبت کو قرار دیا ہے۔ "بلبل کا عشق گل سے" اور پر جانہ کی محبت شمع سے انسانوں میں ضرب المثل ہو چکی ہے۔ علاوہ بریں شیر اگرچہ ایک خوفناک درندہ ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بس ہیبت جاذبہ کو محبت سے کوئی لگاؤ نہ ہو گا مگر ایسا نہیں ہے۔ شیر بھی اپنے سینے میں دل رکھتا ہے اور اس میں وہی کیفیت قلبی پیدا ہوتی ہے جن کا نام محبت ہے۔ قطع نظر اس کے وہ اپنے مادہ اور بچوں سے محبت کرتا ہے یہ بھی مشاہدہ ہے کہ جب یہی خوشخوار جانور گھریلو طریقے پر بالیایا جاتا ہے تو غیر جنس بنی انسان کو اپنا مالک تصور کر کے اس کے قدموں پر پڑ کر محبت انداز میں لوٹنے لگتا ہے۔ اگر اس کے دل میں کیفیت محبت پیدا ہوتی ہو تو

میکہ کرکس سے یہ فعال محبت سرزد ہوتے بار بار دیکھا گیا ہے کہ چوٹی چوٹی چڑیاں جب ان کے بچوں پر بڑا ہمارا مل کر تاپے اور ان کے اشیاء سے بچوں کو یہ جبر نکالنا چاہتا ہے تو وہ بغیر اپنی جان کی پرواہ کئے ہوئے اس موزی قوی میل جانور پر حملہ کرتی ہیں۔ اگرچہ قوت و طاقت کے لحاظ سے وہ بہت ہی کمزور اور سخیف ہوتی ہیں مگر محبت کے فتنے میں شہر ہو کر اپنے سے قوی تر کے مقابلے پر تیار ہو ہی جاتی ہیں بلبل جب شاخ گل تک پہنچ جاتی ہے تو اس کے نچے سے دل میں مثبت کی وہ لہر پیدا ہوتی ہے کہ وہ عالم بخود ہی میں فریاد کرتے کرتے صیاد کا شکار ہو جاتی ہے اور بردانہ جب نور شمع کو نگھنے جنگلوں کی پتیوں میں سے چھتے چھتے ہوئے دیکھتا ہے تو تاریکی شب اور طوفان باد و باران کی بغیر پرواہ کئے ہوئے اپنے محبوب تک پہنچتا ہے اور طوفان محبوب کرتے ہوئے شمع کی لوسے و لگا کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاتا ہے۔

انسان اور محبت جبکہ موالید ثلاثہ کی ہر فرد کی بقا کا انحصار محبت پر ہے تو چونکہ انسان حیوان سے بھی اشرف و بلند مرتبہ ہے لہذا میدان محبت میں اس کا ہر مخلوق سے پیش پیش ہونا ضروری ہے۔ یہی توجہ نخی خالق یکتا نے جب انسان کو خلق فرمایا تو اس کا نام بھی انس رکھا۔ انس اور انس میں صرف زبرد زیر کا فرق ہے ورنہ انس وہی ہے جو انس ہی انس ہو۔ اگر دوسرے مخلوقات کے مانند انسان میں بھی کچھ محبت یا انس پایا جاتا اور انسان مطلقاً و کلیتہً انس و محبت نہ ہوتا تو انسان کو دیگر مخلوقات پر درجہ شرف حاصل نہ ہوتا۔ دوسری مخلوقات کو کچھ محبت دی گئی اور انسان کو محبت ہی بنا کر پیدا کیا گیا۔

چونکہ محبت اساس نظام عالم ہے اور انسان مدعاے و غرض خلقت عالم ہے اس سبب سے بھی قدرت نے انسان کو جسمہ محبت بنایا۔ اب اگر کسی انسان میں محبت نہ پائی جائے تو انسان تو انسان اس کو حیوان بھی کہنا صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر انسان محبت کی حقیقت کو نہ سمجھے اور اپنا صحیح محبوب معین نہ کر سکے اور مثل دیگر مخلوقات کے مختلف بوج بنائے تو بھی انسان اور حیوان میں وجہ امتیاز کوئی شے نہ رہے گی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کا محبوب صرف خود اس ظاہری کے معیار سے معین نہ ہونا چاہیے بلکہ مخلوقات کی بنا پر اس کا انتخاب کیا جانا انسانی کمال کے اظہار کا سبب ہو سکے گا۔ کیونکہ اگر انسان صرف حسن صورت ہی کو محبوب رکھے تو اس کا اشرف مخلوقات ہونا غلط ثابت ہوگا اور اس کا شمار زیادہ سے زیادہ جانوروں میں ہو سکے گا کیونکہ بیل، گھوڑا، چکور، نور ماہ پر اور بردانہ نور شمع پر فریضہ ہے اور ان حیوانات کی محبت میں غرض کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے اب اگر انسان صرف مادی اشیاء کو اپنا محبوب بنائے گا تو لازمی اس کی محبت میں غرض بھی شامل ہوگی۔ اس لحاظ سے انسان کا مرتبہ حیوانات سے بھی بہت تر ہو جائے گا اور اس کا اشرف انانیت فنا ہو جائے گا۔ اس طرح اگر

انسان اور اسے آگے قدم بڑھا کر اولاد خوش آئند اور نہائے دل پسند کا فریشتہ اور دلدادہ ہو گا تو بھی بلحاظ مرتبہ محبت اس کا یا یہ نامزد ہر اس کو (نہ ہر لیے سانپ) سے زیادہ نہیں ہو سکتا کیونکہ بالنسری کی سرلی آواز پر سانپ بھی سر دھننا ہے۔
 بہر حال انسان کو اپنی شرافت و فضیلت انسانی قائم رکھنے کے لیے لازمی ہے کہ اس کے قلب میں تمام موجودات سے زیادہ کیفیات محبت موجزن ہوں اور اس کا محبوب موجودات عالم کے محبوبوں کے مقابل میں زیادہ حسین اور غیر مادی اور غیر فانی ہو۔

اگر اقوام عالم اس دقیق مسئلہ کو حل کر لے تو یقیناً تمام عالم سے فسادات جنگ و جدال و فساد فریب و خونریزی و مفاہکی اختلافات و انزاعات فنا ہو جاتا اور امن و امان محبت و اتفاق کا دور دورہ ہوتا آج اہل عالم بوجہ جنگ و نفس پرستی کے جن مصائب میں مبتلا ہیں ان سے نجات اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ انسان مادیت سے بالاتر و کراپنے مرکز محبت کو معین کرے اور صحیح محبوب کا سراغ لگائے۔ بہر حال اب میں اہمیت محبت کو واضح کر کے منظر محبت و فسادات مذکورہ کراچاہتا ہوں۔

انسان مدنی بطبع است و کار ہائے عالم بہ معاونت بکر گردا بستہ و انسان را
فلسفہ کی دو محبت و وفا کا درجہ { ضرورت محبت با بطبع متوجہ کمال آفریدہ اند پس انسان با بطبع محتاج
 محبت است۔ (ترجمہ) یہ مسلم ہے کہ انسان مدنی بطبع ہے اور عالم کا نظام ایک دوسرے کی مدد پر منحصر ہے۔ علاوہ بریں
 انسان کو فطری طریقے پر ترقی با کمال کی جانب مائل پیدا کیا ہے لہذا انسان فطری طور پر محبت کا محتاج ہے؟
 (اخلاق انصاری فلسفہ اخلاق ص ۳۶۵)

محبت اساس نظام عالم ہے { فلسفہ اخلاق کی رو سے یہ بات مسلم ہے کہ مکارم اخلاق یا اجناس فضائل صرف محبت سے
 شجاعت، عفت و عدالت ہیں اور عدالت کا مرتبہ حکمت و شجاعت و عفت ہر فضائل
 سے اعلیٰ دامن ہے لیکن ان فضائل چارگانہ پر کبھی جو چیز ترجیح و فضیلت رکھتی ہے وہ محبت ہے۔ میرے اس قول کی
 تائید سندر جہ ذیل حوالہ سے ہو گی:-

”محبت عدالت پر کبھی فضیلت رکھتی ہے۔ اگرچہ عدالت اکل فضائل انسانی ہے اور محافظت نظام نوع انسانی میں
 اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے مگر انصاف و عدالت کی اسی وقت احتیاج ہوتی ہے جبکہ دو شخص اس کے درمیان محبت
 نہ ہو۔ انصاف کے معنوی معنی متنازع فیہ کے دو برابر حصے کرنے کے ہیں اور منصف یا عادل دو اشخاص کے درمیان شے

متنازع فیہ کو دو برابر جتنے کر دیتا ہے، لہذا انصاف کثرت لا مقتضی ہے اور محبت سبب اتحاد ہے۔ انہیں وجہ کے بنا پر محبت عدالت پر فضیلت رکھتی ہے اور تمام موجودات کی بقا کا سبب صرف محبت ہی قرار پاتی ہے۔ (اخلاق ناصری) بہر حال یہ امر اچھی طرح واضح ہو گیا کہ محبت موجودات عالم میں فطر کی طریقہ پر قدرت کی جانب سے ودیعت رکھی گئی

ہے۔ اور بقا کے عالم اسی پر محصور و موقوف ہے اور انسانی کمالات کے حصول کے لئے صرف محبت ہی درکار ہے۔ لیکن چونکہ انسان تمام موجودات عالم پر فضیلت رکھتا ہے لہذا اس کا محبوب مثل دیگر موجودات کے مختلف ہونا ضروری ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جبکہ انسان حقیقت محبت کو پہچانے اور چونکہ حقیقت محبت کا پہچاننا انتہائی دشوار ہے لہذا اس بات کی بھی ضرورت لاحق ہوئی کہ اس کا بہترین منظر یا نمونہ قدرت کی جانب سے اہل عالم کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اس منظر محبت کی تاسی اور پیروی کر کے انسان نقطہ کمال تک پہنچ سکے اور دیگر موجودات سے مرتبہ امتیاز حاصل کر سکے۔

فضائل قیور نے اسی غرض کے پورا کرنے کے لئے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے اور تمام مکارم اخلاق کا منظر انہیں حضرات کو قرار دیا۔ لیکن ان مکارم اخلاق یا اجناس فضائل میں سے کسی ایک صفت کو کسی ایک میں نمایاں کیا۔ اگر کسی فرد کو منظر شجاعت بنایا تو دوسری فرد کو منظر عدالت اور اگر ایک فرد کو منظر حکمت بنایا تو دوسری فرد کو منظر غفۃ مدد اقامت وغیرہ۔

اہل انصاف اگر تاریخ عالم پر نظر غائر ڈالیں گے اور تمام مہتم بالشان شخصیتوں کے حالات کا اندازہ کریں گے تو ان کو عالم کے پیشواؤں میں صرف چند شخصیتیں محبت کے لحاظ سے اعلیٰ ترین نظر آئیں گی۔

اور ان ممتاز اور منتخب اشخاص میں اگر کوئی ذات منتخب ہو سکے گی تو وہ قوت بازو سے حسین یعنی حضرت عباسؓ اور علی ابن ابی طالبؓ کی ذات ہوگی۔ حضرت عباسؓ نے میدان محبت میں جو کارہائے نمایاں کر کے دکھائے ہیں اس کی مثال عالم کی تاریخ کے صفحات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس منظر محبت و وفا کے تاریخی و تہمتا بہ تفصیل تحریر کروں مگر یہ کام اتنا دشوار ہے جتنا کہ حضرت عباسؓ کی شخصیت کی کما حقہ معرفت۔ بہر حال کچھ لکھنا اپنے جذبات کے اظہار کے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔

قبل اس کے کہ میں اس پیکر محبت اور مجسمہ وفا کے واقعات تحریر کروں ضروری سمجھتا ہوں کہ اتنا اور عرض کروں کہ محبت کا وفا سے کیا تعلق ہے۔

فلسفہ اخلاق کے اعتبار سے محبت کی دو قسمیں ہیں جیسا کہ اخلاق ناصری کی عبادت سے بھی واضح ہوتا ہے۔

(۱) اگر روحانیت قوی باشد میلان اور بجانب خیر محض و بطالع جلال خیر محض گرود۔ و اگر در انسان مادیت مستولی باشد محبت اور لذات دنیوی متعلق می شود (ترجمہ) اگر کسی شخص میں روحانیت قوی ہوتی ہے تو اس کا میلان طبیعت صرف نیکی کی طرف ہوتا ہے اور وہ صرف جلالت و عظمت خیر محض کا مطالعہ کیا کرتا ہے اور اگر کسی شخص میں مادیت کا غلبہ ہوتا ہے تو اس کی محبت کا تعلق لذات دنیوی سے ہوا کرتا ہے۔

محبت روحانی و مادی کا فرق { اس مختصر تمییز کے بعد ہر ایک انسان اس کا نتیجہ باسانی نکال سکتا ہے اور وہ یہ کہ جب مادیت کا غلبہ صرف لذات دنیوی تک محبت کو محدود بناتا ہے تو اس مہم کی محبت کا باقی رہنا بھی اسی وقت تک ممکن رہے گا جب تک کہ وہ لذت دنیوی جو سبب محبت ہوئی ہے پوری نہ ہو جائے مگر بخلاف محبت روحانی کے یہ محبت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک کہ روحانیت باقی ہے اور اس روحانی محبت کے سبب سے اگر انسان کو مصائب اور تکالیف کا مقابلہ کرنا پڑے گا تو بھی انسان کو بوجہ خلوص محبت کے لذت روحانی ہی حاصل ہوگی اور جتنے مصائب بڑھتے جائیں گے اسی قدر محبت میں قوت پیدا ہوتی جائے گی یہاں تک کہ مصائب اور تکالیف کی لذت کو انسان لذت محبت محسوس کرنے لگے گا بس اسی درجہ محبت کا نام وفا ہے۔

محبت سے وفا کا تعلق { اگر دعویٰ اور محبت مصائب اور تکالیف کے مقابلے میں جی ہار گیا تو وہ بے وفا اھد اگر محبت سے وفا کا تعلق { مصائب اور تکالیف کے اضافہ کے ساتھ محبت میں بھی قوت اور ترقی پیدا ہوتی گئی تو یہ وفا ہے چنانچہ فلسفہ میں بھی وفا کی تعریف یہی کی گئی ہے۔

تعریف وفا { وفا کہ در اجناس تحت عدالت است آن بود کہ از التزام طریق مواسات و معاونت (ترجمہ) وفا فضیلت عدالت کے تحت میں ایک فضیلت ہے اور اور اس کی تعریف یہ ہے کہ غمخواری اور حمایت و مدد کا طریقہ انسان اپنے لئے لازم کرے اور اس طریقہ مواسات و معاونت سے تبادر کرنے کو جائز ہی نہ سمجھے۔

اس تعریف وفا کی بنا پر لازم ہوتا ہے کہ اگرچہ محبت کرنے والے پر مصیبتوں کے پہاڑ ہی کیوں نہ ٹوٹ پڑیں لیکن جادہ محبت سے اس کے قدم ڈگتے نہ پائیں اور اس کے عزم معاونت و مواسات میں کئی واقعہ نہ ہونے پائے۔

محبت و وفا کے باہمی ربط و تعلق کو سمجھ لینے کے بعد محبت کی عظمت اور جلالت اور بھی ظاہر ہوگی اور یہ بھی واضح ہو گیا

کو محبت کے معنی میں وفا کے معنی بھی مضمحل ہیں۔ یہی تو وہ جہت تھی کہ فائق عالم نے اپنے حبیب کو حکم دیا کہ وہ اُمت سے صرف محبت ہی کو معاوضہ رسالت میں طلب کریں چنانچہ رسول اللہ نے بحکم رب العزت محبت و مودت اقربا طلب کی تھی اور یوں سوال فرمایا تھا۔ لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة فی القربى۔ (ترجمہ) میں تم سے سوال نہیں کرتا ہوں مگر یہ کہ (لے میری اُمت والو!) میری آل سے محبت کرتے رہنا۔ مگر انھوں نے کہ رسول کی آنکھ بند ہوتے ہی اُمت رسول نے باوجود دعوے محبت و وفا کو فراموش کر دیا۔ اگر اُمت محمدیہ محبت کے ساتھ وفاداری کو بھی یاد رکھتی تو نہ اسلام کے بہتر فرستے ہوئے اور نہ واقعہ کر بلا ہی پیش آتا۔

حضرت عباسؓ مظهر محبت و فائیں ہر مال محبت و وفا اساس نظام عالم ہے اور تمام مذاہب کی روح رواں بھی یہی محبت و وفا ہے۔ ہر مذہب کے تاریخ میں کم و بیش ایسے واقعات ملتے ہیں جو اہل مذاہب کی رہنمائی کرتے ہیں چنانچہ ہمارے ہندوستان میں بھی ایک تاریخی واقعہ مشہور ہے اور اس واقعہ محبت و وفا کی یادگار ہر سال اہل ہند بڑے انتظام سے مناتے ہیں۔ یہ واقعہ رام چندر جی اور سیتا اور رادن کا ہے۔ چونکہ میں اس واقعہ کا مقابلہ نظارہ کے سابقہ "ابو الفضل العباسؓ نمبر" تفصیل سے کر چکا ہوں بایں وجہ اس کی تکرار کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر برادران وطن یعنی اہل ہند واقعہ کر بلا کے ہیرو کے حالات پر غور فرمائیں گے تو ان کو خود وفا کے حضرت عباسؓ کی اہمیت ثابت ہو جائے گی۔ درحقیقت حضرت عباسؓ نے وہ مظاہرہ محبت و وفا کیا ہے کہ جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ اگر تمام اقوام عالم اور مذاہب عالم اس مظهر محبت و وفا کی زندگی سے سبق لینا چاہیں تو ان کو پھر کسی دوسرے واقعہ وفا کی احتیاج نہ ہو۔ بیشک خداوند عالم نے حضرت عباسؓ کو مظهر محبت و وفا بنایا تھا اور وہ اس لئے کہ اہل عالم اس نور و وفا کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیں اور برکات محبت و وفا سے فیض یاب و مستفید ہوتے رہیں۔

ناظرین مضمون مندرجہ بالا کی تہدید کی روشنی میں وفا کے عباسؓ کو ملاحقہ فرمائیں۔

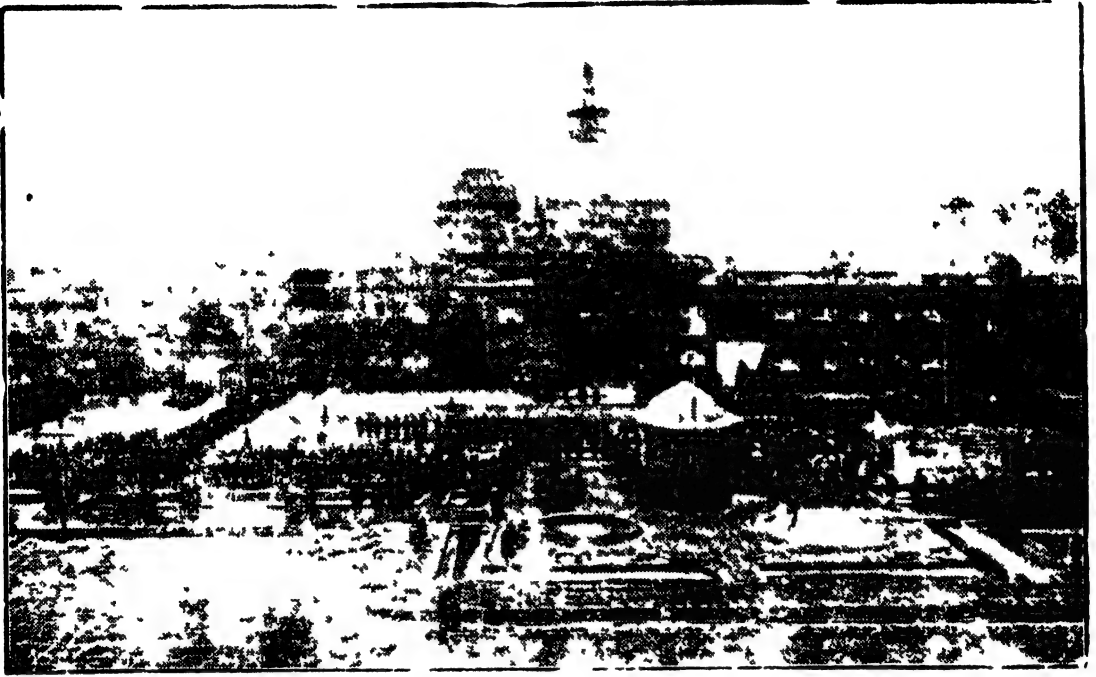
واقعات { (۱) دوست و دشمن، مسلم و غیر مسلم ہر ایک طبقے کا انسان اس امر کا اقرار کر چکا ہے کہ واقعہ کر بلا مظلومیت اور مصائب کے لحاظ سے عالم کے تمام واقعات سے بالاتر ہے۔

(۲) حضرت علی بن ابی طالبؓ کے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ کے جن سے دو فرزند تھے ایک امام حسنؓ اور دوسرے امام حسینؓ حضرت علیؓ نے حیات فاطمہ میں دوسرا عقد نہیں کیا۔ بعد وفات فاطمہ حضرت علیؓ نے حضرت

ام البنین سے عقد فرمایا اور ان کے بلن سے چار فرزند ہوئے۔ جب حضرت علیؑ کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے اپنی سب اولاد کو جمع فرمایا اور سب کو حضرت امام حسینؑ کے سپرد کر کے وصیت فرمائی لیکن حضرت عباسؑ کا ہاتھ حضرت امام حسینؑ کے ہاتھ میں نہیں دیا اور نہ ان کے بارے میں کچھ وصیت فرمائی۔ حضرت ام البنین نے یہ سب کچھ دیکھا۔ بڑھاپے پر کچھ عرض تو نہ کر سکیں مگر آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھری ٹپک گئی۔ حضرت علیؑ نے آپ کو رونا ہوا دیکھ لیا۔ دریافت فرمایا کہ آخر اس رونے کا کیا سبب ہے؟ حضرت ام البنین نے دست بستہ عرض کی: "مولانا میرے عباسؑ سے کیا خطا ایسی سرزد ہو گئی ہے کہ آپ نے بس کو امام حسینؑ کے سپرد نہیں فرمایا؟ یہ سنکر حضرت علیؑ رونے لگے اور فرمایا کہ "ام البنین! تم عباسؑ کی ماں ہو۔ تم کو عباسؑ سے بہت محبت ہے میں اسی فکر میں تھا کہ مبادا اس وقت مصیبت میں شائد تم عباسؑ کی مصیبت کے سننے کی تسخّل نہ ہو سکو۔ اب تم نے خود میرے تردد کو دور کر دیا۔ سنو! میرا عباسؑ میرے حسینؑ کا غلام ہے اور میرے حسینؑ کا ناصر ہو گا۔ آپ نے یہ فرما کر حضرت عباسؑ کو قریب بلایا۔ سینے سے لگایا اور امام حسینؑ کے ہاتھ میں عباسؑ کا ہاتھ دیا اور فرمایا کہ بیٹا عباسؑ! تم میرے بیٹے ہو اور حسینؑ رسول اللہؐ کا بیٹا ہے۔ اے عباسؑ میں تم کو حسینؑ کے سپرد کرتا ہوں تم حسینؑ کی خدمت کو اسی طرٹ اپنا شرف سمجھنا جس طرح میں نے رسولؐ کی خدمت کو اپنا شرف سمجھا؟ حضرت علیؑ یہ فرما کر رونے لگے اور زخم سر کی تکلیف سے بیہوش ہو گئے۔ حضرت عباسؑ بس وقت کم بس تھے۔ آپ نے پدر بزرگوار کے یہ الفاظ سنے ممکن ہے کہ اس واقعہ سے قبل عباسؑ امّین کو بھائی کہتے ہوں مگر اس واقعہ کے بعد سے ہمیشہ حضرت عباسؑ امام حسینؑ کو آقا ہی کہتے رہے اور ہمیشہ خدمت امام حسینؑ میں مصروف رہے۔

(۳) منہ میں امام حسینؑ مدینہ منورہ میں اپنے نانا کے روضہ اقدس کی مجاوری ہدایت خلق اور عبادت خالق میں زندگی بسر کر رہے تھے کہ یزید کا خط والی مدینہ کے پاس آیا کہ حسینؑ سے یزید کے لئے بیعت لی جائے اور اگر حسینؑ یزید کی بیعت کرنے پر راضی نہ ہوں تو ان کا سر قلم کر کے دربار یزید میں بھیج دیا جائے۔ امام حسینؑ نے جب سچا کر میری بیعت سے یزید فاسق کا مطلب صرف میرے نانا کے دین کو مٹانا ہے تو آپ نے وطن کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیا اور سامان سفر میں مصروف ہو گئے۔ اعزاء اقارب دوست احباب اور نانا کے کلمہ گو مسلمان وقتاً فوقتاً آکر مشورہ دینے لگے کہ بس وقت سفر کرنا اور اپنے وطن کو چھوڑنا منا سب نہیں ہے اور ہم سب آپ کی مدد کے لئے یہاں موجود ہیں۔ مگر امام حسینؑ نے جواب میں فرمادیا کہ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم لوگ نہیں دیکھتے۔ آپ نے حضرت عباسؑ کو حکم دیا کہ سامان سفر کریں۔ حضرت عباسؑ نے سامان سفر کیا۔ حکم ہوا کہ اہلبیت رسولؐ کو بھی سوار کیا

ہفتی اور بھی دی آرام کا عین



روضہ غریب الغریاء امام رضا علیہ السلام

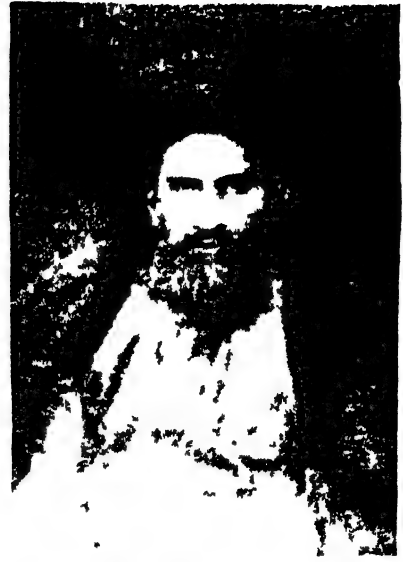


روضہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

علیہ السلام



حضرت قدوة العلماء طاب ثراه



حضرت دقرا العلوم طاب ثراه



حضرت ظهور الملائكة طاب ثراه



حضرت نعم العلماء طاب ثراه

جائے اگرچہ بعض قوی اعزاز نے عورتوں اور بچوں کو لے جانے سے روکا مگر حضرت عباسؓ نے حکم امام میں چون دہرا کرنے کو خانہ فاکے خلافت سمجھا۔

۸۔ رجب ۳۱ء کو حسینؓ کا قافلہ روانہ ہوا اور منزل بہ منزل عرب کی گرمی اور لون کے تکالیف اٹھانا ہوا کہ غلغلہ ہو چکا۔ حضرت عباسؓ اشارت سفر میں بچوں عورتوں، در و نقار کی خدمت کرتے رہے لیکن کسی منزل میں بھی اپنی رائے زنی کو مناسب نہیں سمجھا۔ ذی الحجہ کا چاند مکہ میں دیکھا گیا اور اصراف حاکم اسلامیہ جو جوق حج کے لئے خانہ کعبہ میں

جمع ہونے لگے۔ امام حسینؓ خانہ خدا میں آئے تو پناہ لینے کے لئے تھے مگر جب آپ نے دیکھا کہ حاجیوں کے لباس میں یزید کے معین کردہ کچھ قاتل بھی موجود ہیں تو اپنے

حرمت کعبہ کو اپنے خوں بہنے سے برباد نہ ہونے کے خیال سے سفر کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ حضرت عباسؓ نے بے چوٹی

چراغ بخت و خدات عصمت و طہارت کو سوار کر لیا اور ۸۔ رذی الحجہ کو یہ قافلہ کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عرب کی گرمی

لوں کے تھپیڑے، غبار گرم کا اڑنا، پانی کی قلت، بچوں اور عورتوں کی ہمراہی، دشمنوں کا ترغیب جان و عزت کا

خوف اور یہ ناز پروردہ خاندان چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ حتیٰ کہ حضرت علیؓ صغر ششماہ کا ساتھ مگر حضرت

عباسؓ نے اپنے اوپر بھوک و پیاس کی تکالیف اٹھاتے ہوئے ایسا اہتمام و انتظام کیا کہ حسینؓ کا کوئی چھوٹے سے

چھوٹا بچہ بھی ان میں ضائع ہونا تو درکنار بیمار بھی نہ ہوا۔

اشنا و سفر میں نماز تہ آفتاب سے پریشان ہو کر ویرانہ میں قافلہ ٹھہرا ہوا تھا کہ حرا بن یزید ریاحی ایک ہزار سوار لیکر آ پہنچا۔ یہ ایک ہزار کا لشکر ایسا پیاسا تھا کہ جو اس تک درست نہ تھے اور گھوڑوں کی زبانیں باہر

نکل رہی تھیں امام حسینؓ نے جب حر کو دیکھا تو فرمایا کہ "علی یا اتی" ہمارا دوست ہو کر آیا ہے یا دشمن خُرنے

جو اب دیا کہ دشمن کیونکہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو کہیں جانے نہ دوں اور اسی بے درگاہ ویرانہ میں روک لو

مگر اس وقت بہت پیاسا ہوں کچھ پانی ہو تو پلا دیجئے حضرت عباسؓ نے بچوں کے خیال سے پانی کا منقول انتظام

کر لیا تھا۔ امام نے حکم دیا کہ حر کے لشکر کو پانی پلا دیا جائے۔ حضرت عباسؓ نے حکم کی تعمیل کی اور ایک ہزار

سپاہیوں کو پانی پلا دیا۔ اس کے بعد دست بستہ عرض کی "آقا! بچوں کا ساتھ ہے اب کیا حکم ہے" حسینؓ نے

فرمایا کہ بھائی عباسؓ حر کے لشکر کے گھوڑے پیاسے نہیں حسینؓ سے ان جانوروں کی پیاس نہیں دیکھی جاتی۔

حضرت عباسؓ نے حکم کی تعمیل کی اور کل پانی گھوڑوں کو پلا دیا۔ حضرت عباسؓ خود پیاسے رہتے تھے مگر

پانی کی حفاظت اطفال حسینؓ کے لئے کرتے تھے مگر اس

دقیقہ پر کبھی اس مجسمہ وفائے عذر نہ کیا اور حکم بے چون و چرا تعمیل کی۔

سفر حسینؓ ختم ہوا اور حضرت عباسؓ نے نہ فرات کے کنارے خیمہ اہل حرم نصب فرمائے۔ دوسرے روز

فوج مخالف نے کہا کہ یزید کا حکم ہے کہ حسینؓ کے نیچے

ہے اور دشمن قریب بڑھتے چلے آتے ہیں۔
امام نے فرمایا کہ بھائی ان ملائین سے کہدو کہ آج کی
رات ہم کو مہلت دیں اور اسے بھائی عباس اس اگر تم سے
ممکن ہو تو اس حملے کو روک دو۔

صاحبان فہم خود امام کے اس قول سے اندازہ
فرما سکتے ہیں کہ حسین کو عباس کی شجاعت کا کتنا اندازہ
تھا اور حسین کو عباس پر کس قدر اعتماد تھا۔ امام حسین
یقیناً جانتے تھے کہ عباس کے صرف لٹکار دیئے سے
فوج مخالف کے پچھلے چھوٹ جائیں گے جب ہی تو آپ نے
تنہا حضرت عباس کو تیس ہزار فوج کے حملے کے روکنے

کا حکم دیا۔ بہر حال جب عباس مقابلے میں تشریف
لے گئے اور لٹکار کر فرمایا۔ ”اے دشمنان خدا اور رسول تمہارا
کیا ارادہ ہے۔ دیکھو خبردار اب قدم آگے نہ بڑھے۔“
یہ فرما کر حضرت عباس نے تلوار علم کر لی۔ فوج مخالف
سے سب سالار نے کہا کہ بڑید کا حکم ابھی آیا ہے کہ آج ہی
حسین پر حملہ کیا جائے، مگر ہم حملے کے لئے مجبور ہیں۔

حضرت عباس نے فرمایا کہ میرے آقا کا حکم ہے کہ آج
جنگ پر آمادہ نہ ہو کل دیکھا جائے گا۔ آج کی رات ہم سب
خدا کی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔

بحال حضرت عباس کے رعب و جلال نے فوج مخالف
کو پلٹا دیا اور شب عاشورہ عبادت کے لئے مل گئی۔

امام حسین نے اصحاب کو تاریکی شب میں جمع فرمایا
اور خطبہ بیان کر کے فرمایا کہ اے دوستو یزید میرا دشمن ہے

کنارہ فرات پر نصب نہ ہوں بلکہ خشک زمین پر نصب
کی جائیں۔ حضرت عباس جیسا بہادر اور جری بھلا اس کو
کب گوارا کر سکتا تھا کہ وہ یہ حقارت آمیز طریقے دیکھے۔

اس حکم کو سنتے ہی حضرت عباس کے تیور بدل
گئے اور تلوار میان سے کھینچ لی اور عرض کیا کہ بھولا!
حکم دیکھئے کہ ان ملائین کو تہ تیغ کر ڈالوں۔ یہ دشمنان خدا
اور رسول تو اپنے خیام نہر کی ترائی میں لگائیں اور ہم کو
یہاں سے ہٹنے کا حکم دیں۔

امام حسین نے اس غیر خدا کے شیر کے تیور دیکھے
اور پاس باکرہ معلوم کان میں کیا کہہ دیا کہ اب حضرت
عباس نے تلوار میان میں کوئی اور خود خیموں کے ہٹانے
میں مصروف ہو گئے، اور جس جگہ حسین نے حکم دیا خیام
کو نصب کیا۔ اہل انصاف خود غور فرماتے جائیں کہ عباس
کے لئے محبت و وفا کی مندریں دم بدم کھن ہوتی جاتی ہیں
دل میں تو جوش شجاعت موجزن ہے اور محبت ہاشمی
میں جوش پیدا ہو چکا ہے مگر حکم امام کے سامنے سر

جھکا ہوا ہے۔ فوجیں محرم کو بوقت سہ پہر یکایک
فوج مخالف میں جس کی تعداد کم از کم بیس ہزار تھی تقار
بسنے لگے ہیں، زمین کر بلا نقاروں کی گونج اور تلواروں
کی جھنکاروں سے گونج اٹھتی ہے۔ امام حسین حضرت عباس
کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بھیا عباس!
دیکھو تو یہ ہنگامہ کیا ہے۔

آپ جواب فرماتے ہیں کہ آقا فوج مخالف نے حملہ کیا

تم کیوں اپنی جانیں دیے پھر بستہ ہو۔ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم اس تاریکی شب میں میرے پاس سے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ یہ فرما کر امام حسینؑ نے شمع کو گل کر دیا۔ حضرت عباسؑ نے جب یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی "آقا۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم غلام آپ سے جدا ہو جائیں۔ ہم اپنی جانیں آپ پر قربان کریں گے اور آپ پر اسے بھی نہ آنے دیں گے۔ حضرت عباسؑ یہ فرما چکے تو اصحاب حسینؑ نے عرض کیا کہ ہم اگر ستر مرتبہ شہید کئے جائیں اور پھر زندہ کئے جائیں تو بھی ہم اپنی جانیں آپ ہی پر قربان کریں گے۔"

مومنین کا اتفاق ہے کہ اس مجمع میں جان نثاری کا اظہار سب سے پہلے حضرت عباسؑ نے کیا اور اس کے بعد رفقا و حسینؑ نے۔

شب عاشورہ صبح و انصار حسینی عبادت میں مصروف ہیں حضرت عباسؑ خیاں حسینی کے گرد طلایہ بھر رہے ہیں کہ آپ کا گزرا ایک نیسے کی جانب ہو آپ نے رونے کی آواز سنی۔ پردہ اٹھا کر دیکھا تو آپ کی ہنسی حضرت ام کلثومؑ رورہی ہیں آپ اندر تشریف لے گئے۔ دریافت فرمایا کہ بہن کیوں روتی ہو۔ حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا کہ بھیا عباس۔ سب اہل بیت رسولؐ نے کل حسینؑ پر شہداء کرنے کے لئے اپنے اپنے بچوں کو سنوارا ہے۔ کل سب اپنی اپنی اولاد کو حسینؑ کا فدیہ کریں گے۔ میرے کئی اولاد نہیں ہے۔ سوچتی ہوں کہ میں اپنے ماں جائے پر کس کو قربان کر دوں۔ حضرت عباسؑ نے

جسٹنا اور اپنے سر کو بہن۔ تدبیریں پر رکھ کر فرمایا کہ بہن! یہ سمائی حاضر ہے آپ مجھ کو عین کا فدیہ کریں اور مجھ کو اجازت جنگ دلوادیں۔ جب حضرت عباسؑ حضرت ام کلثومؑ کو تسلی دے کر واپس ہوئے تو حضرت زینبؑ کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؑ خواہر امام حسینؑ نے اپنے دونوں صاحبزادوں عونؑ اور محمدؑ کو آراستہ کیا۔ انھوں نے اور ان کو نصیحت فرما رہی تھیں کہ بیٹا کل سب سے پہلے تم میرے بھائی پر قربان ہونا۔ آپ نے جب حضرت عباسؑ کو دیکھا تو فرمایا۔ بھیا عباس! تم سے ہم سب کو بہت ڈھارس ہے بھیا عباس! کل میرے بھائی کے سے خبردار رہنا حضرت عباسؑ نے دست بستہ عرض کیا کہ میں عباسؑ تو حسینؑ کا غلام ہے یہ کہہ کر آپ نے کہا کہ عباسؑ کی زندگی میں حسینؑ کو کوئی گناہ نہ سمجھئے کبھی دیکھ سٹلے۔ آپ مطمئن رہیں۔

صبح عاشورہ فوج مخالف میں آقاؑ نے بچنے لگے ان صحابہ میں رادہ خدا نے دو گنا صبح باجماعت ادا کیا۔ حضرت عباسؑ کو قوی اُسبقتی کہ حسینؑ سب سے پہلے باس کے لئے کی اجازت دیں گے۔ ہاتھ باندھ کر ساتھ لے گئے اور سوئے کہیں کہوں غلام کو اجازت جنگ نہ دیتے۔ امام نے فرمایا کہ بھائی عباس! تم تو میرے علمدار فوج ہو تم سے تو مجھ کو تقویت ہے تم ابھی

نہاؤ۔ عباس جوش شجاعت میں آنکھوں میں آنسو
بھیر لائے اور تصویرِ اطاعت بن گئے اعدا خوش رہے۔
عمر ابن سعد سپ سالہ فوج یزید آگے بڑھ کر آیا
اور کہا کہ اے عباس! تم کو اماں دی جاتی ہے تم یقین
کر لو کہ حسین کا کوئی ساتھی اب نہ بچے گا تم ہماری طرف
چلے آؤ۔ حضرت عباس نے جب ان جلوں کو شناخت
کا پنپنے لگے اور فرمایا کہ اے ملعون تجھ پر اور تیری اس
امان پر لعنت کہ تو مجھ کو اماں دیتا ہے اور اپنے رسول
کے نواسے کے قتل پر آمادہ ہے خدا تجھ پر اور تیرے میر
پر لعنت کرے۔

بہر حال امام حسین کے اقربا نے باری باری
اجازتِ جہاد طلب کی اور ہر مجاہد کے ساتھ حضرت عباس
ہاتھ جوڑے ہوئے آئے اور حالتِ آپ کی یہ تھی کہ آنکھوں
میں آنسو بھرے ہوئے تھے اور آپ چاہتے تھے کہ
امام اجازتِ مرحمت فرمادیں۔ یہاں تک کہ چھوٹے
بچے اجازت لینے کے لئے امام کے سامنے حاضر ہوئے
حضرت عباس نے خیال فرمایا کہ شاید حسین اب تو مجھ کو
اجازت دیدیں گے پھر دست بستہ عرض کی مگر جواب میں
حسین نے فرمایا کہ بھیا عباس عوں کو یا محمد کو یا قائم
کو گھوڑے پر سوار کر دو۔ یہ پکیر و فاطمہ اپنے آنکھوں کے
ساروں بھانجے بھتیجیوں کو مرنے کے لئے گھوڑے پر سوار
کر کے بھیج رہا تھا مگر حکمِ امام سے مجبور تھا۔ سچ تو یہ ہے
کہ عباس کے لئے جنگ کے شہید ہونا اس امر سے

سہل تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو خود سوار کر کے مرنے
کے لئے بھیجیں مگر کیا کریں کہ حکمِ امام کا ماننا ہی شانِ جہت
و فاختہ۔

مختصر یہ کہ اعزاز کے بعد انصار شہید ہونے کے
لئے جانے لگے اور ہر جانباز کے ساتھ اسی طرح عباس
تنائے شہادت میں آتے تھے اور روک دیئے جاتے
تھے حتیٰ کہ اب بھڑ علی اکبر شبیہ پیغمبر کے کوئی نہ رہا اور
علی اکبر بھی بوڑھے باپ کے سامنے ٹھن پہن کر اجازت
میدانِ جنگ لینے کے لئے حاضر ہو گئے۔ یہ وقت حضرت
عباس پر بہت سخت تھا۔ اب حضرت عباس سے
منبط نہ ہو سکا۔ حسین کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کی
کہ مولا! اب عباس بے موت مرا جاتا ہے۔ حضور عباس
آپ کا غلام ہے پھر عباس اپنی آنکھوں سے یہ کیونکر
دیکھے کہ آقا زادہ اور شہزادہ تو مرنے جائے اور غلام
دیکھتا رہے۔

سچ تو یہ ہے کہ حضرت عباس اب بھی اتنی جرات
اجازتِ طلبی میں نہ کرتے مگر اب عباس مجبور تھے اور وہ
اس لئے کہ عباس دیکھ رہے تھے کہ علی اکبر رفتار میں
گفتار میں شکل میں اور مشابہت میں رسول اللہ سے مشابہ
ہیں اور امام حسین کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ بیشک امام
کے بعد اگر زندہ رہ گئے تو یہی امام ہوں گے لہذا عباس
کا قریضہ ہی یہ تھا کہ وہ امامت کی حفاظت کریں اور
اود اپنے کو شیخِ امامت پر پروانہ وار نشان کریں۔ ان حالات

کے وقت میں بھلا عباس یہ کیونکر گواہ کر سکتے تھے کہ علی اکبر عباس کے نظروں کے سامنے شہید ہو جائیں۔

مختصر یہ کہ امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کی غرض کو سمجھ لیا اور عباسؑ کو اجازت جہاد تو نہ دی مگر اتنا فرمایا کہ بھیا عباسؑ! دیکھو بچے بہت پیاسے ہیں اگر ہو سکے تو کھوڑا پانی بچوں کے لئے لا دو۔ حضرت عباسؑ کے دل میں تو جوش شجاعت کا سمندر موجزن تھا جب آپ نے یہ سنا کہ اب بھی جنگ کی اجازت نہیں ملی تو دل کے ارمان دل ہی میں فنا ہو گئے آپ نے اطاعتِ حکم میں ایک مشک لی اور فرات کا رخ کیا۔ اگرچہ عباسؑ کو تین دن کے بھوک اور پیاس اور ضبطِ جوشِ شجاعت اور دامنِ اقربا و انصار اور فقارے کز و در کردیا تھا مگر پھر بھی شجاعتِ عباسؑ کا منظر دیکھنا ہو تو دیکھو کہ ۵ ہزار نگہبان فرات کو چشمِ زدن میں مار بھگایا اور گھوڑے کو فرات میں ڈال کر دکھا دیا کہ شیر دریا پر یوں قبضہ کیا کرتے ہیں۔ خشک مشک کو تر کیا پانی بھرا چلو میں پانی اٹھایا اور یہ صرف اس لئے کہ اہل عالم گواہ رہیں کہ پانی پینے پر پوری قدرت تھی مگر چونکہ پانی پی لینا جبکہ آقا اور آقا کے بچوں کے پانی نہ پیا ہو شانِ محبت و فدا کے خلاف تھا آپ نے چلو سے پانی پھینک دیا اور یہ فرمایا کہ عباسؑ جبکہ حسینؑ کے بچے پیاسے تو تم پانی پی کر کیا کرو گے۔ پانی نہیں پیا اور مشک بھر کر آپ واپس ہوئے۔ باوجود اس کے کہ ایک ہاتھ میں علم تھا

دوسرے ہاتھ میں سپر اور شانہ پر مشک، اہل پابندیوں پر بھی دلاورانِ فوجِ یزیدی میں سے کسی کی ہمت نہ تھی کہ سامنے آکر دوچار ہوتا۔ آپ مشک لئے گھوڑے کو ہمہ تن چلے آ رہے تھے کہ کھجور کے درخت کی آڑے کر ایک شقی نے وار کیا دست و است قلم ہو گیا مگر آپ نے علم بائیں ہاتھ سے روکا اور مشک کو سینے سے لگایا اور آپ حملہ کرتے ہوئے بڑھتے رہے کہ پھر ایک ملعون نے ایک وار بائیں ہاتھ پر کیا وہ ہاتھ بھی کٹ کر گر گیا۔ اب اس شیر کے لئے گھوڑے پر سنبھلنا بظاہر مشکل تھا مگر آپ نے دانتوں سے علم کے تسمے کو پکڑا اور سینے سے مشک کو لگایا اور بڑھتے رہے۔ کچھ ہی دیر کے بعد ایک دشمن خدانے سر پر ایک گرز کا وار کیا اور ایک شقی نے ایک تیر مشک پر لگایا۔ اب مشک کا پانی اور عباسؑ کا خون ساتھ مل کر بجھنے لگا گھوڑے پر سنبھلنا اب ناممکن تھا۔ آپ زمین پر گرے اور آواز دی یا مولا ادرکنی۔ امام حسینؑ گھوڑے کو سر پٹ لیکر عباسؑ کے سر پر پونچھے دیکھا کہ ۳۴ سال کا بہادر بھائی خون کے دریا میں نہایا ہوا ہے۔ آپ زمین پر بیٹھ گئے عباسؑ کا سر زانو پر رکھ لیا۔ حضرت عباسؑ نے جو امام کا خوشبو پائی رقعے جان باقی تھی عرض کی مولا غلام کے آنکھ سے خون صاف کر دیجئے امام حسینؑ نے خون صاف کیا۔ عباسؑ نے مسکراتے ہوئے حسینؑ کو دیکھا اور عرض کی کہ آج تک غلام نے حضور سے کوئی فرمائش نہیں کی لیکن آج ایک انتہا ہے اور وہ یہ کہ حضور غلام کی میت

اٹھا کر نیچے تک، نہ لے جائیں۔

ناظرین غور فرمائیں تو حقیقت وصیت عباسؑ
ظاہر ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عباسؑ نے کھن سے
کھن منزل میں محبت و وفا کا بہترین نمونہ پیش کیا اور
کبھی حکم حسینؑ میں چون و چرا نہ کی اور نہ کوئی انقباض
بجز التجار مرگ کی مگر یہ آخری وقت میں مسکرا نا اور
میت نہ بجانے کی وصیت کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟
بات یہ تھی کہ حضرت عباسؑ منظر محبت و وفا سمجھے اور
تصویر وفا کے نقش و نگار کو اپنے خون کے رنگ سے
رنگین و خوشنما بنا رہے تھے لہذا آپ نے یہ نہیں چاہا
کہ وقت آخر دامن و فاپر یہ داغ آجائے کہ غلام
کی میت کو آقا نے خود اٹھایا اور اگر حضرت عباسؑ
یہ وصیت نہ فرماتے اور حسینؑ میت عباسؑ دونوں بابرک
پر اٹھا کر خود لے جاتے تو تکمیل تصویر وفا قیامت
تک نہ ہو سکتی۔

بہر حال امامؑ نے میت اٹھا کر نہ لے جانے کا
وعدہ فرمایا اور حضرت عباسؑ بھائی کی آغوش میں
مسکراتے ہوئے جنت کو سہارا لے کر
بدلا نفس کے آمد و شد کا جو انتظام
کلمہ یہ داستان وفا ہو گئی تمام
(یونس دید پوری)

سلام

خدا نفع نفسی را در حق جانین شد مگر شعر اجابت سجادین شد
یہ ممکنات میں واجب کی جستجو کیا ہے
غلط ہے سوچنا ہی یہ مرا کہ تو کیا ہے
خدا کے ہونے نہ ہونے میں گفتگو کیا ہے
نگاہ عقل سے دیکھو یہ رد ہو گیا ہے

جو پوچھا شافعی نے عباسؑ کو علم دیدوں
بہن پکاری بھلا اس میں گفتگو کیا ہے
میں ہنس کے بولا جو پوچھا گیا امامت کو
فرشتوں غور سے دیکھو یہ رد ہو گیا ہے
غم حسینؑ میں لہجوں نہ ہو تو دل ہی نہیں

جو اشک بکے نہ پیکے تو پھر لہو کیا ہے
نبیؐ کی چال ہے رفتار کبیر مہرید
خدا کی شان ہی انداز گفتگو کیا ہے
گھر کی اسل ہے پانی اور اصل شک لہو
پھر اس کے آگے بھلا اس کی آبرو کیا ہے

علیؑ کو رب جو میں کہتا ہوں رست کہتا ہوں
قرآن پاک سے خود پوچھ لو غلو کیا ہے
بنا ہے شکبہ زاجب ہوا ہے قابل قدر
دگر نہ پانی۔ کچھ قطرہ کے آبرو کیا ہے
بھگتے مثل نصیری کے جوشِ الفت میں
جو تو نہ خود یہ بتاتا ہمیں کہ تو کیا ہے
مذبح کر شہ دیں کو خدا سے ڈر لے شمر
خبر یہی ہے کہ قریب رگ لگو کیا ہے

شریکِ حید

از چشمِ حیرانِ نبینِ جنابِ لدنِ صاحبِ نظر

جنابِ عباس کی آمد

ہے ادھر آمد ولبندِ شہ قلعہ کشا
پڑ گیا ہے جگر کا وزی میں ازا
ہے جو ادنیٰ اسحق کے علم کا بچا
خوف سے زرد ہو خورشیدیں کا چہرہ
دور اتنا ہے مگر دیتا ہے تھرا تہا ہے
جوڑ کر ہاتھ شعاہوں کے ہٹا جاتا ہے
شور برپا ہے یہی شان سواری دیکھو
آج جنگل میں چلی باد بھاری دیکھو
دیکھ لو قدرتِ حق رحمت باری دیکھو
خاک پر لوز کا دریا ہوا جاری دیکھو
دوش پرلے کے حری مشک و علم آتے
لوز ریتا ہوا بر کر م آتا ہے
زوفشاں سحرِ رایت کا چمکنا دیکھو
چشمِ خورشید کا رہ کے جھپکنا دیکھو
انج پر اختر تاباں کا چمکنا دیکھو
قدم مہر میں کوثر کا چمکنا دیکھو
کچھ عجب حسنِ ضیاء اریان کھلاتی ہیں
نہیں کوثر کی شعاہیں سی نظر آتی ہیں
اوس طرف لوز نشاں ہی علم فتح و طغر
ہے ادھر رخ سے عیاں شانِ جلالِ حد
ہاتھ قبضہ پر جو رکھے ہوئے ہے وہ صفد

اد بھی ہو گئے ہیں غیظ میں ترچھے تیر

چشمِ دا برو کا نیکیوں ڈر ہو تمہارو نکو
دیکھو دوش پہ رکھی ہوئی تلوار نکو
اوس طرف خوزت تھرا ہے تھرا مل سفر
دفعۂ آگیا فوجوں کے مقابل صفد
عقہ کے فرمایا یہ غار سچی کراں لشکر شر
میں ہوں فرزندِ علی فاتح بابِ ضمیر
سائے آئے دل ایسا کسی گمراہ کا ہے
خون رگ رگ میں ہماری ہمدانہ کا ہے
تم نے حید کی سنی جو ہے وہ جرات دیکھو
آئے تھے لاکھوں سے لڑائی کویت دیکھو
بھوکے پیاسے تن تنہا کی شجاعت دیکھو
میرے ہاتھوں سے ید اللہ کی قوت دیکھو

جو فضیلت ہے وہ اپنے لے آئی ہے

یہ شجاعت ہیں میراث میں ہاتھ آئی ہے

میرے دل میں نہیں ہوت خیال پیکار
پانی لینے کو فقط آیا ہی سینہ نگار
یہ سمجھ لو جو کیا تم نے ذرا بھی انکار
آگ برسلے گی دریا پہ بھی یہ تلوار

صبر کیونکر ہو دی بان و پیاسے ہیں

مع اطفالِ حین ابن علی پیاسے ہیں!

سنگے یہ شمر جفا ہونے دیا ٹوہ کے جواب
پتھر آکے ابھی فوقِ سوا حاضرِ یکاب
حاکمِ شام کا ہے سبطِ پمیرِ عتاب
غیر ممکن ہے کہ فرزندِ نبی ہوں سرباب

اب کوئی دم میں جلا شاہ کا سر ہوئے گا
اب حجر سے نکلا خشک یہ تر ہوئے گا

کہہ کے یہ داں سے ہٹا تھا وہ ابھی ظلم شعار
رن میں باجوں کے گرجنے لگے بادل یکبار
سیل کی طرح سے بڑھنے لگی فوج کفار
جو گئی تیروں کی سفلے حرم پر بھار
نیکیں اودھ اودھ کے چٹتے ہوئے تھیں
جلیاں ابریں ڈالوں کی نظر آنے لگیں

سلام

از جناب شیدی امیر حسین سحر لکھنوی !

معین شہ پریشان دینغ و خجڑے کے آتے ہیں
زیادہ سنگ دل جو ہیں وہ پتھر لیکے آتے ہیں
نہ دیکھا ہو تو دیکھو کافر و زورید الہی !
پسر کی طرح حیدر باب خنبرے کے آتے ہیں
مے حب علی کلہے ہمارا قلب ہما نہ !
جو نہ کوثر سے و ساغر لے کے آتے ہیں
کبھی شمشیر ہے ہشیار دریا سے نگہا تو !
علم اور شک عباس دلاؤ لے کے آتے ہیں
جلاتی ہے جو ایزا پیاس کی بجد کلیوں کو
امام دیں کے بچے در پر ساغر لے کے آتے ہیں
سکینہ دیر سے در پر کھڑی ہو مغل اس کی
نشان میرے چچا کا شاہ کیونکر لیکے آتے ہیں
کہاؤں و محمد نے یہ چلتے دقت زینب سے
خدا چاہے تو ابن سعد کا رسلے کے آتے ہیں
جناں کیا ہے اسے فکروں سے اپنے مولے لینگے
پے میت عنبر سرور کے گوہر لے کے آتے ہیں

کبھی بیٹھے کبھی اودھ کبھی دل تقام کے تڑپے
جواں کی لاش جھڑت لگے کیونکر لیکے آتے ہیں
کیا کالوں کو زخمی اور عریاں سر عینوں سے
سکینہ کے گھر زینب کی چادر لیکے آتے ہیں !
لگی ہے آگ گھر میں اور غش آیا ہے عابد کو
لعیں بیمار کا خیمہ سے بستر لے کے آتے ہیں
بنی کا گھر سنگاروں نے بید روی سے لوٹا ہے
جسے زہرا نے اوڑھ لیا تھا وہ چادر لیکے آتے ہیں
گلے میں طوق بٹری پاؤں میں عابد کے ٹہری ہو
سلاسل یہ کہیں بیمار دلاغر لے کے آتے ہیں
نہیں مشکل کی کچھ ہے فکڑے کا معجزہ ہو گا
دعا معجزہ تری روضہ سے حیدر لیکے آتے ہیں

سلام

از جناب کرشن بھاری لال صاحب انور
ندامت سے جھکائے ہوں گے تم کے سب سر کو
تس آجائے گا محشر میں ہلوگوں پہ واد کو
نہ چومے کس طرح ہر نبوت پائے حیدر کو
جوں سے پاک انھوں نے کرو یا اللہ کے گھر کو
جو ہوئے رن میں شاہدین جانے کیا خیال آیا
کبھی شکر کو دیکھا اور کبھی تیغ دو پیکر کو
نظر ہوگی رخ حیدر پر جو مدت کی ترسی ہے
میں دیکھوں گا نہ حوروں کو نہ جنت کو نہ کوثر کو
لیکا ہا غصے سے شکشا کے جب مجھے ساغر
علی کا نام لے لے کر پیوں گا جام کوثر کو
تڑپ کر شاہدیں رونے لگے بچہ کی حالت پر
ہو دیکھا اگلے نور جب ہا غصہ نہ صفر کو

افضل الشہداء

راز و ہفت آل عبا مولانا سید غالب حسین صاحب ضوی
عشروی نیروی سکرٹری آل انڈیا انجمن عقیدتیہ کا گوندہ

کر بلا کی گھسان لڑائی میں جب بن اسلام نیرہ یوں کے
ہاتھوں پر بادی دزدوں سے ہلکا رہنے لگا تو اسکے جوار
اودنا موس آگئی کے تحفظ کی خاطر صحابہ سید الشہداء کے بڑے
بڑے بہادر علی علی کہتے ہوئے میدان عمل میں کود پڑے اگر
ایک طرف روحانیت کے دھندے نقوش کو اُجلا کر رہے
تھے تو دوسری طرف انسانیت کو اسکے سچے فرائض کی اداکاری
کی طہر تیزی سے متوجہ کرتے جاتے تھے۔ ان منقرض الاحرار
کی مقدس صف میں افضل الشہداء حضرت عباس ابن علی ابن
ابیطالب علیہم التحیۃ و التنا کو امتیازی درجہ حاصل ہے۔ کون
عباسؑ وہی عباس جسکے جیالے پکیریں مع انبار و استقلال
و نادر و خلوص جبرأت و شجاعت کی جیتی جاگتی تصویریں
اُگڑائیاں لے رہی تھیں۔ وفا پرستوں کی جانیں قربان ہو
انسانیت کی ذمہ داری پر کہ چلوں نہر کا سرو
نہ کہ پانی پینے کے لیے بھی پھینک دیا جاتا ہے اور پھیلے
ہوئے ہونٹوں پر خشکے بان پھر کر فراتے ہیں۔ واللہ
لا ذقت الماء و سیدی الحسین عطشان۔
پچھائی کی محبت۔ تاریخ کے وہ ادراک ابھی موڑے نہیں
لگے ہیں جو بھائیوں کی بیوفائیوں سے بریزیں۔ بائبل و

قابل۔ برادران یوسف یا ایسے نیچے اونچے نام بنیائیں گے
جسکی بیوفائیاں ضرب المثل ہیں۔ خاندان نبی ہاشم میں
بھی (گو یہ وہ یہ صلیحاً اور عارضی رہا ہو) دو نام لئے جاسکتے
ہیں۔ ایک حضرت عقیل حمیر المومنین کی عدالت دینا
سے وقتی طور سے خوش نمونے۔ دوسرے حضرت محمد خفیعہ کہ
جب جنگ صفین میں علی ابن ابیطالب نے فزون حرب کی
عملی تعلیم کی غرض سے بار بار بھیجا تو آپ نے آخر تنا کھینچی
کہ پر زبر رگوار آپ صرت مجھے بھیجتے ہیں! گو عائشہ ابی سہیل
نے سمجھا دیا کہ جان پر تو میرا فرزند ہے اور حسینؑ فرزند رسول
ہے علاوہ ازیں حسینؑ بمنزل حشیم ہے اور تو بمنزل زنت
انسان ہر بلا کو جسم حشیم پر آتی ہے ہاتھ ہے۔ دین
کڑا ہے۔ مگر اس فقرہ کا گوش زد ہونا تھا کہ حسینؑ کی پیشانی
پر غیرت شجاعت کی نشانیں پڑکیں باصرار اجازت۔ یہاں
اور جنگ کے لئے تشریف لگئے۔ وفا کی سوج صداقت کی جان
حضرت عمر بنی ہاشمؑ (گوش مبارک صرف ۸ سال کا تھا) اس
منظر کی تاب نہ لاسکے اور بے چین ہو گئے۔ صحابہ جناب
امیر المومنینؑ فراتے ہیں کہ ایک برق جندہ صفوت
اعدائوں کو نہ لگی نیزہ اس بہادر کے ہاتھ میں تھا غیظ
میں آکر نیزہ کو جنبش دی اور دشمنوں کو نوک نیزہ پر اٹھا
اٹھا کے ہوا پر پھینکنے لگے تا انیکہ ۹۰ منافقین کو حشیم زدوں
میں فی النار کر دیا اس وقت فوج شام نے پچا تا کہ یہ
علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ غزوہ معرکہ نہ تھا کہ یہ
سے کبھی بہرہ بردار کیا لڑائیوں میں نہ آیا۔ بلکہ عباس کو

یہ لڑنے والا اگر اس وقت چھٹی ہی کہ عباسؑ تم اپنے کو
ہیں کے غلام کہتے جو حسینؑ نے تمہیں کن دہوں خرید لیا ہے۔
تو فوراً جواب دیتے ہیں آپ بھی تو اپنے کو جناب معصومہ کی
لڑائی کہتی ہیں جن اموں آپ خریدی گئیں ہیں میں بھی
اُسی قیمت پر خرید گیا ہوں۔ بھائی کی محبت اور زاری
وفا کا یہ پہلا صفحہ تھا جو عباسؑ کی چٹکیوں سے صفین میں
کھلا۔ اور دوسری خاتمہ اس حادثہ کا دم گھاہ کر لیا
ہو جس سے بہتر وفاداری کا مرقع تاریخ پیش کرنے سے
تناصرت۔

لہذا خونِ ترویذ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت کی ذاتِ گرامی
صرف وفا سے تو ہم ہر کہہ گئی تھی بلکہ آپ کی ۳۲ برس
کی عمر کا جائزہ لینے والے جانتے ہیں کہ آپ سوا منصفیامت
کے یہ تاجِ جلالہ صفات کا یہ وہ ملکات حسنہ ہوا یہ تھے
خواہ وہ نیہ ہوں یا تشریفِ خارجہ ہوں یا داخلہ
روحانیہ ہوں یا جسمانیہ اور انسان کا اس کے جانے کے
مستحق تھے۔ جسے میں مختصر تمیذنا، وہ حضرت کے اقوال نیز
حضرت کے تعدد اقوال سے پیش کر رہا ہوں۔

انسان کو شرافت توسط نفسِ طہ حاصل ہوتی ہے۔
اگر انسان بذریعہ امتحانات کمالات انسانیت میں یورہ
از کر توفیقِ صعودی تک پہنچ چکا ہے تو وہ ملائکہ سے بہتر
ورنہ کالانعام بل ہوا ضل کا مصداق ہر کہہ چاہیگا
اور مطابق فتوائے عقل و نص قرآنی حشر پر کمالاتِ شرف
ہے اور بعد معرفت امتحان ہے۔

ادنیٰ ہاشم کی منزل ایقانِ عرفان قیاس بشری سے
ست ماند ہے وہ جوانی کیوں نہ عرفانِ الہی کی جوانی ہوگی
جسکی بسم اللہ و لا ھدیہ ہے کہ باپ نہ تیرے لطمہ ماننے زانو پہ ٹھکا
ہوئے گنتی گناہ ہے ہیں۔ آپ نے فرمایا واحد بیٹے نے بھی
کہا واحد۔ باپ نے کہا انہیں کہیں بچہ نے باپ کے چہرہ کو
دیکھا اور ترہرہ کرنا موش ہو گیا جب باپ نے پوچھا تم
انہیں کیوں نہیں کہتے عرض کرے ہیں پیر و گوارا جس
منہ سے ایک کہہ چکا ہوں۔ دو کیونکر کہو۔ باپ کی
آنکھوں میں لانتخاں و الھین انہیں (سورہ نمل)

کی تفسیر گھوم گئی اور قرطبت میں بیٹے کا منہ چوم لیا۔ اللہ
اللہ چہرہ سنی اور معرفتِ الہی کی عاتقا نہ جوانی۔ بھیر کیوں نہ
جوانی کی تصویر دیکھنے والے نہیں کہ کلان باہن عبیدہ
اثرا السجود لکثرة عبادۃ الملائکۃ المملات المملات۔

امتحان اکمال انسانیت میں امتحان بڑی حد تک۔
وخیل ہے چنانچہ جنابِ احدیت نے بھی خونِ و گریہ کی
نقص اموال و ثمرات کو ذریعہ امتحان قرار دیا ہے جب کہیں
جا کر صابر کا خطاب ملتا ہے۔ جنابِ قمر بنی ہاشم نے جس
دیدہ دلیری اور ثباتِ قلبی سے گونا گون آلام و مصائب
جھیلے میں یہ امتحان دیا ہوا اس کا بیان تحصیل حاصل ہے۔
مجھے اسکے کہنے میں ذرا بھی باک نہیں کہ صبر کی منزل میں خاتمہ
عباسؑ کسی سے کچھ نظر نہیں آتے۔ ضرورت ہے کہ صبر جو
ارکانِ حکم ایمان میں سے ہے اسکی بھی تھوڑی سی توجیہ کر دیا
جنابِ امیر المومنین سے دریافت کیا گیا کہ مولا (وہ ان ایمان

بیانا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان پانچ چیزوں پر قائم ہے اور وہ یہ ہیں۔ ۱۔ سیرتِ نیک۔ ۲۔ مال اور عبادت۔ ۳۔ ہجر مزید توجہ فرمادی کہ صبر کی پانچ شانیں ہیں۔ ۱۔ شرفِ نیت۔ ۲۔ ہمت و تقویٰ اور احتیاط۔

۱۔ پس جو شخص بہت کامشاق ہو، اُس نے لذتِ دنیا کو فراموش کیا۔ ۲۔ جو شخص آتشِ جہنم سے ڈرا اُس نے محرمات سے دور رہا، انقیاد کر لیا۔ ۳۔ جس نے مالِ دنیا سے پرہیز کیا، مصیبتیں سپرد آسان ہو گئیں۔ ۴۔ جب موت کا انتظار کیا اُس نے کافری کی بجا آدمی میں نیکی کی۔ ۵۔ جس کی ان پیاروں سے دور رہا، کو پیشِ نظر رکھ کر حضرت عباسؓ سے دو شعر پیش کئے جاتے ہیں جن سے آپؓ کی توفیق یا نصیب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

الموت تحت زابا سبت ما

اداکان من العبد استکان جنات

لا فاسفن علی الدنیا و لا فی ستھا

فخذ حذر و اعف عن کل منکرات

بیٹا وہی قدم بہ قدم ہو چکا ہے کہ

حضرت کے زہد و اتقار و علی پر کے مائل کہنا ہے محل نہ ہوگا

اس لئے کہ اگر امیر المومنینؓ سے دنیا کا طلاق دیدیا تھا تو

مفسرت کا محسوس ہوتا، غافل و غافل ہوتا، ہوتا، ہوتا، ہوتا

پناہی آپ ایک شعر سے مالِ دنیا کی مشیت کریمہ کی

احسن۔ کیا کا عبادت سما ہے

و علاء عجوز اسعز صلہ

ذوقِ دنیا پر بھی پانچ چیزیں ہیں۔

عقل کی مینائی۔ حکمت کی تاویل و تفسیر۔ آزمائش

سے نصیحت۔ ہمت کرنا۔ اور لطفِ اولین پر چلنا۔

پس نے اپنی عقل کو مشغول کیا حکمت اُس کے واسطے

ظاہر ہو گئی اور علم کا علم و عمل کامل ہو گیا جس کے

بواسطے کثرتِ ظاہر ہو گئی اُس نے اپنی آزمائش کو پہچان لیا

آدمیوں دارالامتحان میں ہوں اور اس سبب کو یاد۔ انبیاء

الذین کے نعرے میں شامل ہو گئے۔

غلط نہو گا اگر حضرت عباسؓ کو یقین صرف کما جائے

چنانچہ آپ کے وہ اشعار جو دستِ رحمت و رحیم کے قطع ہوئے

کے وقت آپؓ ارشاد فرمائے ہیں پیش کئے جاتے ہیں جو مینے

پس آپ کے کمالِ القہر ہے۔

اشعار وقتِ قلعہ و دستِ رحمت

واللہ لو قطعتم یمنی کا حمایہ حاکمِ اعظمِ دینی

عن امام صادقؓ یقین سبط الدینی نطاہر الامین

اشعار برقت قطع شدن دستِ رحیم

یا نفس لا تخش من الکفار والبسری و جماع العصار

مع النبی سید الاطہار قد قطعوا سمعہم و سار

وقل طغوا انھل البغی الکفار فاسلھ بایہ حیرنا

عدل وضع الشیخ علی مجملہ بہ نواس کھڑے کا کثرت

بخصوصاً حصرت اس صفت میں یہ صوفی رکھتے ہیں

چھاد اور نذر لو حاد شہادت اتنی ہندی پر پہنچ رہا سارا

لینا ہے جس کے مقابل میں ملنے لیں یا صوفی بھی بچھا جائے

۱۰ موت ابیض | یہ تحمل سرسنگی کے باعث حاصل ہوتی ہے کہ صفائے باطن کیلئے گرسنگی سے بہتر اور کوئی شے نہیں۔ ابن حثیہ کو یقین شبانہ روز کا بھوکا ہی نہیں بلکہ پیاسا بھی تھا۔ نیز مجاہدہ اور کثرت عبادت۔ ناموس آگہی کی محافظت کے انکار اس پر مستزاد تھے۔

۱۱ موت اخضر | جو لباس خشن کے استعمال سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ نعمتی لمبریں موجب کبر و غرور میں اور خشن باعث تواضع و انکساف نفس۔ ارباب نظر جاننے ہیں کہ اس لباس پہنجانے نہ کبھی لباس فاخر استعمال نہیں کئے بلکہ ہمیشہ امیر المؤمنینؑ کی طرح پیوند دار قباہین کر زندگی کے دن کاٹ دیے۔

۱۲ موت اسود | دنیاوی ملامتوں اور اذیتوں کے تحمل کا نام ہے۔ حضرت عباسؑ نے اس وجہ کو بھی حاصل کیا جملہ شہداء و مصائب کے تحمل کے ساتھ اشقیائے کوفہ و غم کی ملامتوں پر بھی ہمیشہ ہمارا تہمتیں کے ساتھ سکوت فرمایا۔ مختصر یہ کہ انہی موت خود اختیاری کے ہر درجہ کو بھی حاصل کیا اور مدح و شہادت ظاہری کو بھی جب ہی تو حضرت سید الشہداءؑ نے آپ کے مرتبہ میں افضل الشہداء کا درجہ خطاب عطا فرمایا۔ اور سچ ہے کہ سید الشہداء کے بعد افضل الشہداء ہی کا خطاب ہو سکتا ہے۔

آپ کے مرتبہ کا شعر ہے۔

یا افضل الشہداء ابن المرتضیٰ
صلی علیہ وسلم الخ نخل اوان

حضرت اس منصب جلیل پر بھی فائز تھے اور اس طرح کہ چاروں معصومین میں سے کسی نے بشارت دی کسی نے تمنا کی کسی نے ذخیرہ کیا کسی نے محبت کی۔ باقی معصومین نے بخیر فرمایا۔ چنانچہ ایک مرتبہ امام جہارم کی نظر عبدالمشرع عباسؑ پر پڑی تو آپ مجھے ملول ہوئے اور فرمایا رحمہ اللہ العباس فلقد اثنہ وفدی اخاہ حتی قطعت ید اة قائد له الله تعالیٰ بھما جنابین یطیر بھما مع المملکت فی الخبۃ کما جعل لجعفر بن ابیطالب و ان للعباس منزلة یغبطہ بھا جمیع الشہداء اسی طرح امام ششمؑ فرماتے ہیں کہ جناب عباسؑ علیہ السلام انا خدا بعید اور پاک میں سمیت تھے اپنے امام حسینؑ کے ساتھ جہاد کیا اور مصیبت و بلا کو زندگی کے ساتھ برداشت کیا بالآخر مدح و شہادت پر فائز ہو گئے۔

موت

انسانی شرفیت و فضیلت میں حصول موت بھی ہے۔ اسلئے کہ سائر موجودات میں انسان ہی ایک ایسی نفع ہے جسے موت خود اختیاری کے درجہ حاصل ہیں اور وہ مجاہدہ نفس کے ساتھ اسے فتنارہ حقیقت سے حاصل کر کے انسانی کمال تک پہنچ سکتا ہے عقل نے اس میں تاخیر اختیار کی ہے چار درجہ مقرر کئے ہیں۔
۱۔ موت اجمل | اسکی تعریف یہ ہے کہ نفس راہ سے مقابلہ کر کے اسے مفلوج کرے۔ جناب عباسؑ نے کوئی کمرس موت کو حاصل کیا اسے نہ فروغ کی ترائی کا ہر وہ تلو گھا کہ ایام گوا میں کیونکر حاصل سے خیموں کے پاؤں نے بر سکوت کیا جاتا ہے۔ یا ایک سچ دہر کو محافظت عالم و ملک کا علم۔ ہر درجہ کی کیونکر نزل کھول کے جاگ کرنے سے روکا جاتا ہے اور درہنہ برضا مولد رہتا ہے۔

مرقع وفا

مشتملہ واقعات شب عاشورہ و مخصوص
 بہ وفائے حضرت عباس علیہ السلام
 (از اصبع آل عباس مولانا سیاح حسین صاحب عشق
 سکر میری آل انڈیا انجمن عقد بیوگان گونڈہ)
 —————

خوشا با عاشق داود عزیزیان و رفیقانی
 نہ ہے الفت کہ ہر یک خود نظیر و خود بودمانی
 پشت کر بلا چون جائز گیر و بلائے او
 حسین آمد کہ بندہ امتحان را شکل امکانی
 بلائے آن شب کورا سحر روز وصال آمد

بہر آرد چہ گو نہ ہر بیج صدق و اقیانی
 صدے العطش از خیمہ در دشت بلا بیجاں
 بہ شبنوں ہم گماں بودہ نہ جو تال سفیانی
 مگر آن عاشق شیدا - نمودہ دو بہ سجاده
 نماید التجا را با تو دانی سر و علائی
 نہ دادم آرزو دیگر سوا صبر اے داود

کنی تو فیتخ خود را بہر برادرہ قرب چون خوانی
 طلب داود از خواں و ز فرزندان و اہلاراں
 بگو یہ ہر کیے را حسبذا خیل رفیقانی
 ہجوم فوج خونخواراں بے یک جان می باشد
 سرم بہ نیزہ گردد بیکرم افتد بہ عریانی
 برا و سون نہ گروں ہاے یاراں طلقہ بیعت
 ستم سن سلوک اک اک با سلوب خوش عوانی
 ہر اک در پردہ شب و اہل در و من خود را
 حجاب از کار بر طرد و پار و خوف عصیان

چہ کار از کارواں با ساکبہ اہ رضا افتد
 بدست عشق تنہائی و بہر لطفت فراوانی
 استاد معزیناں حضرت عباس با صد غم
 مگر حیراں بہ شکل آئینہ شیر نیستانی
 لب گویاے تصویر علیؑ آمد بہ گویائی
 نہ آخر داد و دسم را بہ سدت دست نیوانی
 ایازیں دستیاری بدیدہ اشدر اہم طلب
 کہ وقت جاں سپاری من طلب دارم تن آسانی
 بود خاکم بسر ہم خاک بر دنیا و ما فیہا
 خود بے ہرزہ را ماہ ہاشم بیشتر فانی
 عزیزم کردہ ورنہ غلامے از غلام نام
 بود عزت عزیزیان را عزیزیان تو میدانی
 عزیزے کو کہ جان خود عزیزیان بخد کرد
 چہ حاصل قالب بے روح را از آب حیوانی
 ایسا پروردہ مارا مگر در روضہ راحت
 تو ہمراہی باغ خلد از ما قطع گردانی
 شود دستے بہیدہ کوہ چشمے کو نہ زد پنجم
 بہ تار و امن آل عباس از دست مرگانی
 بگو از ہیراں روزے عزیزم کردہ شاہ
 کہ خود پانہ غم با شنی مرا وارستہ گردانی
 گوئی سرور او دیگر چنین قصہ بہ جانبازاں
 دیم آخر بیہیں پروانہ را با شمع سوزانی
 بہر سوزنی ہمدوم دیدہ آن شمع شب آخر
 کشیدہ آہ سر و شد خموش از سوزنہائی

عباس کی اطاعت

از: جناب مولانا سید کلب عالم صاحب قلم خانہ

حضرت عہدہ العلماء

خلاق عالم نے اطاعت کو مسخر کر دیا ہے اپنے لیے۔
فرمایا ہے طیعوا اللہ و طیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ تو ظاہر
ہے کہ خدا کی عاصی گراہ اور بکردار شخص کی اطاعت کا حکم نہیں
دے گا کیوں کہ ایسے شخص کی اطاعت کے معنی یہ ہوں گے کہ اطاعت
کرنے والا بھی اپنی باتوں اور قابل نفرت افعال کا ارتکاب کرے
جن کا مرتکب وہ شخص ہے جس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔
حالانکہ خلاق عالم مندرجہ بالا آیت میں اپنی اور اپنے رسول
کی بھی اطاعت کا حکم دے رہا ہے اور یہ مسلم ہے کہ خدا اور رسول بھی
یہ نہ چاہیں گے کہ انسان کبھی کوئی نیرانی کرے لہذا اگر ادلی الامر
سے مراد کوئی غیر معصوم اور خاکی ذات ہوگی تو ایک جھوٹی رسی تیر
میں اتنا بڑا اتھکا پایا جائے گا جس کی تحمل مضاحت قرآنی
ہرگز نہ ہوگی اور اتنا بڑا اختلاف پایا جائے گا کہ قرآن اس
قابل نہ رہے گا کہ خدا کا کلام کہا جاسکے کیونکہ خود خداوند عالم نے
قرآن کے کلام ربانی ہونے کی یہ دلیل بیان فرمائی ہے کہ
من عندنا نہیں اللہ فوجد و نہ اختلافاً کثیراً اگر قرآن
ہو اتنا مشہور تو ہر اس میں اختلاف نہ پاتے اور جب ایسا
آیت میں اختلاف پایا جائے تو بقول قرآن ہی قرآن اس
قابل رہا کہ ہر آدمی حرج مشرب کیا جائے اس لیے آپ یا تو
فرمان کہ خدا کا کلام جاننے سے دست بردار ہو جائیے اور یا پھر
جاننا پڑے گا۔ ادلی الامر چاہیے معصوم ہستی اور جس جس
کے دامن تقدس کو گناہ کی آلودگی نے آلودہ نہ کیا ہو

عمر تک آلودہ نہ کیا ہو اور چونکہ سوائے انہما مشرک عبد
عبد رسول نے کسی کے متعلق دعویٰ عصمت کرائی ان کے
نہیں کیا اور لادنی طور پر وہ ادلی الامر بھی مراد ہو سکتے
لیکن یہ عجیب واقعہ ہے کہ اس آیت کے اعتبار سے
پہلے مکرر یعنی احادیث خدا کے ماننے والے سب سے
زائد ہیں لیکن اطاعت رسول کے دعویدار اس سے کم ہیں اور
اطاعت ادلی الامر کے کرنے والوں کا شمار بہت ہی کم ہے
حالانکہ اطاعت خدا ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ اطاعت
رسول کا معنی اقرار نہ ہو اور یہ نہیں اطاعت رسول بجا رہے
جب تک کہ ادلی الامر کی اطاعت نہ ہو۔

مہر مروت یہ واقعہ ہے کہ اگر رسول کی آخر عمر میں طاقت
کے دعویداروں کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچ
جاتی تھی تو علی رسول کے بعد یہ کہتے ہوئے مٹے ہیں کہ اگر
مجھ کو چاہیے ساحتی بھی مل جاتے تو یقیناً اپنا حق ضمانت
طلب کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا اور جناب امیر کے بعد انہیں
اپنے دوستوں کی قلت اور گرد و پیش والوں پر بے اعتباری
کی جبر سے کہتے نظر آتے ہیں کہ اگر میں معاویہ سے صلح نہ
کرتا بلکہ جنگ کرتا تو سرے ساتھ دالے بھی مجھ کو گرفتار کر کے
معاویہ کے سپرد کر دیتے اور پھر یا تو مجھے ذلت سے تنق کرتا
اور یا آزاد کر کے بنی ہاشم سے سربر آتا بڑا احسان رکھتا
کہ وہ بیتہ بہینہ کے لیے اس قابل نہ رہتے کہ بنی امیہ کے
ساجے سراٹھ سکیں۔

لیکن اس معاملہ میں حسن معصوم سے یہ کہلا کر رہا ہے
اور نبیائی مکرر۔ خدا سے ہی وام خواست رہے ہیں
ان حسن کو کہ خود یہ خود رسول کے ساتھ رہے بلکہ کا رخ
مسلط ہی اپنا بھی بدل دیتے تھے لیکن یہ عیسائی کے
ساتھی تھے کہ مرتد کا توبہ مکرر۔ داس بن عیاد دعو

میں بھی جواب دے تھا

ابنی ابی طالب کے نو نظر کا اسلام زمینِ مرتضیٰ اور قیامت تک علیؑ کے احسان سے سر نہ اٹھائے گا دنیا تخریب ہے کہ اگر علیؑ کی تلوار اور خنجر کی دولت نہ ہوتی تو اسلام کا وجود صفحہ ارضی ہر پانی نہ رہتا اور وہ علیؑ ہی کے بازو کی قوت اور تلوار کی کثاٹ تھی جس نے بڑے بڑے شجاعانِ عرب کے دلوں میں اسلام کی دھماک باندھ دی اور ان کو بھی جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا منافقت کی نقاب سیا بھینچا اڑا۔

خانہ ان بنی ہاشم کے افراد کے لیے جائیں دہرینا کوئی بڑی بات ہی نہ تھی اس کے بجائے تلواروں سے کھیل کر جوان ہوتے تھے اس خاندان کے جوانوں کا کیا ذکر کس بچہ کی زبان پر ہوتا تھا "چچا میرے لیے موت تو شہد سے زائد شیریں ہے۔"

تمام ان صفات میں جو خاندانِ ہاشمی سے محض بعض تھے جناب عباس کا درجہ بہت زیادہ بلند ہے اور شاید ہی وہ ہو کہ حضرت عباس کا لقب قمر بنی ہاشم تھا خصوصاً شجاعت جس کا یہ عالم تھا بڑے بڑے شجاعانِ عرب علیؑ کے چھوٹے بیٹے کے نام سے ارزہ بر اندام تھے۔

فطرتاً آئے بھائی کو دوسرے بھائی کی برابری کا دعویٰ ہوتا ہے ایک بھائی نگہیہ نہیں چاہتا کہ اس سے دوسرے بھائی کو اس سے بلند مرتبہ سمجھا جائے وہ کوئی ہے کہ جس نسل سے میں اسی نسل سے میرا بھائی اور جس باب کی وہ اولاد کی باپ کی میں اولاد بھر کس طرح اس کو مجھ سے تفصیل ہے؟ اس جذبہ کی مثالیں کم و بیش ہر خاندان میں ملتی ہیں اور خاندان کا کیا ذکر جو خاندانِ ہاشمی میں اسکی بہت سی مثالیں ہیں بلکہ خود اولاد علیؑ میں بھی اسکی مثال موجود ہے۔ جنگِ بناب پر سے اور علیؑ ابن ابی طالب دوسرے محمد حنفیہ کو دھمک پر

کا خیال بھی نہیں جو انہم کہہ رہے ہیں کہ میں ہندسہ نکلتے رہا اپنی صحت کا اقمہ، تار پا ہوں مگر ساتھ دلوں کہہ کر ہیں کہ یہاں تب زندگی کیو اگر تیر زنگیا میں تو آپ پر نریمان گرد آئے۔

بہشت و فداور یا ہیول کی فداوری پر تیر امام کو بھی ترختاں لے دفرماتے تھے کہ میرے یا ہیول کے سے با دنا پا ہی نہ تو با آکر تہ نہ با اس کو اور نہ بھائی حسن

خصوصاً اس بادشاہِ فوج کا سردار علمدار حسنی جناب ابر الفضل العباس کا تو یہ تھیں وہ مرتبہ تھا کہ حسینؑ نے اپنی فوج کا سردار منتخب کیا تھا کیا ہم امام پر قرب نسب کی پاسداری کا الزام رکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حسینؑ نے عباسؑ کو اس لیے اپنی فوج کا علمدار بنایا تھا کہ عباسؑ کے بھائی تھے اگرچہ یہی خیال خود رسول اور علیؑ ابن ابیطالب کے لیے غریب پیدا ہو سکتا ہے لیکن یہاں خودداری اور رشتہ کا لحاظ نہیں بلکہ قابلیت اور اہمیت کا سوال پیدا ہوتا ہے یعنی نہ رسول کے لیے علیؑ سے زائد علمداری کا اہل تھا اور حسینؑ کے لیے عباسؑ سے زائد کوئی فداور اور علمداری کے لیے مولود کہا جاتا تھا یعنی حسینؑ کا سامعیت خراج کبھی خودداری کی رہے۔ فداوروں کی حق تلفی نہیں کر سکتا لہذا معلوم ہوتا ہے کہ عباسؑ کا کوئی شغل شجاعت اور فداوروں میں فوج حسینی میں بھی کوئی نہ تھا اسی لیے حسینؑ نے عباسؑ کو اپنے علمدار کی عہد داری کے لیے چنا تھا۔

ابنی ہاشم اپنی شجاعت سعادت اور تمام دوسری صفات میں عرب بھر میں ایک نمونہ درجہ رکھتے تھے اسی لیے عرب کی سرداری اسی قبیلہ سے مخصوص ہے خصوصاً بنی ہاشم کی وہ صلاح جو ابی طالب سے چلتی ہے اس کا شجاعت میں تو خاندانِ بنی ہاشم

حکم کا حکم دے چکے ہیں، ہمارا بیٹا ابھی دوسرے محلہ سے واپس آیا تھا کہ بھراپ نے حکم دیا: "ہاں بیٹا ایک اور محلہ کرنا"۔
 جناب محمد صفیہ نے گھوڑے کو بڑھایا مگر آنکھوں میں آنسو پھرتے، امام نے تعجب سے دریافت فرمایا: بیٹا! یہ آنکھیں آنسو کیسے؟ محمد صفیہ نے جواب دیا: بابا! اور کچھ نہیں مرے یہ خیال ہے کہ آپ ہر مرتبہ مجھ ہی کو محلہ کا حکم دیتے ہیں حسن اور حسین سبھی آپ ہی کے فرزند ہیں مگر ان سے آپ نے مرتبہ سبھی محبت کیلئے نہیں کہا۔

امام نے یہ سن کر خوش میں فرمایا۔ نہیں نہیں۔ محمد صفیہ تم فرد میرے بیٹے ہو مگر حسین حسن میرے بیٹے نہیں وہ دونوں تو رسول خدا کے فرزند ہیں اور اسی لیے میں..... جنگ کا حکم دیتا ہوں مگر ان دونوں کی مخالفت کرتا ہوں۔

لیکن اس جذبہ کا اظہار سچا لیکنے جناب ابوالفضل العباس نے کبھی نہیں فرمایا کیونکہ اس کے خلاف اپنے کو ہمیشہ حسین کا ایک غلام سمجھا۔

کیا عباس کے اس جذبہ کو ظاہر کرنے کے لیے یہ واقعہ کافی نہیں کہ جی شنب ماہ سورہ احد اپنی فوج سے اور امام حسین اپنے مختصر لشکر سے نکلے کہ حق و باطل کے سردار آپس میں بغیر واسطہ مگر شرابا صلیح اٹھ کر لیں شاید کوئی درمیانی راستہ نکل سکے۔ امام حسین ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ پیر کی چاب..... محسوس ہوئی بلٹ کر دیکھا شبیہ رسول حضرت علی اکبر تشریف لادے ہیں فرمایا بیٹا! مجھ سے اور عمر سعد سے تنہا ملنے کا وعدہ ہے، علی اکبر نے عرض کی: وعدہ تو یہی ہے مگر اس کے ساتھ بھی اس کا بیٹا ہے اور جب تک وہ ہے میں آپ کو تنہا چلنے نہ دوں گا امام خاموش ہو کر کچھ ہی دھڑاگے بڑھے تھے کہ پھر پیر کی چاب محسوس ہوئی مڑ کر دیکھا کہ قرین ہاشم ابوالفضل عباس بھی تشریف لادے ہیں۔

فرمایا تجھ سے عمر سعد سے تنہا ملنے کا وعدہ تھا علی اکبر اس لیے ساتھ ہریگے کہ عمر سعد کے ساتھ اس کا بیٹا ہے لیکن اس کے ساتھ اس کا کوئی بھائی نہیں ہے لہذا تم واپس جاؤ جناب عباس نے جواب دیا: ہاں مولا اس کے ساتھ کوئی اس کا بھائی تو نہیں مگر غلام فرد ہے مولا مجھ کو آپ کے بھائی ہونے کا کتب دعویٰ ہے میں تو ایک غلام ہوں۔ غلامان حسنی سے کیا اتنے وفادار اتنے شجاع اور ایسے جان نثار کے لیے بھائی پر سے جان نثار کر دینا اور بیعتی کی فرمائش پر خون بانی رب کا ردینا کوئی بڑی بات تھی۔ نہیں نہیں یہ چیز تو جناب عباس ہی سے مخصوص نہ تھی کہ امام پر جان نثار کر دی۔ اس بات میں تو فوج حسنی کا ہر چھوٹا بڑا باہمی جناب عباس کا شریک ہو۔

اگر بڑھوٹا کو بے برس کے سن سیدہ بزرگ جیب مرنے کیلئے کمر بستہ نظر آئے گا تو جوانوں میں قائم و علی اکبر بھی خون سے سرخوش دکھائی دیں گے اور چہرہ پر پھولوں کے سہرہ کے بجائے سر کے لہو کا سہرا لہگا۔

ادبچوں میں قافلہ حسینی کا سب سے گمن تجھ بجاہ حضرت علی اصغر بھی تیر کھا کر سکتا ہے ہرے پلنگے۔

تو پھر جناب عباس کی کون سی یہ خاص وفاداری ہوگی کہ آپ نے اپنی جان اپنے بھائی پر سے نثار کر دی جبکہ اپنے پرلے بچے بڑھے سب ہی اس سخت امامت پر پروردگار نثار ہو رہے تھے۔

درحقیقت جناب عباس کا جذبہ اطاعت اس وقت نمایاں ہوتا ہے جبکہ دشمن کی طرف سے خام حسینی ہنر پر سے اکھاڑنے کی زبانش کی جاتی ہے اور حسین کا جوان بھائی اس بے ادبی پر تلوار سیام سے باہر نکال لیتا ہے لیکن امام تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں "تجھ! ہم بنی ہاشم انچی طرف سے"

کو نہ دشنام دلا اور اتنا رہا جہاں مہتاب رسول کے نور استین دن سے پیاسے ہیں اگر اپنے جہانوں اور رسول کی ادا لاک کی کچھ اور عزت نہیں کہتے تو کم سے کم اسی کی اجازت دے دو کہ سب سے دریائے جس طرح تمام مخلوق فیضیاب ہو رہی ہے ہم بھی پانی لے لیں مگر عرض نے جواب دیا کہ حسینؑ سے کہہ دینا کہ جب تک وہ بیعت نہ کریں گے ہرگز ایک قطرہ آب نہ ملے گا۔

بھلا عباسؑ کا سا غیرت دار عباسؑ کا سا جو مشیلا عباسؑ کا سا مہادر اور حسینؑ کا جاں نثار بھائی حسینؑ کی اس توہین و برداشت کرتا مگر ابھی امام نے شگ کی اجازت نہ دی تھی لہذا اگر جذبہ غیرت ہاتھ تلوار تک لے لیا تھا تو جذبہ اطاعت تلوار کو نیلام سے باہر نہ آنے دیتا تھا کہ کوئی بھی بھائی نے شگ کی اجازت نہ دی تھی۔

اس سے بڑھ کر میں عباسؑ کی اطاعت کی مثال پیش کر دوں جناب عباسؑ کے لیے یہ کوئی چیز نہ تھی کہ دشمن سے راکے جان دے دیتے لیکن عباسؑ کا ردد عاتورہ سب سے بڑا یہ امتحان تھا کہ مغز بزرگ مانتھ کے کھیلے ہوئے صورت یہاں تک کہ گود کے پالے ہوئے بچے بڑے بھائی حسنؑ کی ادا لاد حسینؑ کے لڑنگا زہیب کے لاٹے جن میں سے ہر ایک پر عباسؑ بڑی خوشی سے اپنی جان تار کر دیتے ان کو امام سے منے کی اجازت لیتے تھے عباسؑ کھلے لگا کر رخصت کرتے تھے اپنی آنکھوں سے زخمی ہوتے ہوئے اور گھوڑے سے گر کر دم توڑتے ہوئے دیکھتے تھے مگر عباسؑ کو مرنے کی اجازت نہ ملتی تھی جب بھائیؑ پاس حاضر ہو کر عرض کرتے ”مولانا اب مجھے بھی لڑنے کی اجازت عنایت ہو امام فرمادیتے ” بھائی کس دل سے میں تیس میدان جاننے کی اجازت دیدوں تم تو میرے لشکر کے حصار میری فوج کی زمین اور غور لوں کے دلوں کی فہارس ہو اگر تم نہ ہوئے تو علم کا سبز پھر برا اڑا اڑا کر ادھر بچوں کے

ابتدائیں کرتے اگر یہ لوگ اسی پر مصر ہیں کہ ہم اپنے چھوٹے بچوں سمیت ترائی سے درحلی ریتی پر قیام کریں تو بھیا خمیہ اکھڑا کے دریاں بہت دور ایسے مقام پر جہاں تک پانی سے عکس ٹنڈی ہوا بھی نہ پہونچ سکے یغیوں کو نصیب کر دادر۔

بچہ ہوا شیر نثار سا نصیب ہے لیکن جذبہ اطاعت ہاتھ روکے ہوئے، عقدہ منہا کرنے سے منہ سرخ ہو گیا آنکھ میں آنسو آگئے مگر کھچی ہرئی تلوار بھی نیام میں چلی گئی۔

عائشہ کا دن ہے دوسرا کا وقت عرب کی مشہور زمانہ گرمی شباب پر ہے ریت اور دھوپ کھانسر سے سرخ ہو کر انگاروں کے مانند جل رہے ہیں خیمہ حسنی کے گرد کھائی کھدی ہوئی ہے جس میں آگ روشن۔ گرمی کا وہ عالم جہاں تک طائر نقور بھی نہیں پہونچ سکتا اور بھرتا حسنی پر تین دن ہر چکے ہیں کہ پانی بند ہے صفحے صفحے بچے سوکھ ہوٹوں پر اس خیال نے زبانیں بھر رہے ہیں کہ شاید زبان ہی کی تری سے ہونٹوں کی خشکی کچھ کم ہو سکے۔ اب چھوٹے بچوں کا یہ عالم ہے کہ ہاتھوں میں کورے اور ڈڑائی آنکھوں سے اپنے بڑوں کی صورتیں دیکھ رہے ہیں کیونکہ زبانوں کے خشک ہو جانے سے اب ۱۲ عطش کتنے سے بھی عبور نہیں۔ ایسے ہی دلت میں جناب عباسؑ خدمت بابرکت حسنی میں حاضر ہو کر اجازت جنگ طلب فرماتے ہیں امام باہر ارادہ کرتے ہیں لیکن بھائیؑ نہیں ماننا آخر مجبور ہو کر فرمایا بھیا! اس سے پہلے کہ تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوٹ جاؤ ایک مرتبہ ان سے پانی تو مانگو شاید تمہاری تقریر کچھ اثر کرے اور میرے وہ بچے جو پیاس سے قریب بحالکت ہیں سچ جائیں جناب عباسؑ کو کرنام کی طرف آنے۔ صوفی لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا کہ لے

سیرت زینبہ

صلوٰۃ اللہ علیہا
یہ نظم بیچ العصر خباب حکیم تیرے محمد قاسم عن صاحب عالم حبیب
کی دختر نیک اختر نے
زناہ علیہ یادگار حسینی مغفہ خاتون خزل لکھنؤ میں پڑھی
اے دختر ملی ولی شیر کردگار!
اے نصیحت رسول دو عالم کی یادگار
اے سرسبز زان جہاں شمع رہنما رہا
اے عزم مستقل کی اساس خلاق
ہو ناز کا ثنات وہ کردار ہے تیرا
تیری جھلکیں ادب کا وہ کردار ہے تیرا
تیرے حب لب کی شربت ہر آنکار
آغوش ایک امام کی عصمت کا ایک کار
مدیقت ہم بیادیت کی درشہ دار
کہتی ہے برہمن آیت تعلیم رار بار
ضامن کلام حق ہو تری غوثان کا
حامن تر اسفینہ ہے آن دلمان کا
اے خواہر حسین حسن زینب خرم!
حق کی تم کو تیرے مصلحت کی جنس
اُس پر بھی یہ ثنات قدم تہمت آفریں
جھگڑ جائے کیوں عالم سوال کی نہیں
کود سے تا بٹلم عجب کام کر گئیں
کا حسیٹ کا سر کجام کر گئیں!
مردان حق نواز ہوئے قتل جتیم!
اور خون سے جس نے بچھی جھگڑا ملا فہم
باطل کے دل سے شکایا جب خوف انتقام
تو نے ہلکے خلق کو تیرے آفریں مہام

دلوں کو تسکین اور ادھر دشمنوں کے دلوں کو کون دہڑکا
آسراں دنت عباس جیسے سکوم توڑتے دیکھ چکے اپنے دل
کے ٹکڑوں کی لاشیں میدان سے گنج شہیدان تک لاسچکے۔
اب مردوں میں صفت ایک سیر خباب زین العابدین ددا یک
جھوٹے بچے حوزا امام حسین اور خباب عباس باقی رہ گئے اموت
پھر تشریف لائے امام نے پھر یہی کہا کہ تم میرے لشکر کے علمدار
ہو مگر ابھی خباب عباس کو موقع تھا عرض کی مولا ابھار لشکر
ہے وہاں علمداری بھی کروں گا لیکن پھر بھی منہ کی اجازت
تو نہ ملی ہاں اس کی اجازت مل گئی کہ بچوں کیلئے فرات سے پانی
لے آئیں۔
عباس نے پیاری بچی سکینہ سے مشک کی حسینی علم کا چھ
بر رکھا اور فرات کی طوط روانہ ہوئے بچی منظر تھی کہ بچا نے
کبھی وعدہ خلافی نہیں کی اگر مشک لے گئے ہیں تو پانی بھی
مرد آئے گا۔
تکراس کی خبر نہ تھی کہ عباس کے دل کا خون مشک کے
پانی سے مل کر بھسکا اور مشک تو ضرور آئے گی مگر اس وقت
سے کہ پانی کے بجائے تھا کہ خون سے تر ہو گئی لیکن پھر عباس
نہ آئیں گے چاہے سکینہ منتیں کر کے کہیں کہ بچا بھٹا مالوں
کے ہاتھ سے بچاؤ میں وعدہ کرتی ہوں کہ پھر کبھی پانی کے لیے
مصدقہ کر دیں گی۔

دیا کی روانی ختم ہوئی ہاں نرود کا آج بھی ہر
کہتا ہے یہ چیم لہر اگر عباس تہاری بات رہی
فضل

۲۴۲۔ عیسیٰ کا با و فالال

عیسیٰ فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار

از:۔ مزاج آل محمد:۔ سید مزاج حسین مرحومہ بگرا می (بگرا می صنف
ہر دوئی۔ یوپی) از مقام کمپن پور کنوینٹ (پنجاب)
دخت بل میں کہتی ہے زینب جگر نگار
ظلم و جفا میں گھر زہرہ کا گلہ نثار
تازہ ہو جس کے دم سے پیڑ کی یادگار
دینو خدا کا باغ ہے عالم میں پُر بہار
عیسیٰ فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار

پامال ہونے گلشن زہرہ رہے خیال !
واقف ہو یہ زمانہ ہو ہاشم کے مہ کمال
قوت علی کی پائی ہو درنہ میں اور حلال
دکھلاتا آج حمزہ و جعفر کی کار زار
عیسیٰ فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
بابا کی لوح نہ خلد میں بچیں ہو کہیں
شیخہ کے شیر ہو عالم کہ ہے عین
پامال کردو حشر میں بھیجیں کیا لعین
خبر کی بھر جان میں قائم ہو یادگار
عیسیٰ فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
بھائی پر میرے آنچ نہ اے دم جدال
مٹے میں لوں گی نانا پیر کا دیہال
ہو یاد فازانہ میں ام البنین کے لال
بھائی کے سر پہ خون محمد کر دل نثار
عیسیٰ فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار

عزت کے آسمان کا تداہن دیا

عزت کو نطق حق کا سہارا بنا دیا

خطبوں میں وہ صفاحت و حقانیت کی شان

تقریر میں وہ حیدر مصداق کی آن بان

سمت کو گوش و دیرینے جرات کو دی زبان

مرثہ دلوں کو کہ عطا دلوں کی حبان

دنیا میں انقلاب کا سامان کر دیا

عز و دنیا کو چاک گریبان کر دیا

حقاکہ نو شہادت عظمیٰ کی جان ہے

تفسیر مبرور و فکر ہے تقویٰ کی جان ہے

تبلیغ حق کے مقصد اس کی جان ہے

تبیخ کی سیاست کبریٰ کی حبان ہے

تو ہوتی سنگے سرچونہ بولنے عالم میں

تبلیغ مقاصد رہتی ابد تک نیلیم میں

غیر سے تائب کرب و بلا کر بلا سے شام

وہ تیرا ام حق کی رفاقت میں اسہام

باطل کے آگے سر نہ جھکانے کا التزام

دور زہدیت سے وہ نفرت تری مدام

بھولی ہیں اور نہ بھولیں گی جان باری

لقدیر مرگ و جو بھٹیں قربانیاں تری

آپہر سچے جیب بلا دم صیبت کی وہ گھڑی

جس سے نظام دہر میں پیدا ہوا تری !

سیرت سے اپنی اس شہ مردان کی لاڈلی !

تو نے انسانیت کو یہ عظیم مہم دی

دنیا میں جب کبھی حق و باطل کی جنگ ہو

عزت کے جو ہر دم کا ہی رنگ ڈھنگ ہو

واقف ہوں کہ ہر تیس زینب کے ڈولہ پر
سبط نبی کے بچے ہیں واسطہ یہی سپر
زہرہ کے شیر کا میں دکھاؤں گی خود اثر
صدقہ آمارنے کو میں لائی ہوں دل نگار

عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
بانو کے اب سہاگ کو قائم رکھے حسدا
انہی وہ نامک گھوکے سناؤں ہر سرا
ہر نامی ہے زینب ناشاد کی عشا
سجائی کے نو ہالوں کا حافظ ہے کردگار
عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
سبط نبی سے بیعت فاسق خدا کی شان
ظلم و ستم ہو حاصل قرآن پہ الامان !
جس گھر کے کچن دلائم ہو باسبان
عزت میں فرق بھائی کے آئے نہ زہنار

عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
نانا کا کلہ بڑھتے ہیں بے دین و بگڑ
تالاج کر رہے ہیں مہمبہ کا اپنے گھر
دھبہ لگاتے دین کے : امن پہ اہل شر
اسلام کو مٹانے یہ آئے ہیں بدخار

عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
خاق ہے جس کی آل کا ہوتی ص خواں
دیکر رعب حبیب کا نازل کیا تر کر
روح نبی : آج ہیں امت کی نعمتیاں
واقف عدد ہیں دوش محمد کا ہو سوار

عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
جان تزل سلا ہے کیاں بھانے کو !
دور زہرہ کفر ضلالت مٹانے کو

دینا کرستہ حق و باطل دکھانے کو
ابن علی نہ ہوئے ارادوں میں شرمسار
عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
علم و خفا پکفر کے لشکر کو اپنے ناز !
سمجھ نہیں حسین کی حالت کو کینہ ساز
زر کی طرح جو دولت دنیا سے بے نیاز
کرب دہلا میں آج حقیقت ہو آشکار
عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
سمجھ نہ بھر جاں کہ حکومت کی جگہ ہے
دکھانا آج ہے کہ صداقت کی جگہ ہے
دین ہیں کے ایچ حفاظت کی جگہ ہے
سوچو زمانہ کس لیے لائے ہیں خوار

عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
ہمراہ کون جنگ میں چوں کر لایا ہو
لوٹے ضعیف ساتھ میں بیمار لایا ہے
حکم خدا رسول بھی سب کو سنایا ہے
دنیا بھی دیکھ لیگی شہر کی کارزار
عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار

عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
مہمکل مصطفیٰ علی اکبر سا نازیں
صورت علی کی پالی ہے بشیر رحمتیں
قاسم کو دیکھو دہر میں شہر ہو بالعتیں
آئے ہیں یادگار میں مٹانے کو بدخار
عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار

پہرے لگائے گھاٹ پہ پانی بھی بند کر
فقہ کیا فزات پہ ننگر گز نہ سے
زہرہ کے جوہر میں دل داد مند نہ
اعلا کے تم ارادوں کو کر دینا تار تار

ہزار گنبدان سیاہے تم نے

(ازد نامن نقوی البھٹری)

حسین معنی حجت بنا دے تم نے
ہزار گنبد ایساں بنا دیے تم نے
جلے تو عصر کو خیمے تمہاری تلوکے بعد
مگر چراغ بھی لاکھوں صلا دیے تم نے
اندھیرا کیوں نہ ہو دیا ہے کھرمیں ہولا
جو چھپ چھپ تھے وہ جلوے دکھائے تم نے
یہ مانا بھوکے تھے پیاسے تھو تین دنوں مگر
لڑے تو خون کے دیا ہوا دیے تم نے
تمہاری خجک نظریں ہر لمبے علی گنبد
علی کی تیغ کے جوہر دکھائیے تم نے
جو تھک سکے نہ زیرِ دی فقر کے آگے
رہ خدا میں دہرا سر جھکا دیے تم نے
جوانے خیاب میں دنیا نہ دیکھ سکتی تھی
اٹاے ایسے جہاں کو دکھائیے تم نے
ٹلے تھے درخشاں میں جو مصطفیٰ وحید سے
وہ معرفت کے خزانے لٹائیے تم نے
ٹلا کہ کی نگاہیں بھی جھکا اٹھیں !
حسین ! رن میں وہ جلوے دکھائیے تم نے

مہتیں کو یاد کر دے ہر پیش کیوں نامن
دل و نصیب ہر کے سدا بٹھا دے تم نے

عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار

تیغ و تبر سے کرتے ہیں دعوتِ امام کی
کیا خوب قدر کی ہے رسولِ امام کی !
تکذیبِ کبریا کے ہر معجز کلام کی !!
میں ہاں ہلاکے قتل پہ آمان ہوشیار
عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار

مٹنے نہ دیں گی دینِ سیر کا سبز باغ
پروا نہیں جو گھمرا ہو جائے بے چراغ
دامن پہ جب خنجر کے آئے نہ کوئی دلع
ناخستہ جہان میں قائم ہوا دگار
عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار

ارلا دقت کر دیں لعین آج بیگناہ
خیمے جلایں لوٹیں میمیز کی یادگار
سیدانیاں اسیر ہوں نکلے منہ سے آہ
محبوب ہونے خلق میں کیاں کا تاجدار

عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار
طاقت نہیں ہو خامہ کو آگے نکھڑیں کیا
نیت علی کی بین سے محشر ہوا بسا
روضِ دماں میں ہائے حسرت کا غل ہوا
کہتی زمین کرب لے ملا ہو کے میرا را !

عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار

موتیچ پر ہوا بن ٹٹلی لطف کی نگاہ
حالتِ تنہا ہے اب ہر غلدار کی تباہ
مٹکنا کے لال ہو بخشنے کے گناہ
برگشتہ اب نصیب ہو آتلے لالدار
عباس فاطمہ کی کمائی سے ہوشیار

فلک وفا کا خورشید خاور

رُخِ قلم مولانا سید غایت حسین صاحب جلالہ نے متعلم ناغلیہ کالج لکھنؤ
ذیل کا مضمون جناب مولانا غایت حسین صاحب کے ذمہ قلم کا تجویز فرمایا
مدرسہ جلالہ میں جو ہیں اور مدرسہ ناغلیہ میں ایک پبلکہ تعلیم تشریف فرما ہیں،
یہ مضمون اپنے خاص طور پر ملاحظہ فرمائیں۔ ممبر کیلئے ملاحظہ فرمایا جو فکر یہ مضمون

وفا کا نام روشن کر گئے عباس عالم میں

ہر پانی ہاتھ میں لیکن لبوں کو تر نہیں کرتے (عقائد)

افقِ امامت پر جو ستارہ بھی طوفان ہوا عالم

کے چہ چہ کو نور بن گیا کائنات دہر کا ذرہ ذرہ آج بھی
گو اسی دیر ہے یہ نجم ہدایت ایسے ہی تھے ہر ستارہ

اپنے فرائض ادا کر کے دنیا کو چکا گیا۔ اور زمانہ پر ظاہر

ہو گیا کہ اگر کبھی کے قدم رواں غفلت نے نہیں چوسے تو

معصوم نما ضرور تھا۔ جنھوں نے قبا امامت پہن کر عالم

پر احسانات کئے ان کا تو کہنا ہی کیا۔

لیکن ہر عصمت سے جو گھر بھی نکلا اپنی آپ نظیر ہو کر

رہا۔ اگر کسی نے دیا سسے سخا میں غوطہ لگا کر سسہ کا

لقب پایا تو کوئی گنہگار شجاعت سے پھول چٹکے شجاع

کہلایا۔ اور اگر کسی نے فلک و فاسے ستارے توڑ کر وفاداری

کا سکہ جمایا تو کسی نے میدان عبادت کو طے کر کے

عابد کا خطاب حاصل کیا۔ ان میں سے ہر ایک اپنی محنت

کے لئے ایک خاص خصوصیت دامن میں لئے گزر گیا۔

دورہ دنیا کی ہر فضیلت ان پر فخر و مباہات کرتی ہے

زمانے ہزاروں وفادار پیش کئے اور ان کی وفا کے

نمائے گائے میں بھی ایک خود شہید وفا پیش کرتا ہوں

جو مطلعِ امامت پر طالع ہوا جس نے گہنی وفا کو رو کر نہ منشاہ وفا

خطاب پایا جس کے جوہر وفا کے سامنے آج بھی وفا سر اٹا

ختم کئے ہوئے ہے جس کی وفادار بان زوطلاقی ہے دیکھنا

یہ ہے کہ وہ کونسی منزل وفا پر پہنچا میں دیر سے وفا

وفا لکھ رہا ہوں دکتے کسے ہیں۔ نفی دنیا وفا کے منی

میں یوں رفتار ہے دوستی کو نباہتا جو منہ سے کہتا اسے

کر کے دکھا دیتا۔

لفظ وفا اور معنی وفا بتا رہے ہیں کہ وفا کے کچھ مدارج

مراتب ضرور ہیں۔ عقلی کوئی پر پر کھنے کے بعد سمجھ میں آتا

ہے۔ وفا بالقول۔ وفا بالعلل۔ وفا بالہمد تو ضرور ہی ہوتا

چاہئیں۔ وفا بالقول کے لئے زبان عقل کتنی ہے جو منہ

سے نکلے اس پر تنہا من دھن سب کچھ قربان کر کے پورا

کر دو۔ وفا بالعلل کے لئے سمجھ میں آتا ہے۔ اپنے ہر فعل کو

عملی سانچے میں یوں ڈھالو کہ جو قدم اٹھے نیچے وفا کا

چشمہ ہوتا نظر آئے۔ اور جب وفا بالہمد کے لئے سراج عقل

کو گردش دی جاتی تو اس کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے

جن سے جو وعدہ کیا ہے اُسے زندگی کے آخری لمحے تک

پورا کرنے کی کوشش کرو۔ یہ منزلیں ایک حقیقی وفادار

کی کسوٹی بن سکتی ہیں۔ دیکھو سیرا عجمہ وفا پورا اترتا

ہے یا نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یومِ پختہ ہر شعبان المعظم

مجلس نے سرزمینِ مدینہ پر وہ ماہتاب وفا پیش کیا جس کی

چاندنی آج بھی عالم میں چمکی ہوئی ہے۔ دنیا کی تاریخیں

شاہد ہیں۔

کارناموں کا آغاز کر دیا۔

• اگر فرزند رسول فاطمہ کے تحت بگرنے قبر سے پانی مانگا تو خود پیش قدمی کی اور پانی سے پھلکتا ہوا جام پیش کر کے خدمتگداری کا بین ثبوت دیا۔ کتب کی درق گردانی جاتی ہے کہ معرکہ صفین میں اس نے نہال کو دوسواں دور تھا۔ جب جاننا ہونے لگا کہ جناب حنفیہ کے انکار سے ہر میں خود ظلمت کے مقابل میں جا رہا ہے۔ شیر خدا کے شیر ذہر کے لاڈلے کو روک کر میدانِ ستم میں وہ خون آشام تلوار چلائی جس کی دھاک عالمِ پریوں میٹھی کہ اوراقِ کتب سنسری الفاظ میں پیش کرنا پڑا۔ گورے ہوئے نمونے اور آنے والے کارناموں ہی کا

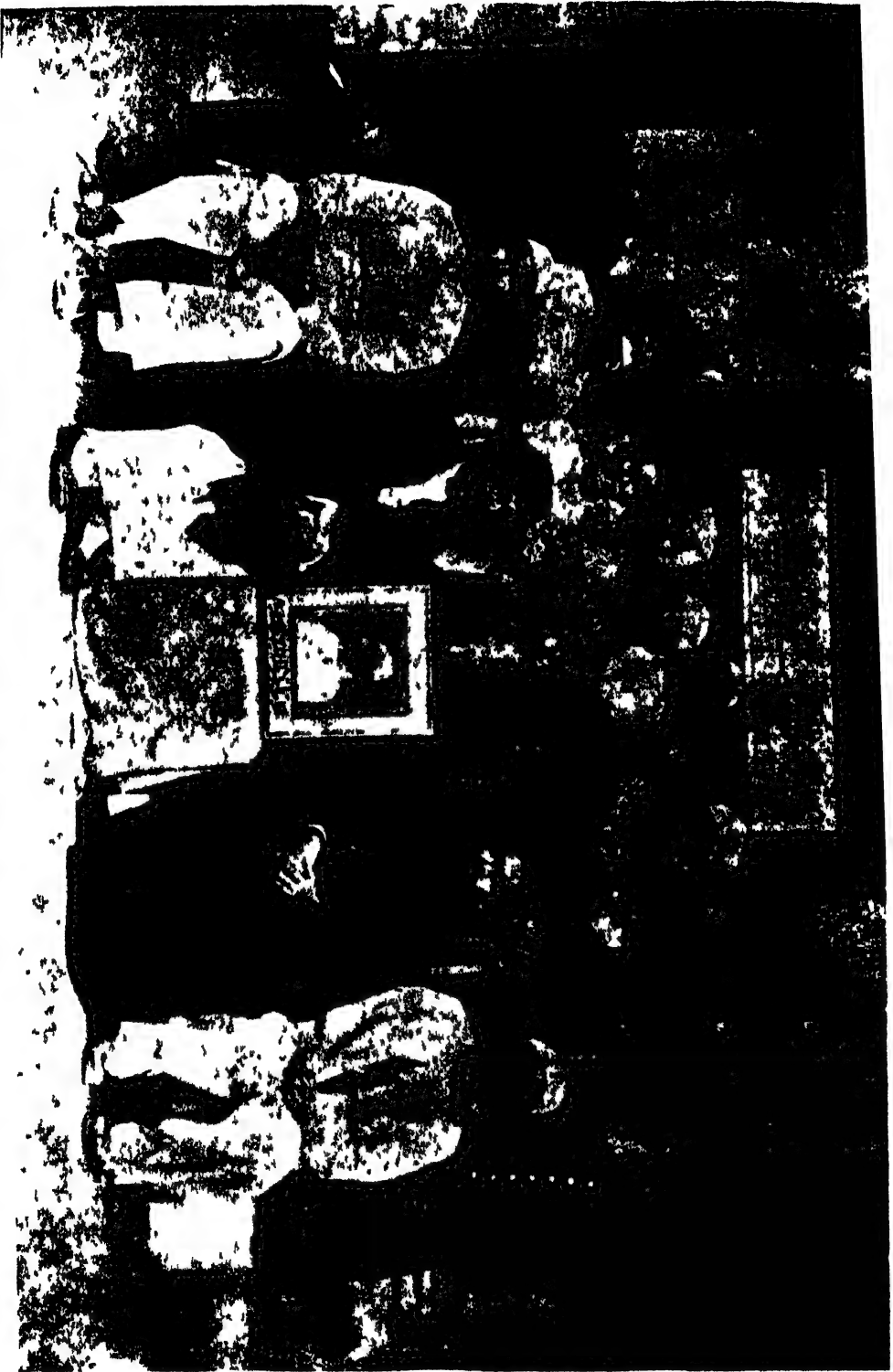
سبب تھا جنہوں نے فاتحِ خیبر کو جناب ام المومنین سے آخری وقت میں کہنے پر مجبور کر دیا کہ تم اور عباس کو چھ پر خدا کرو۔ یہ حیثیت کا وہ عظیم فدیہ ہے جو چھوٹے چھوٹے بچوں کا سوکھی زمین پر سہارا ہو گا۔ محسنِ عالم پیشین گوئی کے بعد جہان فانی سے رخصت ہو گیا اب ہسلائی سفینہ بنی امیہ کی مسجد میں کچھ ایسے آگیا کہ بغیر کسی عظیم قربانی سے ساحلِ مقصود پر آنا بہت مشکل امر تھا۔ حرجِ صلح استعمال کرنے کے بعد علاوہ ازیں کہ خون پانی کیا جائے کوئی چارہ کار نہ تھا اب وقت تھا کہ مدبرِ اعظم اپنی انتھک اور بے پناہ کوششوں سے ڈوبتی ہوئی ناؤ کو ریتیلے دریا سے پار لگائے اپنے اور اپنے ننھے ننھے بچوں کے سرخ سرخ خون سے ہسلائی شجر کو سینچے۔ نبِ سس وفا کے پتلے کو بھی جو ہر دکھانے کا نادِ موع ہاتھ آیا۔ تاریخی دنیا بانگِ دہل کہہ رہی ہے جب سے نیوا کے

نیم ذہ بدر کالی تھا جسے زمانہ قمر بنی ہاشم کہتا ہے یہی وہ اختر وفا تھا جن کی تمنا و آرزوئیں قرامت کی آغوشِ منتظر تھی۔ اسی چاند کے لئے منظرِ انجائیب نے اپنے سجائی عقیل سے ایک بلند اوصاف بی بی کی فرمائش کی تھی اور جنابِ عقیل نے ایک شجاع اور وفا خاندان کی شریعتِ رادوی جناب فاطمہ کلابیہ کو پیش کیا تھا۔ صاحبِ علم لدنی قائل قولِ سلونی کر بلا کے خوشی کاں حادثہ اور آنے والے واقعات سے خوب باخبر تھے۔ اسی لئے شجاعِ عالم کے دلیں حسرت و امان پرورش پا رہے تھے اور تمنا و آرزو تھی کہ جس طرح علیؑ قنبرؓ پر آنے نہیں آئے دینا اور انجیل من عبید محمد کے کچے پرنا کرنا ہے اسی طرح کوئی ایسا پیکر وفا ہونا چاہیے جو نواسہ رسول آفتابِ امامت کا ہر آنِ حالہ بنے رہے اور ہمیشہ اپنے کو حسین کا خادمِ سچ کے عالم کے قلوب پر وفا کا سکے بھا جائے۔ باغِ خوشگلش کی مراد برائی اور خلاق کائنات نے بھی اپنے ولی کو وہ تصویر وفا عنایت کی جن نے دنیا و فانیں روحِ پھونک دی۔ اور ام المومنین کی آغوش میں وہ ستارہِ خنوکاں ہوا جس نے زمانہ کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی۔ یہ نرا لاجانہ ہمد وفا۔ آغوشِ شجاعت میں پرورش پا کے اب اس قابل ہوا کہ اپنے باپ کی امیدوں پر خراجِ شہین پیش کر سکے لہذا بچپن ہی سے شہیدِ عظم کا سایہ بن کر عجیب و غریب کمالات اور دولتِ انجیز

مسافر نے پیاسے وطن کو خیر باد کہا اور جب تک کاروان رسالت
زمین ماریہ پر پہنچا ابو الفضل ہی کی وہ مقدس ہستی تھی جو ہر جرح
پر پیش پیش نظر آئی۔ یہ نورانی تصویریں جب نظام عام دہم
برہم کرنے کے لئے ساحل فرات پر اتریں یزیدی افواج
نے اپنی کثرت پر غرور تکبر کرتے ہوئے۔ شیردلوں کو چیر دیا
اور تھکانے لہجے میں کہا یہاں شای لشکر دریا کی زائی سے
سرشار ہو گا۔ یہ نازیبا کلام سنا اور ہمدانہ کے شیروں
اگر دیکھیں میں سب سے پہلے شبیہ پیڑ نے منہ توڑ جواپینا
چاہا لیکن وہ مجسمہ دفاکب برداشت کر سکتا تھا کہ شاہزادہ کو
پہلا قدم اٹھائے فوراً بڑھ کے اٹھارہ سالہ یکتا زمانہ کود کا
اور آستین چڑھائے قبضہ پر ہاتھ شیرازہ انداز سے بزدلوں کی
طرف دیکھا قریب تھا کہ دریا غیظ طام برپا ہو جائے اور تمام
منصبے آن واد میں دفاکب دب جائیں لیکن مجسمہ عبور وضا
سر جھکائے آگے بڑھا اور صبر و سکون کی دعوت دی جہدم
بھرنے ہوئے غضب نے شہنشاہ کو عین کا المینا بخش
حکم سنا فوراً تسلیم خم کیا اور جلتی زمین پر خمے نصب ہونے
لگے جوں جوں لئے گزرتے جاتے ہیں قمر بنی ہاشم کی شہادت
وفا کا آفتاب بلند ہونا جاتا ہے۔

اب محرم کی وہ تاریخ آئی جس میں ظلت کے تیلوں
سے میدان کو بلاتاریک ہو گیا یزیدی فوج کا سپہ سالار
چتر زریں لگائے آن پہنچا جہاز رسالت غرق کرنے کے
مستحکم انتظام شروع ہو گئے اپنی تاریک دنیا کا جائزہ لیکر
شمس امامت کے نورانی پکیروں کا حال پوچھا۔ معلوم ہوا

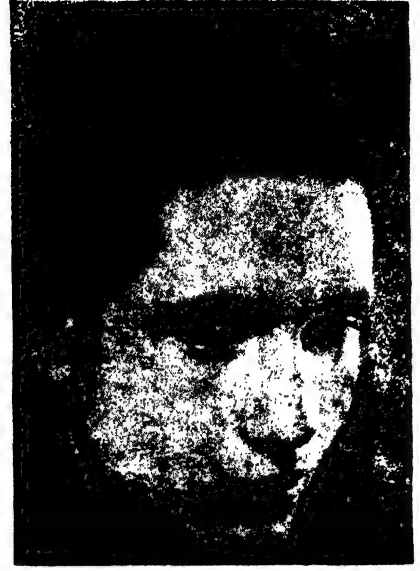
وہاں ہے نور من چند ستاروں کا جھرمٹ لیکن وہ ہیں
جنہوں نے آفتاب امامت اور امامت اب عصمت سے روشنی
پائی ہے صرف عباس ہی وہ انوکھا چاند ہے جو تھمادی
دنیا میں اندھیر چھا دے گا۔ عمر سعد ضعیف کر بلا کا نام سنگر
کائب اٹھا سینے میں دل دھڑکنے لگا بے چین و مضطر
ہو کر شمر کو بلایا اور فرید عصر کی شجاعت کا افسانہ
سنا یا بشر جانتا تھا یہ وہی شیر بیشہ ہے جسے اسد اللہ
کی شجاعت وراثت ملی ہے۔ یہ وہی پیکر وفا ہے جس نے
آغوش علی میں پرورش پائی ہے اور بے شرم نے اپنی
بزدلانہ رائے کا انہار کیا اور بولا عباس میرے
بھانجے ہیں۔ میں کہیں دولت و باگیر عزت و حشمت کا
سبز باغ دکھاؤں گا شاید تمہارے لشکر کے علمبردار
ہو جائیں۔ حیلہ باز مکارانہ انداز سے پہنچا اور شیر
نیستان امامت سے ملنا چاہا۔ وہ تصویر دفاکو نکر بھائی
کو چھوڑ کر مرد و زمانہ سے ملتا۔ انکار کر دیا۔ اس نے
حیا کا اصرار بڑھا سرچشمہ حیا نے بھائی کو حکم دیا۔ قمر بنی
ہاشم اسد اللہ شان و شکوہ سے سیاہ قسمت کی طرف
چلا۔ مادی پتلے نے جب پیکر زور کو آتے دیکھا تعظیماً
آگے بڑھا۔ رشتہ کا انہار کرتے ہوئے سنہری سکوں پر
دفا فرید ناچا ہی اور بولا ادھر آفتاب کی تمارت سے
جلتا ہوا دشت بیابان ادھر موہیں مارتے دریا کی زائی
ادھر زرد جواہر کی کیا بی ادھر لعل و یاقوت کی بارش
آؤ اور سعد کی طرح چتر زریں لگاؤ۔ یہ وہ وقت تھا



(کریسٹوں پر دہائی طرے سے) — جناب شیخ محمد تقی کرپاگی جناب سرکار سعید اہلئے مدظلہ عکس مبارک
 سرکار ناصر اہلئے اعلیٰ اللہ سقامہ سرکار نصیر اہلئے مدظلہ مولای سعید ساجد هستون صاحب



سرزا علی حسین سلمہ متعلم ہو۔ اے
لکھنؤ یونیورسٹی



سید ابن الحسین صاحب سامی سلمہ
(فضل کے حقیقی بھتیجے)



جناب حکیم محمد قاسم صاحب
مالک دوا خانہ معدن الانویہ لکھنؤ



جناب سید افضل حسین صاحب
رکن ادارہ فضا ۳ - لکھنؤ



جناب سید سخاوت حسین صاحب
منہجر یو۔ پی۔ یونیورسٹی، لکھنؤ

کارنامے اسی میں غرق ہو جاتے۔ زمانہ کی صدائیں پکار
پکار کے کہہ رہی ہیں کہ یہ جانبا زوفا دار ذرا ذرا سے
بچوں کی صدا اعلش نہ سن سکا اور عزیز ترین سکیٹہ
سے مدد کرتا ہے۔ میں مختار سے لئے پانی لینے جاتا ہوں
سقائے حرم گھوڑے پر سوار دوش پر مشکیزہ ہاتھ میں
علم لئے دریا کی طرف چلا آؤں فرات بڑھ بڑھ کے پیشوائی
کر رہا تھا فوج میں حائل ہوئیں لیکن ہر درخشاں تاریکی سے
نکل کر نہری پر نظر آیا۔ فرات پر پہنچ کر فرس تیز رو
کو بھی دریا میں ڈالا اور خود بھی وفا کے پتلے نے پانی سے
چلو بھرا اور دنیا کو دکھایا پھر نہ کہنا کہ ہتا دریا قبضے
میں نہ تھا لیکن میری وفا کا یہ ادنیٰ کا نام ہے کہ آقا کی
پیا بس یاد کر کے پانی سے لب نہ نہیں کرتا۔

یہ وفا باطل کی وہ منزل تھی جس پر شہنشاہ وفا
نے یوں قدم رکھا کہ بس جم سے رہ گیا اور تا قیامت جما
رہے گا۔

اب وہ احمد کا باب۔ وہ پانی راجہ ہے۔ یوں کرنے
کے لئے باوند نے جہان تاب دیدی اور انسانی تمام فوٹو
نثار کر دیں۔ سقائے سکیٹہ مشکیزہ بھرے خیمے کی طرف
چلا اور ایک مدبر اعظم کی تمام قوتیں جو تہ بیر کے لہر کرنے
کے لئے ہوئی چاہیں ساتھ ساتھ ہیں۔ تلوار چلانے والے
دست و باز و جذبہ سے موجزن قلب اور شمع عقل تیوں
لافتیں پوری پوری طرح کار فرماں ہیں۔ وفا کے عباد
سمجھ گئے جب تک ان تیلو۔ قوتوں کو ختم اور کیا جا سکا

جبکہ دنیا کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ ہزاروں رشتہ افست
ٹوٹ جاتے ہیں۔ زمانہ خزانہ کے تلووں پر انکھیں ملتا نظر
آتا ہے۔ کون ہے جو عیش و آرام کی زندگی چھوڑ کر
رنج و اہم کے گھاٹ اترے۔ لیکن جب نور وفانے یہ
آتشیں شعلے ماری کی زبان سے بھڑکتے دیکھے پیمانہ صبر
بہرہ ہو گیا جو شش شباہت میں جھوٹا پیشانی پر بل پر
عید عیاذ میں للکاوا۔ دناڑی مجھے نور سے علیحدہ
کرتا ہے کیا تو اور کیا تیری دریا کی ترائی زندگی میں تو
جب چاہوں چھینوں لیکن یاد رکھ مرنے کے بعد بھی
ہمیشہ ہمیشہ میرا قبضہ رہے گا۔ وفادار نے وفا باطل
کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی جتنی جاگتی دنیا نظیر نہیں پیش
کر سکتی۔ آج بھی دریا کی ترائی اسی شیر نیتان کے
قبضے میں ہے۔ اور بتا رہی ہے کہ ایسا تو کوئی بات کا دھنی
ہو جو منہ سے کہدے اسے علی سانچے میں عارضی نہیں
بلکہ قیامت تک کے لئے ڈھانڈے وقت گزرا اور اب وہ
لھے آئے جبکہ زمانہ کے انوکھے انسانوں نے ایک ایک کر کے
شمع امامت پر پروانہ وار فدا ہونا شروع کیا۔ یہاں
پہنچ کر تاریکیں بتاتی ہیں اور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ
علم دار کو اذن جنگ نہ مل سکا اور اس شہنشاہ وفا
نے اپنی زندگی میں رنگول کے پیار سے پر آئے نہ آنے
دی۔ میرا عقیدہ ہے کہ کاش دشت کربلا میں اس
شجاع اعظم و حیدر کو جنگ کی اجازت مل جاتی
تو فرات کے مقابل ایک خون کا دریا ہتا اور ہونیوالے

بھرا ہوا شیر نہیں رک سکتا یہی وجہ تھی جو سب سے پہلے علحدہ
کے دست و بازو قلم کئے ایک طاقت کو ختم کر دیا۔ اب بھی
دو قوتیں باقی تھیں اور اپنا کام انجام دے رہی تھیں
شمع عقل اور جذبہ بھرے دل ہی کا اثر تھا جس کی بدولت
ہاتھ قلم ہو جانے کے بعد بھی مشکیزہ کا قسمہ دانتوں میں دبا
ہوا ہے اب دل کی قوت ختم کرنے کے لئے سینہ مطہر پر وہ
تیر مارا کہ دل بھڑکنے لگا اب صرف تیسری طاقت عقل
بہت کی تھی اسے بھی سرسبارک پر گرز لگا کر یوں تمام کیا کہ
عبدالوفا دار نے امام زمانہ کو آقا کہہ کے مجاہد اُج تینوں
مناہیں جو اب دے چکیں اب پانی کے ساتھ ساتھ دل بھی
پاش پاش ہو گیا۔ سنتے ہیں کہ بھائی نے بھائی کا سر زانو
پر رکھا اور ایک عجیب فرمائش کی جسے دنیا کے کسی دوسرے
برادر سے نہیں سنا۔

سبدا رسول فرماتے ہیں کہ اے میرے شہید ابراہم آج تو
بھائی کہہ کے باتیں کر لو اس جھوٹے سے فقرہ میں وفا کا چشمہ
جو جزن نظر آتا ہے اقدان راد سر لبتہ کا انکشاف ہوتا ہے
جھپٹیں زمانہ دیکھ کر انگشت بزمداں ہے۔ معلوم ہوتا ہے
اس نرے بھائی نے کبھی بھی سیدہ کے لال کو برا نہیں کہا
اور ہمیشہ آقا کہنے میں شرف سمجھا۔ کیا عالم اور بھی کوئی
ایسا اذکھا برا دہش کر سکتا ہے جس نے بھائی کو آقا کہنے
پر اپنے کو ہمیشہ حقیقی خادم سمجھنے پر اظہارِ مسرت کیا ہو۔ کیا
اب بھی کوئی منزل وفا باقی ہے کہ وہ کی معذات تھی جس نے
اپنے بھائی کو یاد کرنے کے لئے جان تک دیدی اور بتا دیا کہ وفا

بالحد کو یوں پورا کیا جاتا ہے۔

دنیا میں بھائی پر بھائی نے ضرور جان دی ہوگی اور ہر
عزیز قربانی پیش کی ہوگی۔ لیکن یہ وہ منزل ہے جہاں الفضل عباس
ہم کے قدم نظر آتے ہیں۔ زندگی میں تو جو کچھ وفا کے جوہر دکھائے
سو دکھائے لیکن مرنے کے بعد بھی ایک جادو فن ہونا منظور نہ کیا
۔ تاکہ کہیں امام ابن امام آقا کرنا ملار کر برابری نہ ہو جائے
یہی وفا تھی جس کی بدولت بنت رسول نے فرزند کا۔ سبدا رسول
نے شہید اعظم کا لقب دیا۔ امام چہارم نے عباسی خاندان کے
یاد کیا۔ دل کا دورہ کیا ہے کہ امام الحقین فاتحِ عہد و صفین کو
مبارکباد پیش کروں۔ اے مولائے کوئین جیسا آپ چاہتے تھے
یہ وفادار اس سے کہیں زائد نکلا۔ اے میرے وفادار کیا کہنا
تیرا اور تیری وفا کا۔ تیری ہی وفا کا وہ حسین گلہ سہ ہے جو
ہمیشہ ہمیشہ ہمک دیتا رہے گا۔ تیری ہی وفا کا وہ جھنڈا ہے
جو عالم کے گوشہ گوشہ میں گھوٹا ہوا ہے تیری ہی وفا کا وہ
زرب پرچم ہے جو ہر بلند منزل پر نظر آتا ہے۔ تیری ہی
وفا کا وہ غور مشید خاور ہے جسے قیامت تک زوال نہیں۔
اے وفادار سنی لے ہم بھی رہتی دنیا تک تیری وفا کا پھر پرا
لہراتے رہیں گے اور زمانے کو بتائیں گے ایسے وفادار پیش کرے۔
آج دنیا کا فرض اولین ہے ایسے مجاہد وفا کے کارناموں
کا گہری نظر سے مطالعہ کرے اور اس پیکر وفا کے نقش قدم
پر چل کر لو اور وفا بلند کرے۔

نوید زندگی

(از ابولیمان حضرت مائیل لکھنوی)

کہ بلا یاد ہے اب تک وہ قیامت کی جنگ
شرح اخلاق کی تعلیم صداقت کی وہ جنگ
حق و باطل کی کسوٹی مٹی حیت کی وہ جنگ
پھلی اسلام میں سرمایہ و محنت کی وہ جنگ
عملی درس سخا ایشار کا خود داری کا
غافلوں کے لئے پیغام تھا ہشیاری کا

معاہدہ تھا دکھا دیں کہ محبت کیا ہے
شان تبلیغ ہے کیا فرض قیادت کیا ہے
حریت کیا ہے وفا کیا ہے اخوت کیا ہے
آزمائش ہے اصولوں کی شہادت کیا ہے
کبھی یہ شان نہیں ہوتی ہے سرداروں کی
دامن مبرجلے آپج سے تلواروں کی

رہ منزل کا پتہ راہ نما درے کے گئے
عالم عشق کو پیغام بقا درے کے گئے
روح خوابیدہ کو احسانِ فانی کے گئے
دل کے بستے ہوئے شعلوں کو ہوائے گئے

وسعت دہر میں گونجی ہے روایت ان کی
آج ہے محفل ہستی کو ضرورت ان کی

مرحمتِ ذکر و فاپیاس میں کرتے کرنے
دم جو نکلا بھی تو دم عشق کا بھرتے بھرتے
ہاتھ سے تیغ نہ چھوٹی کبھی مرتے مرتے
قاتل آیا بھی پئے قتل تو ڈرتے ڈرتے
سر کے بھی رخیہ بھالی رہی غازی ایسے
سر کا مسجد خالق میں نمازی ایسے

رنگ اب لائی ہے مرنے پہ شہادت ان کی
سرخ صفحہ عالم ہے حکایت ان کی
اہل دل کرتے ہیں جا جا کے زیارت ان کی
قبلہ مقصد عشاق ہے تربت ان کی
ذکر ارباب و فاشام دسھر کرتے ہیں
جن کے دل مردہ ہیں وہ کب اتر کرتے ہیں

یاد میں ان کی نکلتے ہیں مسلسل آنسو
رہتے ہیں آٹھ پہر آنکھ میں بے گل آنسو
بزم ماتم میں بھرے دیتے ہیں جل قتل آنسو
چشمہ غمخوار کے برے ہوئے بادل آنسو
کم بگاڑی سے نہ ان قندروں کو گوہر کیئے
کیئے طوفانِ علی کیئے سمندر کیئے

== نذر پیغمبر کیلئے ==

(از جناب وقار سجادوی)

اشک ریز آنکھیں ہوں فرد نذر پیغمبر کیلئے
 کچھ تو سماں چاہیے گرمی محشر کیلئے
 گلشن مداحی آل نبی سے چن کے پھول
 کوئی گلدستہ بنے نذر پیغمبر کے لئے
 اور تھا کوئی شب ہجرت نبی کا جانشین
 یہ شرف دانش تھا مخصوص حیدر کیلئے
 بھر لئے دامن میں اپنے لودہ اشک عروا
 ہیں یہ موتی نذر زہرا دی پیغمبر کیلئے
 ہر قدم پہ کھوکریں لب پر خاں سینہ پہ ہاتھ
 سوئے مقتل یوں چلے شہ لاش اکبر کیلئے
 اک قیامت عالم بالا پہ برپا ہو گئی
 عوالم نے تیر جوڑا جبکہ اصغر کیلئے
 خلق میں پردہ ہوا جن گھر سے جاری آ فلک
 ہیں وہی شہنایاں محتاج چادر کیلئے
 اے فلک کیسا ستم یہ کر بلا میں ہو گیا
 بندیوں پانی ہوا بن سیر کوڑ کیلئے
 کیا ستم عاشور کو جان نبی پر ہو گیا
 تھے بہتر داغ تھا قلب سرور کیلئے

دل ٹپ اٹھتا ہے حال عابد بیمار پر

ہائے وہ ہری بیڑیاں اور پائے نذر کیلئے

گرد مرفن کو سب اکسیر بقا کہتے ہیں
 سرمہ دیدہ ارباب ولا کہتے ہیں
 نکتہ آئینہ نگاہ عرف کہتے ہیں
 (تہا ہوتی بس خاک شفا کہتے ہیں
 دمبدم نکلت خون شہد آتی ہے
 آج تک خاک میں اک بوئے وفا آتی ہے)

مر جا پیاس میں دم عشق کا بھرنے والو
 تینے کی چھاؤں میں بے خوف ٹھہرنے والو
 سر نہ چھا درہ مجھ میں کرنے والو
 واہ کیا بات ہے جیتے رہو مرنے والو
 تم نے سروے کے عجب پایہ رفعت پایا
 اور کیا چاہیے جب تاج شفاعت پایا

پی کے اب آپ بقائشہ وحدت میں رہو
 کھا کے رحمت کی ہو اسایہ رحمت میں رہو
 حشر تک گوشہ نشین خانہ خلوت میں رہو
 خلوت ناز ہے یہ چین سے تربت میں رہو
 سرمدی خواب مبارک شب و صلت آئی
 نیند اچٹ جائے تو سمجھو کہ قیامت آئی

ابار نظارہ کی توسیع اشاعت آپ کا قومی یقین

امام حسینؑ انغوش رسالت میں

از جناب سید محمد اہل صاحب کا حقیق لکھنؤی نمبرہ سرکار
شمس العلماء رحمۃ الاسلام مولانا سید محمد صاحب قبلہ جہد علی اللہ مقاب

جناب امام حسین علیہ السلام نے آنغوش رسالت میں پرورش پائی تھی اور جناب خاتمہ زہراؑ کے کتب مجرتے سرتاج اولیاء مدینتہ علم حضرت علیؑ کے نور چشم تھے اوصاف اور فضائل اخلاق بہت شجاعت صبر علم آپ کو ورغ میں ملاتھا آپ پیرائت انسان اور فضیلت بشری کے مرکز تھے یہی سبب تھا کہ رسول اللہؐ و آدوسلم نے انھیں خصوصیات کو دیکھتے ہوئے ان دونوں حضرات کو یعنی امام حسین علیہ السلام اور امام حسنؑ کو سردار جوانان بہشت کا خطاب دیا رسول اکرمؐ نے دنیا سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ حسینؑ منی و امان حسینؑ یعنی حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں جس نے حسینؑ دوستی کی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے حسینؑ سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

(حضرت امام حسینؑ کی سخاوت و ایثار) کی یہ شان تھی کہ کوئی سائل دولت سرا پرکا جانا تو اپنی امیدوں سے زیادہ پاتا تھا لیکن اس کے بعد بھی امام حسینؑ شرمندگی و ندامت کا اظہار فرماتے تھے کہ بھائی میں تیرے ساتھ کوئی سلوک اپنے حسب وخواہ نہ کر سکا کیوں نہ ہو ماکہ کے عاجز ادے لکھے تو اسے تھے۔ مشہور واقعہ ہے حضرت علیؑ نے سانپ کو حالت رکوع میں لگوٹھا دیا ہر وقت غریب غریب مسکین آپ کے پاس اپنی حاجتیں لیکر آتے تھے اور امام حسینؑ ہر سائل کی حاجت کو پورا کرتے تھے۔ ہر وقت قبائی و سخاوت کا دریامو زن رہتا تھا آخر رسول اکرمؐ کے واسطے جن کے برابر دنیا میں

کوئی سخاوت اور فیاضی میں نہ تھا۔

(عضو کرم) آپ کا بجز عضو کرم و دنیا پائیدہ نور کا دریا تھا کہ جس کا جزر و مد چشم فلک بھی نہ دیکھ سکا مثال میں ایک فقیر سا واقعہ حوالہ قرطاس کرتا ہوں حضرت علیہ السلام دسترخوان پر خاصہ نوش فرما رہے ہیں کہ ناگاہ ایک کینز کے ہاتھ سے گرم شور کا پیالہ چھوٹ گیا جس سے آپ کے تمام کپڑے تر ہو گئے آپ نے جو انکی طرف نظر کی تو گھبراہٹ اور خوف کے عالم میں اس نے اس آیت قرآن کی تلاوت کی۔ "وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ غُرُورًا" انہوں نے اپنے غصہ کو ضبط کیا کینز نے عضو کرم کا بادل اُمتداتے دیکھ کر آیت کا بغیر بھی بڑھ دیا واللہ سبحانہ تعالیٰ۔ خدا معاف کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ اس آیت کو سنتے ہی حضرت نے رسول اللہؐ کی شان کو کم کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تیری خطا معاف کی بلکہ اب سے تیرے تمام ضروریات کا ہمیشہ ذمہ دار ہوں۔

(صبر و استقلال) میدان صبر و استقلال میں آپ رسول خداؐ اور علی مرتضیٰؑ اور حسنؑ و محبت کی مکمل تصویر تھے بلکہ جو واقع صبر و استقلال ان بزرگوں کے بعد میں ملتے ہیں وہ صبر کی دشوار راہیں امام حسینؑ نے نہایت ثبات قدم سے طے کر دیں آپ کے سامنے ایک دو مصیبتیں نہیں تھیں بلکہ مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے اپنی مصیبت اور اپنے رفقا کی مصیبت، اعراب کی مصیبت، اپنی عورتوں کی مصیبت، اپنے بچوں کی مصیبت، مفارقت کی تکلیف، غربت و مسافرت کی تکلیف، بھوک و پیاس کی تکلیف، غرملکہ طرح طرے کی تکلیف، کا سامنا تھا جس کے خیال سے روح بشری کا پُٹ اُٹھتی ہے مگر حضرت نے سب تکلیفوں کو نہایت دلیری اور شجاعت سے برداشت کیا۔



حسینیت کے خمونے دکھائے جائیں

انجانب سید لڑا صاحب افسر نکھسنوی

حسین اپنا بھرا گھر لٹائے جاتے ہیں
ادائے فرض کے معنی بتائے جاتے ہیں
جلی حروف میں سکے کی حشر تک دنیا
وہ دگداز کھائی سناٹے جاتے ہیں
اکیسے سیل حوادث کے سامنے آکر
ثبات و عزم کی قوت کھائے جاتے ہیں
ادھر سڑروں کی فوجیں دہریں چڑھنا
مگر یہ چند ہزاروں چھائے جاتے ہیں
نہری دھوپ میں بچہ کی وہ زلف آسانی
تمام ارض و سما جگمگائے جاتے ہیں
نکل کے آتا ہے ایک اک مچا ہر لگا
حسینیت کے خمونے دکھائے جاتے ہیں
خدا کے دین پر عزت میں پڑ گیا ہے وقت
کہ شیر خوار بھی میدانیں لڑائے جاتے ہیں
ہیں شاد بچے جی مقصد کی کامیابی پر
گلے میں تیرے اور مسکرتے جاتے ہیں
کیا رہ گئے اب تو رہنمائی میں
چاہے سب سے حوصلے نکالے جاتے ہیں
نور اپنے نفس بہ زور سے نہر میں نکلتا
نہیں کہہ لو تو خود کا ہے سب سے
ہر ایک فرد کو اپنے دوسرے پکا کر
رہا اور بہت سے دوسرے پکا کر
ان ظلم میں مستل بر بھی آئے

اب اہلبیت کے خیمہ جلانے جاتے ہیں
ابھرتے آتے ہیں روشن حقیقتوں کے نقوش
حقیقتوں کو جہاں تک چھپائے جاتے ہیں
تڑپ رہی ہے حیت لرز رہی ہے فضا
حرم رسول کے درد پھرائے جاتے ہیں
یہ سب تو ہے مگر اللہ رس زور مظلومی
جو دیکھتے ہیں وہ آئینہ بوائے جاتے ہیں
حسین نے جو مرتب کئے ہیں قتل کے بعد
وہی اثر گرجے میں سستے جاتے ہیں
اک نفع حال سا خود ہے ضمیر دشمن میں
کچھ انقلاب کے آثار پائے جاتے ہیں
نیریت کو یہ ضد ہے کہ نام مٹ جائے
ستین ہیں کہ دو عالم پہ چھائے جاتے ہیں

قیامت تک نہ پیدا ہوگی ایسی ہستیاں دنیا

ذین میں جو قطع تاریخ دست کی جارہی ہے یہ جناب سید
علی جعفر صاحب زینا ہنوری تمیذ سان الزمن جناب عالم
مظلوم نے سرکار ناصر الملک اعلیٰ اللہ مقامہ کی مجلس فاتحہ خوانی مقام
کتب خانہ ناصر میں پڑھی
کہاں کھودیں بتا دے وہ مقدس ہستیاں دنیا
کہاں آخر گئیں و سب ہی رنگینیاں دنیا
بھیں۔ الزمانہ یاد کر کے جا ان کھوتا ہے
ماوراء ناک میں کہہ دے وہ ہستیاں دنیا
مباد خدایت دہرا گھبرا جائے
کہاں ہیں وہ طاقتیں ہر تختہ دنیا
سزاوار نقاب آئے زمانہ کے وقت سے لے لے
ان کے لئے نہ رہا یہ جوت نہ رہا یہ دنیا

ہے کوئی دنیا میں عباس دلاور کا جواب

جناب ڈاکٹر اسد حسن نصاریٰ صاحب نے لکھی

کر بلا میں کون تھا اوس ابن حیدر کا جواب
جس مہیت ہی تھی تیغ و تیر و خنجر کا جواب
یہ سر و خورشید بھی کہیں جو دیکھا ہو کہیں
سبط اکبر کا مقابل سبط صغیر کا جواب
تھاعیاں یہ کوفیوں کے شور بے ہنگام سے
مے نہیں سکتے ہیں یہ اللہ اکبر کا جواب
کردیا قرباں سب بھائی بھتیجوں کے لئے
ہے کوئی دنیا میں عباس دلاور کا جواب
بات سننا تھا نہ کوئی عابد و یگر کی،
تھی صدا زنجیر کی بیمار و مضطر کا جواب
پھر نہ آیا حضرت قاسم کا ایسا جامہ زیب

ہسروں کو پیٹتے ہیں اور کف افسوس لے لے ہیں
کہ آئینگی کہل سے یہ مبارک مہتیاں دنیا
کلیجہ چاک ہوتا ہے نہیں قابو میں بے دل ہو
کہ تو نے صبر کے دامن کی کر دیں وہجیاں دنیا
جناب ناصر ملت نظر سے آج پہناں ہیں،
قیامت تک نہ پیدا ہوگی ایسی مہتیاں دنیا
ہمارے ناصر دین کو چھپا ڈالا قیامت کی
یہ میں ہو گیا غائب بڑا اک آسماں دنیا
بہانہ بہانہ اتنا راضی گلزار خلیس،
ہو اندر خزاں مشوس تیرا بوستان دنیا

پھر نہ بھیجا خالق اکبر کا جواب

ہے دنی باطلیاں یہ گونج ہے توحید کی
دے سکے گا کیر سا کوئی اللہ اکبر کا جواب
وہ زمیں تپتی ہوئی آفت کی نو دودھ کی پیاس
کر بلا کا دشت مقام میدان محشر کا جواب
شوق سے نکھیں فرشتے میرے اعمال سیاہ
جہنم انگ علم بننے کے سارے دفتر کا جواب
گو عرب میں ایک سے تھا ایک بڑہ کرشمہ سوار
تھانہ کوئی راگب، دوش پیر کا جواب
ذکر حق کا اور یکسر نمون مشکل نبی
کون دیتا لغو اللہ اکبر کا جواب
گو کہ مر جھایا ہوا اتحاد ہوپ میں باغ نبی
پھر بھی ہر نر پر وہ گل تھا سر گل تر کا جواب
لے سہد کام آگئے اشعار مع ہلبت
بن گئے محشر میں عصیاں کے دفتر کا جواب

امامیہ یتیم خانہ مملٹن روڈ کشمیری وارنٹی ٹی

ہر طرح سے مدد کیجئے جہاں قوم کے سیکڑوں بچے آپکے
الطاف و کرم پر اپنی زندگی کے دن پورے کر رہے
ہیں نیز امامیہ یتیم خانہ میں سادات و غیر سادات ایتام
کی ضرورت ہے۔ جلد درخواست لے لے بنام خیرل سکرٹری
امامیہ یتیم خانہ دہلی آئی جا ہمیں۔ جلد کتب خشت امامیہ
مشن لکھنؤ۔ امامیہ یتیم خانہ دہلی سے طلب فرمائیں،
دعا و آیتا آقا و خاتون احمد ریا رڈ دہلی کلکتہ
آمنہ بڑی خیرل کشمیری امامیہ یتیم خانہ مملٹن روڈ دہلی

﴿ جذبات مظفر ﴾

(از جناب سید مظفر حسن جہانقوی مظفر لکھنوی)

پھر جانے دو اکا نکلا ہے پھر درد کا بادل چھایا ہے
ہر اشک ٹپک کر کہتا ہے احمد کا نواسا پیاسا ہے
اس ظلم کا اندھی دنیا میں اندھیر یہ کیسا بھایا ہے
جو عرش کا رہنے والا ہے وہ خاک پہ کروٹ لیتا ہے
شد سے عیش کی پانی پر حسرت کی نگاہیں پڑتی ہیں
کچھ ہاتھوں میں مٹائی کوڑے ہیں اور سائے دیا بہتا ہے
اس راز کو کوئی کیا سمجھے یا ہم سمجھیں یا دل جانے
شبیر کے غم میں اشک جو نکلا کیسے مٹتی بنتا ہے
یوں لاکھ زمانہ کچھ بھی کے غم کو کوئی کیا بدلے گا
اشک نکھوں میں پھلکے آتے ہیں دل بے حسنا کہتا ہے
وحدت کی نگاہوں میں جو رہا آغوش نبوت میں جو پلا
عاشور کو جلتی ریتی پر افسوس اُسی کا لا شاہر
اس سن میں بھلا اس ہمت کو ششما ہے سافر کو دیکھو
شبیر کی نصرت کی خاطر میدان میں کیونکر آیا ہے
صغیر تھے تو گھر میں رہتی تھی صغیر جنہیں تو کبھی نہیں
ماں سر کو جھکائے میٹھی ہے گھبرا ہوا جب سے جھولا ہے
جب یاد مظفر آتی ہر کھینچ جاتی ہر کھل کر ہے بلا
شبیر کے غم میں آنکھوں اک خون کا دیا بہتا ہے

﴿ تاجدار کر بلا ﴾

(از جناب اختر اکبر پوری)

قبر سے دم سے بڑھ گیا عروہ و وقار کر بلا
واہ کیا کہنا تھا اے تاجدار کر بلا
بن گئی جن و ملک انسان کی تو سجدہ گاہ
لے زبے قنوت ترے خاک دیار کر بلا
برگئی دشت سے لعل قلب فوج شام میں
پہنچے لی جب تیغ تو نے شہسوار کر بلا
شکل گل تھے ساتھ ذرے خون میں ڈوبے ہوئے
تھی بہار غم دکھاتا لالہ زار کر بلا
خیمہ آل نبی ہوں نصب جلتی ریت پر
اترے فوج شام تجھ میں شیرہ زار کر بلا
ذیر خنجر کی ادا تو نے مساد عصر بھی
تیری طاعت پر خدا شب زندہ دار کر بلا
دشمنوں کی کوششوں سے مٹی کیا قبر حین
کر چکی تھی رحمت باری حصار کر بلا
دفن ہو کر تو نے سخاوت شرف زہرا کے لال
سرہ چشم لاکھ ہے خبار کر بلا
ہندے کو لو طلب افتخار کو جلدی یا حسین !
بن کے زائچہ آپ کا دیکھے جوار کر بلا

اعجاز نظارہ کی توسیع اشاعت آپ کا قومی فریضہ ہے

شمع شہادت

حضرت امام نقوی کے نئے نوجوان کا مجموعہ ایک بار حضور
ماہ خط فرما دیں گے۔ مکمل بھیج کر نظامی پریس طلب فرمائیں

حیاتِ دائمہ

حضرت فضل نقوی کے ۱۳۶۲ھ کے بالکل نئے نوجوان کا مجموعہ
نظامی پریس آٹھ ہائیڈک لکھنؤ سے طلب فرمائیے

عالم اسلام

اپنے رنگ کی پسلی تفسیر

ملت حق کے مشہور عالم نظر عالم حضرت یزید العلماء مولانا یزید علی نقوی صاحب قبلہ
سرپرست المایشن لکھنؤ کی تصنیف ہے اسکی پہلی قسط یعنی پیش بہا مقدمہ لکھا گیا ہے جو
معلومات کا گراں بہا خزانہ

ہے۔ اس میں علم کلام، بیان، تاریخ، حدیث، معانی القرآن اور فن بلاغت
وہ تمام عمومی مسائل بیان کر دیے گئے ہیں جن کی تفسیر قرآن سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔
اس کے علاوہ ایک بڑا ہی مبسوط تبصرہ آخر کتاب میں "علم تفسیر کی تدوین اور مجموعہ کی خدمات"
کے بارے میں لکھا گیا ہے جو وسعت، جامعیت اور کثرت مطالعہ کا آئینہ بردار ہے۔ اس میں
شروع سے ہر صدی میں شیعوں نے تفسیر قرآن کے بارے میں جو خدمات انجام دی ہیں
اور ہر زمانے میں اس موضوع پر اس فرقہ کی طرف سے جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا تذکرہ ہے

جلد طلب کیجئے

تا کہ جلد سے جلد اسکے بعد آپ کو اصل تفسیر کے مطالعہ کا موقع ملے
ضخامت ۲۷۲ صفحے، کاغذ سفید چکنا، طباعت دیدہ زیب
باوجود اسکے اس سخت گرائی کے زمانے میں قیمت علاوہ محصول صرف ایک روپیہ ۵۰
الکھنؤ

ناظم "ادارہ علمیہ" نمبر (۲۵۹۲) سر عبد العزیز روڈ لکھنؤ

ریاست
سیٹورٹ
وکیل ریاست
لکھنؤ
میں ایک بار
ضرورت شریف
لائے
یہاں آپ
کو بہترین
چاہئے
نفس اور
خیر فی القہ
بکریط
کیک پیری
انڈیا-ٹو
لکھن
تیار ملے ہیں
المشتر
سید میر غا
بروہ پرا
نایت سٹورٹ

دی یو پی یونین بینک لمیٹڈ

سازشکیت

یونین بینک

پنج سالہ

روپیہ اندر میعاد بھی

ساتھ کے پچھتر روپے

واپس لیا جاسکتا ہے،

پانچ سال کے بعد

ڈپازٹ، کرنٹ، سنگ بینک ٹکس ڈپازٹ کئے جاتے ہیں
تجارتی و کاروباری پبلک کی سہولت کیلئے

ڈرافٹ چیک بنڈی بلٹی خرید و فروخت گورنمنٹ سکوریٹی
کا کام مناسب شرح کیشن پر کیا جاتا ہے

قرض

تجارتی لون، اور، ڈرافٹ، سونا چاندی وغیرہ پر مناسب شرح سود پر دیا جاتا ہے متعلقہ قواعد
مندرجہ ذیل پتے سے مفت طلب فرمائیے

دی یو پی یونین بینک لمیٹڈ سنٹرل برانچ وکٹوریہ سٹریٹ لکھنؤ

کشف الاشتباه مترجم و محشی

جناب صدر الملة مولانا السيد محمد مجتبیٰ صاحب دام ظلہ
محبت العصر سرپرست دائرۃ الاشاعت کے قلمی مجاہدات و علمی
اقادات پر علماء ایران عراق کی طرف انعامات و تائیدات
آقائے بحر العلوم سیدہ الدین شہرستانی دام ظلہ و زہد معارف
عراق اور جناب صدر الملة کے استاد محترم سلطان المجتہدین قاضی
شیخ عبدالحسین شری نجفی دام ظلہ کے گرامی نامے۔

آقائے سببۃ الدین دام ظلہ کا گرامی نامہ

بسم الله و له الحمد

حضرة الوجبة المفضال البھانة الباقعة ذی الماعز النافعة
والمفاخر الجامعة مولانا الادیب السید محمد مجتبیٰ سرپرست دائرۃ الاشاعت
طرفة الاشاعة نوکاتہ دام اقبالہ و فضالہ بعد الحمد
والثناء والشوق والولاء والدعاء تناملت بانامل
المسرة واشکرتھد یتکم المرسلة (کشف الاشتباه) فی
مجاہدۃ (موسی جارا لله) تفلیقیتھا لاثنتی سدیة حسنة
واجل موهبة من مواهبکم المتھاسلہ ملا نعمت من
کشف تعویجات ذلک المستوسل من طیشہ فی الاقتناء
المتربسب فی غیابہ افحی التنبہات و عجیب منہ جد
انه عند اجتماعہ بالمخلص فی المدینة الاسلام (بغداد)
لہ سبب ای شبهة من شہایة حتی یدی لہ الجواب
الصواب فلا یضطر لفتن من بین الملاء و انارة البغضاء
والشحناء فی طوائف المجتمع الاسلامی الذی هو فی
ھدم العصر بل فی کل عصر محتاج الی امر الشعت و جمیع
الکلمة و اتفاق الرأی و لفة القلوب کما امرنا الله

و بہ و رسولہ و اسلافنا الصالحون حتی ان امایہ المومنین
علیہم کان یدعوا الی اتحاد المسلمین و اعتصامہم
بجبل و اعتصامہم بجبل الله المتین یقول (الا وینع عالم
النی غیر لئذ الله فارقا لملوہ و لو کان تحت عما ۛتی
ھذہ) فجن اکم الله فی منشھذا الاثر النافع و جزئی لھ
البارع الودع مولانا العلامة المحجة حضرت الشیخ عبد
الحسین الرشتی دام ظلہ خیر جزاعا لھسین
ھدیہ الدین محمد علی الحسنی الشہر بالمشہر
مسافر بغداد۔

مترجم

ترجمہ

حضرت وجیہ المفضال البھانة الباقعة ذی الماعز النافعة
والمفاخر الجامعة مولانا الادیب السید محمد مجتبیٰ سرپرست دائرۃ الاشاعت
نوکاتہ دام اقبالہ و فضالہ بعد الحمد و الشوق
و محبت و دعا آنکہ میں نے مسرت و تشکر کے ہاتھوں سے آپ کے
بھیجے ہوئے یہ کشف الاشتباه کو لیا جو موسی جارا لله کے
رہنمائی میں نے اسکو گراں ترین ہدیہ اور آپ کے
مسلسل عطایا میں سے ایک جلیل ترین عطیہ سمجھ کر لیا اسلئے
کہ وہ اس کے مخرجات و نکات کے و فعیہ و ازالہ پر
مشتمل ہے جو اپنے طیش و حاکت کی وجہ سے خود رائی میں
بڑھا جا رہا ہے اور گراہی و شبہات کی ناسرکیوں کی
تہ میں پڑا ہوا ہے یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جب وہ مجھے
رہنمائی و سلام بغداد میں ملا تھا تو کوئی شبہ نہیں بیان کیا کہ
میں جواب یا صواب دیتا اسکے شبہات کی اشاعت اور
اسلامی فرقوں میں بغض و عداوت پھیلانے سے کوئی خطر
و اضطراب واقع نہ ہو جائے اس زمانہ میں بلکہ ہر زمانہ میں
صورت ہے کہ مسلمانوں میں سے اشتقاق کو دور کیا جائے
یک زبان فی - اتفاق رائے اور الفت و محبت پیدا کی جائے

جیسا کہ خدا و رسول اور سلف صالحین نے ہم کو حکم دیا ہے یہاں تک کہ حضرت علیؓ اتحاد و اتفاق مسلمین اور جبل اللہ سے تمسک کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ اسکا ہواؤ جو شخص تم کو اتحاد و اتفاق کے خلاف دعوت دینے اسی کو قتل کر دو اگرچہ وہ میں ہی ہوں۔

خداوند عالم آپ کو اس مفید و گرانہا کتاب کے فائز کرنے پر نیز اسکے مولف علامہ مفتی مولانا العلامة المحجۃ حضرت شیخ عبدالحسین رشتی دام ظلہ کو ایسی جزا عنایت فرمائے جو وہ ان نیندوں کو عنایت فرماتا ہے جو احسان کرنے والے ہیں۔ فقط

ہدیۃ الدین محمد علی حسینی المعروف بشہرستانی بغداد

آقائے سلطان المجتہدین ام ظلہ کا گرامی نامہ

باسمہ سبحانہ

حضرت اسامی جناب مستطاب مروج الاحکام قبلۃ الانام کف الاسلام والمسلمین عمرث الملة والدین آقائے آقا سید محمد مجتبیٰ محمد سلمہ اللہ تعالیٰ معروض حضور میداد مرقومہ عالی زیادت شد چون یک نسخہ از کشف الاشتباه ولایسم شخص حضرت عالی ہدیہ بنام آقائے شہرستانی منورہ دوم و پشت آن کتاب نوشتہ بودم کہ ہدیہ است از طرف جناب سامی مترجم لندرقیمہ لشکر بجنور حضرت عالی ارسال داشتہ اند بہر حال مجاہدات و خدمات شما پر تو بسیار شغش در بلاد ایران و عراق مانداختہ و زحمات عالی در راه اسلام مغتنم می شامد و دعا گوامد۔ (عبدالحسین رشتی) ترجمہ :- حضرت سامی جناب مستطاب مروج الاحکام قبلۃ الانام کف الاسلام والمسلمین

عمرث الملة والدین آقائے آقا سید محمد مجتبیٰ محمد سلمہ اللہ تعالیٰ عرض پر در خدمت ہوں کہ میں نے کشف الاشتباه کا ایک نسخہ حضرت عالی کے نام سے آقائے شہرستانی کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا اور پشت کتاب پر لکھ دیا تھا کہ جناب مترجم کی طرف سے ہدیہ ہے اس لئے جناب شہرستانی نے لشکر و امتنان نامہ حضور والا کے لئے لکھا ہے بہر حال آپ کے مجاہدات و خدمات نے بلاد ایران و عراق میں بہت تیز پرتو ڈالا ہے اور راہ اسلام میں آپ کی زحمات کو اول عرف و ایران منجملہ معنات سمجھتے ہیں اور آپ کے دعا گرا ہیں۔

(عبدالحسین رشتی) نجف اشرف

جناب صد الملة دام ظلہ کے قدیم و جدید برکات

زیبۃ المجالس (دوسرا ایڈیشن) کشف الاشتباه مترجم و شیخ از جناب تعلیم الشہداء عدم الاعتبار ۶ کتابات الحجاب (دوسرا ایڈیشن) ۶ صد الملة دام ظلہ

تحقیق البیان و تعلیم نسوان ۳۰
عناصر الایمان (مرح صحابہ) ۳۰
جواہر نے بہار حصہ اول و حصہ دوم سہ حصہ سوم ۶
عین حقیقت (دوسرا ایڈیشن) ۱
تحقیق دعا - ۵ رشتی اکلیا سر و دوسرا ایڈیشن ۱
سمط الدررہ اور -

الحق از جناب مولانا حکیم ربوہ رضا صد اول سہ حصہ دوم سہ حصہ ترجمہ ذخیرۃ العیاد یعنی سفرنامہ سید ابوبکر رضی اللہ عنہ و انظارہ کے مسائل بکلام و ذخیرہ از مولانا سید شاکر حسین صاحب نوکانوی

سب کتابوں کے ملنے کا پتہ سید محمد سبطین مدیر وائرہ الاشاعت نونہ ضلع مراد آباد - یو۔ پی۔

اپنی دولت و صحت کو عطائی جاہل خود غرض شہارچی افروں کے ہاتھوں دیکھو

صادق تجربہ کار متدین خاندانی طباجوع کیجئے

دواخانہ معدن الادویہ لکھنؤ

ہندوستان کا مستند فنی ادانہ کھنؤ

جو

۲۷ سال سے ملک و ملت اور فن طب کی خدمتیں نہایت کامیابی سے مصروف ہے

حکامہ علماء روسا ریشمنادگان - وزراء - صوبہ غرضکہ ہر فرد ملت کے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں
شکل و پیچیدہ امراض میں بریر نجات کے موفاد اور طب پر آنے والوں کی

طبی مشورہ مفت دیا جاتا ہے

ایک کارڈ لکھ کر فہرست رکلاں) دواخانہ مفت طلب فرمائیے

شفاء الملک مسیح الملک حکیم فضل علی غریمین صاحب رحمہ علی اللہ مقنا

شیخ العصر رئیس الاما خباب صاحب عالم حکیم شید محمد قاسم صاحب خلفا صدق باقر رحمہ

ذاتی اور خاندانی مجربات صرف اسی دواخانہ سے حاصل ہو سکتے ہیں

نیچر دواخانہ معدن الادویہ کٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

بلسانی سوزاک پرانا ہو یا نیا دونوں کے لئے اکیس رہے
 فوٹا آرام بخشتی ہے۔ مثانہ کی اکثر خرابیوں کا
 تیر سبب علاج ہے۔ جریان اور سوزاک کو دور کرتی ہے ہلکا
 مرض اس واسطے اہلک فائدہ اٹھا چکے ہیں بمقتی فی شیشی

ضروری اطلاع

اسکے پڑھنے سے لاکھوں کا بھلا ہوگا

صاحبان :- میں شندھ کی حکیم ہمد نہ ڈاکٹر بلکہ ایک معمولی آدمی ہوں
پرستی سے اپنے ہاتھوں اپنی جوانی کا ستیاناس کرنے کی عادت پڑ گئی تھی
جس کے نتیجہ سے بالکل بے خبر تھا۔ اچانک غصہ ڈیرے سال کے بعد
مجھے نامردی کا نامہ ایک مرض لاحق ہو گیا۔ سرعت جریان، احتلام
وغیرہ کی بے انتہا شکایتوں کے سبب میرا چہرہ دن بدن لاغر اور زہمتا
جاتا تھا۔ دیگر دل ہر وقت دھڑکنا اور سر چلنا۔ آنکھوں کے سامنے
اندھیرا آنا۔ گھبراہٹ سستی اور اسی چھائی رہتی تھی۔ دوست احباب
میری پڑمگی کا سبب پوچھتے تھے کہ میں کسی کو اپنی حالت سے آگاہ
نہ کرتا تھا۔ مگر درپردہ مشہور شہروں میں بڑے بڑے ڈاکٹروں اور
حکیموں سے جن کے لیے چڑے اشتهاروں کی حد نہ تھی ادویات منگا کر
استعمال کرتا رہا۔ لیکن مجھے بالکل خاک بھی فائدہ نہ ہوا بلکہ علاوہ
خوج کے کئی اور ٹیکسوں کا سامنا کر کے بھی مایوس ہی رہنا پڑا اس
باری کی حالت میں زندہ درگدہ ہونے کو ترجیح دیتا تھا اتفاقاً خوش
قسمتی سے مجھے ایک ملازمت کے سلسلہ میں پشاور جانا پڑا۔ پشاور میں
جس جگہ میں مراد ہاں ایک فقیر خضر صورت اور کمال سنیا سی سے
اپنا دکھ کہہ ڈالنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ میں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اب
میں زندگی سے تنگ آکر خودکشی پر آمادہ ہو چکا ہوں۔ اس فقیر
صاحب کمال نے ازراہ شفقت میرے حال پر رحم فرما کر ایک
منہ کھانے کے لئے مقوی گولیوں کا اور دوسرا نسخہ رگوں اور
پٹھوں کی سستی دود کرنے کے لئے مالش کا بتایا۔ چنانچہ میں نے
حسب ارشاد اس صاحب کمال کے لا تعداد جھگی جڑی بوٹیاں
اور کئی ادویات بازار سے خرید کر ہر دو چمبہ کمیا کو رو بہ واس
صاحب کمال کے تیار کر کے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

ناظرین :- میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہتا ہوں کہ
ساتویں روز سے ہی میری سب شکایتیں رفع ہونا شروع ہو گئیں

شرطیہ علاج اور شرطیہ عمدہ :- ہمد کہ دہرم اور مسلمان
کو ایمان کی قسم ہے کہ اگر میری دوا کے استعمال سے حسب
وخواہ فائدہ نہ ہو تو حلفی تحریر بھیج کر اپنی قیمت واپس منگالیں
غدم صحت کی صورت میں کسی کا پیسہ رکھنا گناہ سمجھتا ہوں
اگر کوئی صاحب اس دوا سے اب بھی فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ان کی
قسمت :- ہزاروں نفعی سرٹیکٹ موجود ہیں۔ جن کے کھنے
والے صاحبان کے علاوہ کئی ڈاکٹروں، حکیموں، اور دہروں
کی رائے ہے کہ دارالشفارگولیاں اور دواغن مالش طار تیر
ہمد ہے۔

ضروری اطلاع :- یہ یاد رہے کہ میری یہ دوائی صرف
نامردی، کمزوری، لاغری، جویان، رحم کے لئے مخصوص ہے
یہ امر ضرور کہی سبب ہوں جن اکثر مباشرت، عادت بدی پیدا کی ہوئی
کمزوری کے لئے اس کا استعمال کرنا طاق کا بھیہ کرنا ہی اور ماندہ آدمی
کے لئے میری دوائی اکیر ہے

اور اپنے آپ کو قابل فخر مرو کہنے کا مستحق ہو گیا۔ مجھے چند ہی روز
کے استعمال سے صفا کرایا و توار ہو گیا۔ مگر جب ارشاد اپنے
محسن حقیقی خضر صورت کمال سنیا سی کے اکیس روز تک پر مینہ
اور علاج جاری رکھنا پڑا۔ ہر روز تین سارے تین سیر و دوا
بآسانی مفہم کر لیتا تھا۔ میرا چہرہ دن بدن بارونی۔ بدن مضبوط
ہیاتی طاقتور ہو گئی اور اب میں ایسا قابل فخر مرد بن گیا ہوں
جس کے بیان کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی۔ واپس
آکر باقی ماندہ دوائی کا نامردی کے مایوس مریضوں پر تجربہ کیا
تو ہر قسم کی نامردی، سستی، جویان، احتلام سرعت وغیرہ کے
لئے اکیر سے بڑھ کر پایا۔ کچھ کئی ایک دور اندیش اصحاب کے
اصرار اور عوام کے فائدہ کو مد نظر رکھ کر یہ اشتهار بغرض دفا عام
دیا جاتا ہے کہ جو صاحب اس شرمناک قبیح عادت کے شکار ہو کر
خلوذا انسانیت سے محروم ہدبٹھے ہوں اور سیکڑوں روپیہ
علاج معالجہ پر مرن کر کے مایوس ہو چکے ہوں۔ وہ اس قلیل قیمت

علامہ عرشی کی خاص ایجاد

کمون

درد شکم، باد گولہ، پیچش فونی، بواسیر، درد جگر،
درد جگر، اسہال، متلی، قبض، حملہ امراض شکم کی اکیر دوا ہے
بلکہ دودھ اور جگر کے لگاؤ سے پیدا ہونے والی تمام بیماریوں میں
مفید ثابت ہوئی ہے۔ موسم سرما میں نیم برت اٹھنے پر چار چار
رتی چھڑک کر کھانے سے جسم کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ چہرہ گلنا ہوا
جاتا ہے۔ ایک شیشی منگا کر استعمال کیجئے۔

بڑی شیشی والا کبس عہد ایکرو پیٹن نہ دوشیشی جا، درد پیٹن نہ

منجرب راج کمونی فیکٹری مسجد دیوان ناصر علی مرحوم
قاضی باغ لکھنؤ

رسالہ مجاہد کا شاندار محترم نمبر

رسالہ مجاہد جو عرصہ تک قوم کی گرانقدر مذہبی ادبی خدمت
انجام دے چکا ہے۔

اس کا دوبارہ اجراء زیر نگرانی محسن قوم جناب مولانا
سید محمد حسن صاحب قلم نمبر سرکار نجم العلماء طاب ثراہ
یکم جنوری ۱۹۴۳ء سے ہوا ہے اس کا پہلا پرچم نمبر
نہایت آب تاب میں ہما مفاہین کے ساتھ شائع ہوا
صرف ۸ روپے ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیے۔

شالانہ چندہ صرف عہد

صہ

دفتر مجاہد کو چہ شاہچھڑ لکھنؤ

اور سرخ الاثر دوائی کو استعمال کر کے صحت یاب ہو جائیں اور
خدا کے فضل کے گیت گائیں۔ قیمت صرف لاگت پر بشکل اکتفا
کرتی ہے۔ فائدہ بہت کم ملحوظ ہے قیمت قوی گولیاں فی
شیشی تین روپیہ آٹھ آنہ۔ جریان کے لئے یہ گولیاں از حد
مفید ہیں۔ اور زانامردی کے سوا میری یہ دوائی خواہ کسی قسم
کی نامردی کا مرض کیوں نہ ہوا کیر ہے۔ روغن مالش ملا سے
کسی قسم کی پھنسی یا آئینہ ہرگز مند اور ناکہ۔ اس دوائی میں کشتہ
وغیرہ کی آمیزش ہرگز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر بچہ، جوان
اور بوڑھا باسانی بغیر ہوائی موسم کے ان گولیاں کا استعمال کر سکتا ہو
اور لطف یہ ہے کہ اس دوائی کے بعد دوبارہ کسی دوائی کے استعمال
کی ضرورت نہ ہوگی۔ آخر میں یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ
اس اشتہار کے نکلنے سے میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے اور نہ ہی
میرا یا جعلی اشتہار شائع کرنے سے ہے۔ تندرست اور شوقین
مزاج اصحاب بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کے استعمال
سے حیرت اور حیرت سے طاقتور بن جاتا ہے۔ اگر بڑے بچے میں
لطف جوانی اٹھانا چاہتے ہیں تو ان گولیوں اور روغن مالش
طلا کا استعمال کریں۔ پرچہ ترکیب ہمراہ دوا ہوگا۔ محصول ڈاک
علاوہ ۸ روپیہ ادویہ گورنمنٹ آف انڈیا سے رجسٹرڈ ہیں۔ آرڈر
دیتے وقت اپنا نام، پتہ صاف اور خوش خط لکھیں۔ مالک غیر سے
قیمت پیشی۔

منجرب دار الشفا گولیاں، رجسٹرڈ نمبر، بٹالہ (پنجاب)

سید ظفر عباس فضل پرنٹر پبلشر و
ایڈیٹر نے سرفراز قومی پریس لکھنؤ میں چھپوا کر
دفتر نظارہ و کٹوریہ ہریٹ لکھنؤ سے شائع کیا

چارہ مصومین کی سونمیا ۴۱ جلدیں طبعہ (جنوبیہ پریس)

مولانا تمسک الدین مولانا ناصر حسن صاحب قلم امروہوی - یہ جلدیں قابل ہیں کہ

آپ اپنے خاندان کے بچوں، بچوں اور عموں کو اکٹھا ملا کر ان کے انشائیہ کے

عمر کی سزا ہو دو مہینہ و ایک چپے سے سہانے کا دوسرا ہی ۴۲ ایڈین غیر ملکی

الکاظم رضوی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بتجویہ مولانا حسین مختار

الوطالب از حضرت مولانا پیر محمدی صاحب قبلہ غیر مجلد ... مجلد عدد

انوار الرسول جلوسم از مولوی سید ابوالاحید صاحب حق بکراچی ص ۱

اسوة الرسول جلد چهارم

قرآن مجید اور تصاویرات ہم سالہ ہجری ۱۲۸۲ قمری

صحيحه ولا يا قضاة عز من رزاقهم

مناقب علی مجبور تصد شاہ فرید الدین عبدالشکور فریدانکیسی ... ۸

حیات القلبیہ (جلد اول) حضرت ائمہ سے حضرت خضر علیہ السلام کی مصالحت ہے

امامۃ القرآن از مولانا یارون صاحب لکھی پوری غیر مجلد ..

قصہ الصادقین - - - غیر مجید

تاریخ الاسماء، تاریخ نامہ نگارانی کی یہ مشہور کتاب

حدیث غدیری کی سرگزشت ازید بسطن صاحب قہ

بسم اعظم حضرت علی علیہ السلام کی سوانح عمری غیر مجلد ۱۲ مجلد عدد

طاسی جنت علی شہادۃ

طایفه ییسترکی سال ۱۹۲۲

کتابخانه ملی ایران
کتابخانه ملی ایران

ہر قسم کے نوے اور مراٹھی اور ذاکرمی کی کتابیں جھوٹی اور ٹری

مسوں میں پڑھنے کے لئے نظامی پریس بک ایجنسی سے طلب کیجئے

آپ اپنے خاندان کے بچوں، بچوں اور عموں کو اکٹھا ملا کر ان کے انشائیہ کے

الکاظم رضوی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بتجویہ مولانا حسین مختار

انوار الرسول جلوسم از مولوی سید ابوالاحید صاحب حق بکراچی ص ۱

قرآن مجید اور تصاویرات ہم سالہ ہجری ۱۲۸۲ قمری

مناقب علی مجبور تصد شاہ فرید الدین عبدالشکور فریدانکیسی ... ۸

امامۃ القرآن از مولانا یارون صاحب لکھی پوری غیر مجلد ..

تاریخ الاسماء، تاریخ نامہ نگارانی کی یہ مشہور کتاب

بسم اعظم حضرت علی علیہ السلام کی سوانح عمری غیر مجلد ۱۲ مجلد عدد

طایفه ییسترکی سال ۱۹۲۲

ہر قسم کے نوے اور مراٹھی اور ذاکرمی کی کتابیں جھوٹی اور ٹری

ماہِ محرم میں غزادارانِ امام حسین علیہ السلام کے لئے

محافل و مجالس ہمارے مخصوص ہیں

ذکرِ باگاہِ حسینی، صاحبِ حسن و قاضی صاحبِ حسن، ساری حدیثِ خوانی، بینظیر کتاب ہے جس میں چودہ مصویں فضائل و مصائب اور اس کے حالات اور امام حسین علیہ السلام کے حالات کا ربط اس خوبی سے ہے کہ ماسوائے کتاب بھی ہوئے ہیں اور محض وہ بھی اور چونکہ ہر محرم کے حالات مسودات میں درج ہیں اسلئے ہمارے نوجوان اور بزرگین حالاتِ امام سے سبق لیتے رہتے ہیں یہ کہ کتاب بہت مقبول ہوئی ہے ہر مومن کے گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

مفتاح البیان جس میں تمام تازہ مطبوعہ نوادہ و البیان، ہر محرم کا فریاد و بیانِ نوحہ جات حضرت مولانا سید جلال حسین صاحب قلم کی تحریر ہے۔

ذخیرہ و آخر بیانِ نوحہ جات حضرت و آخر علی المرتضیٰ

اشعاراتِ غم بیانِ نوحہ جات حضرت فضل کھنوی کی تحریر ہے۔

کائناتِ عمر حضرت فضل کھنوی کے باطل تازہ دل لہانے والے نوحہ جات

شہادتِ شہادت حضرت مولانا سید جلال حسین صاحب قلم کی تحریر ہے۔

اعمالِ ماہِ محرم درمیانِ بلکہ ۱۲ مہینہ کے مکمل اعمال

آپ کو تحفہ احمدیہ جلد سوم میں ملے گا۔

سرکارِ ناظر اللہ علی اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے ساتھ نئی پریس میں چھپائی ہے۔

ذکرِ العباس اسوہ عمری حضرت عباس علیہ السلام

علمدارِ نوحہ حسینی، سقاے سکینہ، کی بیدار نش سے دیکر شہادت تک کے حالات فاضل جہل جناب مولانا سید محمد حسن صاحب جلد نے جمع کئے ہیں قابلِ قدر کتاب جو جلد توجہ فرمائیے عزت چند جلدیں باقی ہیں۔

باشی مجاہد حضرت ام لیلیٰ کا جائزہ - امام حسینؑ کے کھوکھو کا حضرت زینبؑ کے غم و کابالا - ہر شہیدِ پیغمبر

عینی حضرت علی اکبرؑ کی سو اشعری - جسے جناب ذاکر حسین صاحب قلم نے لکھا ہے قابلِ دید کتاب ہے۔

شہزادہ علی صغیر حضرت مولانا آغا محمدی صاحب قلم نے لکھا ہے قابلِ دید کتاب ہے۔

حالات جتنے اس کتاب میں لکھے گئے ہیں وہ بڑے گہرے ہیں۔

سوانح عمری حضرت امام حسینؑ مولانا جلال اللہ صاحب قلم نے لکھا ہے قابلِ دید کتاب ہے۔

نظرِ نفس سے محض نہیں کیے گئے ہیں۔

بزرگ سنیہ علی صاحب قلم نے لکھا ہے قابلِ دید کتاب ہے۔

بوستانِ رشید جناب بیاض صاحب قلم نے لکھا ہے قابلِ دید کتاب ہے۔

اعلیٰ القادری صاحب قلم نے لکھا ہے قابلِ دید کتاب ہے۔

خوشیہ خاوری مجموعہ عربی محقق دار علم

سوزِ خوانی کے مرتبہ عربی قلم

۴۴ قلم کے تیار ہیں قلمیہ

معالج کتب سلاموں کا مجموعہ ۵

نہت کتب نظامی پریس معزز ملگجے

نہت کتب نظامی پریس بکٹ کھنوی آہنی چٹان لکھنو مفت طلب فرمائیے

